اَلاَ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لاَ خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلاَ ھُمْ یَحْزَنُوْنَ (القرآن)

فیضانِ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

یعنی

قلندر زماں عارف باللہ ولی کامل نبیرہ حضرت گنگوہیؒ

حضرت الحاج محمد مصطفٰی کامل رشیدی اعرابی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ ومجاز شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ

کے اجمالی حالات اور خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ کا تذکرہ

شیخِ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی حفظہ اللہ چرتھاولی

خلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامتؒ پرنامبٹ (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامتؒ جلال آبادی) مدیر دار العلوم محمدیہ بنگلور

حسبِ خواھش

حضرت الحاج صوفی سید سلیم اطہر شاہ صاحب

محلہ شاہ ولایت سہارنپور

ناشر

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب : فیضانِ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

مؤلف : حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی

حسبِ خواہش : حضرت الحاج صوفی سید سلیم اطہر شاہ صاحب محلہ شاہ ولایت سہارنپور

صفحات : 424

کتابت وتزئین : مولانا فہیم احمد قاسمی، مولانا عبید الرحمٰن قاسمی، حبان گرافکس بنگلور

تعداد : گیارہ (۱۱۰۰) سو

سن اشاعت :

قیمت : ....روپے

ناشر :

مؤلف کا مکمل پتہ

RAHEEMI SHIFA KHANA

#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,

Nayandhalli Post, Maysore Road

BANGALORE - 560039 (INDIA)

Ph.: 080-23180000, 23397836/72

www.raheemishifakhana.com

E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
1	انتساب	14
2	تاثرات	16
	حسنِ افکار	18
3	اپنی بات	22
4	تعارف	28
5	حلیۂ مبارک	30
6	اوصافِ حمیدہ	32
7	خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ میں رہنے والے متوسلین	34
8	اجان کے خلفاء اور مجازین	35
9	اجان کے متعلقین	37
10	آئینہ دیکھ لو	39
11	اجان کا مخالفین سے حسن سلوک	41

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
12	فرمایا	46
13	اقوالِ قلندری یعنی اجان کے اقوال	47
14	خانقاہ	54
15	خانقاہی نظام کو مسالک کے اثرات سے الگ رکھا جائے	55
	طعام گاہ	58
	قیام گاہ	59
	کلام گاہ	59
16	پیر طریقت حضرت الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابی ؒ	71
17	اجان کے دادا جان حضرت گنگوہی ؒ کا سلسلہ نسب اور خاندانی حالات	82
18	اجان کے دادا امام ربانی حضرت گنگوہی ؒ پر الزامات............	90
	مولانا گنگوہی ؒ کی شجاعت	92
	حافظ ضامن ؒ کی شہادت	94
	حافظ ضامن ؒ کی تدافین	94
	لوٹ کا الزام	95
	دودھ کا دودھ پانی کا پانی	96
	اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کی حفاظت	97
	مولانا نانوتوی ؒ کی روپوشی	100
	انسانی قلب ایک آئینہ ہے	101
19	اجان کے دادا حضرت گنگوہی ؒ کا شجرہ مبارک	103
	اولیائے کاملین کے نورانی واقعات	113
	حضرت بایزید کا کشف	113

شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ کی دنیا سے بے زاری	114
شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کا مجاہدہ	115
ایک عجیب کرامت	117
پیشین گوئی	118
بزرگوں کا امتحان	119
مرزا جانِ جاناں کی نظافت	121
نزاکت کا دوسرا واقعہ	121
تیسرا واقعہ	122
شاہ غلام علی کا واقعہ	122
کٹورہ ٹیڑھا رکھا گیا	123
فرش پر تنکا پڑا ہے	123
مٹھائی کی تعریف	123
مرزا صاحب کو الہام	124
حضرت مرزا صاحب کی تواضع	126
حضرت گنگوہی کے والد گرامی	126
قطب عالم کا جبہ	129
کیسے بزرگ تھے؟	129
حضرت قطب عالم کا مجاہدہ	130
ہارون رشید کو نصیحت	130
حضرت شیخ شہاب الدین کا تعظیم وامتحان	132
حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو فکر اولاد اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی	133

	مولانا اسحٰق صاحب کی فضیلت مولانا یعقوب صاحب پر	133
	حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا جواب خواب کے متعلق	134
	خان صاحب پر شفقت پیر	135
	ایک بزرگ کا عجیب واقعہ	135
	حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے ایک معمولی آدمی کا سوال اور معقول جواب	136
	حضرت سید صاحب کی کرامت	137
	حضرت سید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بندہ کو حکم خدا کے لئے ہر حال میں مستعد رہنا چاہئے	141
	مولوی احمد حسن امروہی کا اپنے اعضا کو نصیحت	142
	حضرت سید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ایک رنڈی کا بیعت	142
	مولوی محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ کی نازک مزاجی	144
	اہل ہند پر حج فرض ہے	144
	حضرت شاہ صاحب کا غیر مقلد سے مقابلہ	145
	مولوی رحمت اللہ صاحب کا قصد ہجرت	146
	امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی لڑکی کو دنیا کی محبت بالکل نہیں	146
	اسم اعظم اللہ ہے	147
	حضرت شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ	148
20	اجّان کے بڑے بھائی بحر العلوم حضرت مولانا حکیم عبدالرشید محمود	149
21	دیہاتی متعلقین اوران کے لطائف	161
22	اجان کی زبانی کچھ عجیب وغریب سوالات	167
	گذارش	169
23	مجلس مبارک	170

24	مجلس مبارک	174
25	مجلس مبارک	181
26	مجلس مبارک	189
27	مجلس مبارک	196
28	مجلس مبارک	198
29	مجلس مبارک	201
30	مجلس مبارک	205
31	مجلس مبارک	207
32	مجلس مبارک	213
33	مجلس مبارک	219
34	مجلس مبارک	224
35	مجلس مبارک	232
36	مجلس مبارک	238
37	مجلس مبارک	247
38	مجلس مبارک	252
39	مکتوبات	259
40	شیخ الشیوخ حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال	269
	خرقۂ ارادت اور خرقۂ تبرک	269
	شیخ مرید کے اطوار کی اصلاح کرتا ہے	270
	دعوت مراتب کا فرق استعداد	271
	حقیقی مرید ایک مارگزیدہ شخص کی طرح ہے	272

	قمیص یوسف علیہ السلام کی اصل کیا تھی؟	273
41	خانقاہ نشینوں کی فضیلت	275
	وہ گھر جن میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے	275
	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی صراحت	276
	لفظ ''رباط'' کی تحقیق اور اس کی اصل	277
	حضرت سرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	280
	خانقاہ نشینوں کے فرائض	280
	حضرت رسالت پناہ ﷺ کا ارشاد	281
42	خانقاہ نشینوں کی اہل صفہ سے مشابہت	282
	اصحاب رسول ﷺ کا وصف	282
	اکٹھے ہو کر کھانا برکت ہے	284
	عزلت نشینی	285
	خدمت خلق عبادت کا درجہ رکھتی ہے	287
	خادم، مخدوم کی عبادت کے ثواب میں شریک ہے	288
43	صوفیہ اور اربابِ خانقاہ کی خصوصیات	290
	تمام اہل خانقاہ ایک جسم کی طرح متحد ہیں	291
	صوفیہ کے لئے جمعیت خاطر ضروری ہے	292
	شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا طریق مصالحت	294
	شیخ کی دست بوسی	295
	معذرت قبول کر لینا چاہیئے	296
	استغفار کے بعد بطور ہدیہ کچھ پیش کرنا سنت ہے	297

حضرت ذوالنون مصری ؒ اور بایزید بسطامی ؒ کے مابین سوال وجواب 297
سفر کی تکالیف اور اس کے مفید نتائج 298
ہمیشہ سفر میں رہنے والے مشائخ 299
رفیق سفر کی ضرورت 301
امیر جماعت کا اجتماعی سفر میں ہونا ضروری 301
عزت ووقار کے حصول کے لئے امیر بننا 302
بھائیوں کو وداع کرنا مستحبات میں سے ہے 303
ایک عجیب واقعہ 304
دو رکعت نماز پڑھ کر سفر پر روانہ ہونا چاہئے 305
رسول اکرم ﷺ کا معمول 305
منزل سے روانگی کا مسنون طریقہ 306
رسول اکرم ﷺ کا معمول! 307
کمر بستہ ہونا بھی صوفیہ کی سنت ہے 308
دوسروں سے محض اللہ کے لئے محبت کی جائے 309
آداب خانقاہی 311
خانقاہ میں داخل ہوتے وقت سلام نہ کرنے کی وجہ 313
سلام میں پیش قدمی کرنے کی ایک اور وجہ 314
خانقاہ درویش کا اپنا گھر ہے 315
آداب شریعت اور آداب طریقت 316
معانقہ، مصافحہ اور پیشانی کا بوسہ مسنون ہے 317
آنے والے کو کھانا کھلایا جائے 318

عصر کے بعد سفر سے واپس نہیں ہونا چاہئے 318
آنے والے کے ساتھ مؤدت سے پیش آنا چاہئے 319
مہمان کے جسم کا مساج اور دبانا 321
جسم دبانے کا خوگر نہیں ہونا چاہئے 321
رہبانیت منع ہے 322
نظریہ توحید اگر درست ہے تو اسباب معدوم ہو جاتے ہیں 323
معاش کا دروازہ کلید قدرت الٰہی سے کھولو 323
صوفی دنیا کا مخدوم بننا پسند نہیں کرتا 324
حکایت ایوب حمّال ؒ 324
بے ضرورت طلب کرنے والا صوفی نہیں ہے! 325
فقر عذاب بھی ہے اور ثواب بھی ہے 326
44 صوفیوں کی ازدواجی زندگی 327
صوفی کا تجرد اور تاہل 327
صوفی کے لئے بیوی کا انتخاب 328
شیخ تستری ؒ کا ارشاد 329
ایک درویش کا عجیب جواب 329
تجرد و تزویج کی فضیلت 329
تجرد کی زندگی 331
صوفی ہر دم نفس کشی میں مشغول رہتا ہے 334
ہمیشہ روزے رکھنا روحانی خواہش کا علاج ہے 334
عالم تجرد میں حسن ادب 335

45	سماع اور وجد کی حقیقت استغنا اور علو مرتبت کے لحاظ سے	336
	شیخ حصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	337
	حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	338
	وجد کس طرح پیدا ہوتا ہے	338
	ایک جوہر کامل کا مقام	340
	وجد ایک وارداتی کیفیت ہے	341
	مقام قرب سے بعد، وجد کی منزل پر پہنچتا ہے	341
	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد	343
	حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد	343
	سماع کے وقت گریہ وزاری	344
	سماع عوام	344
46	سماع کے آداب اور توجہ	346
	محفل سماع میں کس طرح آئے	346
	سماع کی لغزش بہت سے گناہوں کا موجب ہے	347
47	شجرۂ عالیہ چشتیہ صابریہ، امدادیہ، رشیدیہ	350
48	اجان رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات	352
	عکس مکتوب (بنام نواز شریف وزیر اعظم پاکستان)	354
	عکس مکتوب (بنام مولانا جمیل احمد الیاسی دہلوی)	355
49	مرد مومن اور قلندر	357
	خودی کیا ہے؟	360
50	قلندر اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نظر میں	362

51	خانقاہی نظام کی ایک جھلک	364
	خانقاہی نظام کی حقیقت	364
	حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی صراحت	366
	نظام خانقاہی کا وجود	367
	خانقاہی نظام کے ذریعہ مشائخ نقشبندیہ کی خدمات	367
52	اپنے شیخ اور اکابر سے تعلق	371
	صوفیاء کے کردار کی خوبی-ضبط وتحمل اور خلق عظیم	374
53	نصیحتیں	377
54	بڑوں کی بڑی باتیں	380
55	پانچ دریا	382
56	''وصیت نامہ'' موت سے پہلے جو معاملات اپنے درست کرلے	384
	غسل	386
	تکفین	386
	نماز جنازہ	387
	تدفین کی ذمہ داری	388
	آخری ذمہ داری	388
	آخری گذارش	388
57	چہرہ پر کیسا نور، دیکھتے ہی خدا یاد آیا!	390
58	ذکر کی فضیلت اور اس کے اثرات	397
59	والدہؒ کثیر دعاؤں سے نوازا	400
	ہمارے اجان	403

تین اہم واقعات 406

شیخ کی کرامت (بے سروسامانی کی حالت میں حج کا حکم فرمایا) 410

خبراور نظر 415

☆☆☆

بحمداللہ تعالیٰ

فیضانِ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

کا ثواب

اور انتساب

میرے مرشدی ومولائی شیخ الطریقت والشریعت عارف باللہ، قطب مدار حاذق الامت حضرت مولانا حکیم الشاہ زکی الدین احمد صاحب نورہ اللہ مرقدہ پر نامبٹ

کے نام معنون کرتا ہوں

جن کی نگاہِ ناز اور توجہ خاص کی بدولت اس حقیر کو نورِ بصیرت وبصارت عطا ہوا اور خانقاہی رموز واسرار سے آگاہی حاصل ہوئی۔ جنکی فراستِ ایمان کے صدقے راہِ سلوک کی مسافرت نصیب ہوئی۔ اکابر ومشائخ کی نعلین سیدھی کرنے کا شرف حاصل ہوا۔

بقول نثار عباسی ؎

''طریقت'' جس کو کہتے ہیں وہ خود اک راہِ عرفاں ہے

''شریعت'' ہی مگر اس راہ کی شمع فروزاں ہے

طریقت ہے محبت، ضبط کی قائل نہیں ہوتی
شریعت بے اصولی کی طرف، مائل نہیں ہوتی
طریقت والہانہ شیخ سے عشق و محبت ہے
شریعت سے مگر قائم نظامِ دین و ملت ہے
یہی ہے شانِ ایمانی یہی حسنِ عقیدت ہے
شریعت کی ہے پابندی، طریقت سے محبت ہے
شریعت سے گریزاں ہوکے منزل پا نہیں سکتا
جو خود بھٹکا ہوا ہو، رستہ دکھلا نہیں سکتا
نہ پابندِ شریعت ہو تو وہ پیر طریقت کیا
نثارؔ اس پیر و مرشد کے، تصوف کی حقیقت کیا

خاکپائے آستانہ حاذق الامتؒ
محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی
خانقاہ رحیمی بنگلور
۳؍شعبان المعظم ۱۴۳۴ھ
۱۳؍جون ۲۰۱۳ء، بروز جمعرات

☆☆☆

تاثرات

حضرت الحاج صوفی سید سلیم اطہر شاہ صاحب شاہ ولایت سہارنپور
خلیفہ ومجاز حضرت اجّان صاحب قلندر زماں رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ گنگوہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ . اَمَّابَعْدُ

میری روز اول سے یہ خواہش رہی کہ امام ربانی قطب ارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نبیرہ اور آپ کے سجادہ نشین حضرت الحاج عارف باللہ قلندر زماں مولانا الحاج محمد مصطفی کامل رشیدی اعرابی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ ومجاز شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح حیات منظر عام پر لائی جائے۔لیکن اس کے اسباب نہ بن سکے۔حسنِ اتفاق کہ تین سال قبل جب حبیب الامت حضرت مولانا حکیم ڈاکٹر ادریس حبان رحیمی چرتھاولی سے ملاقات ہوئی تقریباً ۳۵ سال بعد ملاقات کا یہ پہلا موقع تھا، پرانی یادیں تازہ ہوگئیں۔میں نے برجستہ اپنی خواہش کا اظہار کردیا اور یہ بھی کہہ دیا کہ اس کام کو آپ ہی انجام دیں گے۔ چنانچہ میری اس گذارش کو مولانا موصوف نے قبول فرمالیا۔اپنی گوناگوں مصروفیات، مدرسہ اور اسکول کی ذمہ داری، مرکزی جامع مسجد کی خطابت، ماہنامہ نقوش عالم بنگلور کی ادارت اور پھر رحیمی

شفاخانہ میں مریضوں کے ہجوم اور رحیمی فارما یعنی لیبارٹیری کی مصروفیات، تقریباً عرصہ سے ہندوستان اور بیرون ہند کے مریضوں سے بالواسطہ یا باواسطہ گفتگو اور ان کی تشخیصی امور وغیرہ جیسی ہمہ وقتی مصروفیات کے باوجود آپ نے حضرت اجان رحمۃ اللہ علیہ پر ایک کثیر اور ضخیم مواد جمع کرلیا۔ اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے۔ یہ کتاب حقیقتاً اجان اور اجان کے جملہ متعلقین کیلئے بہترین خراج عقیدت اور اظہار محبت ہے۔

میں اپنی طرف سے اور جملہ پیر بھائیوں کی طرف سے حبیب الامت حضرت مولانا حکیم ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی کو خوب خوب مبارکباد دیتا ہوں۔ اور تمام کی طرف سے شکر گذار ہوں۔ اللہ تعالیٰ مولانا موصوف کی اس مبارک سعی کو ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

خاکپائے آستانہ قدوسیہ رشیدیہ

سید سلیم اطہر شاہ

شاہ ولایت محلّہ، سہارنپور

۲۴ ربیع الثانی ۱۴۳۴ھ

مطابق ۷ مارچ ۲۰۱۳ء بروز جمعرات

حسنِ افکار

(مفتی) محمد ساجد قاسمی کھجناوری

مدیر تحریر ماہنامہ ''صدائے حق'' واستاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

احمدہ واصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد!

ہندوستان کی مردم خیز ریاست اتر پردیش کے مغرب میں واقع دوآبہ کا علاقہ بڑی اہمیت کا حامل رہا ہے، یہاں کئی ممتاز اہل دل اور اصحاب فضل وکمال بزرگوں نے جنم لیا جن کے انفاس کی گرمی سے بے شمار قلوب جگمگائے، ہزار ہا بندگانِ خدا کو رشد وہدایت کی گرانمایہ دولت نصیب ہوئی اور کتنے ہی تشنہ کامانِ علم ومعرفت، اربابِ علم وکمال کے دامن گرفتہ ہوکر بامراد ہوئے۔ ان خوش نصیب خطوں میں دیوبند، گنگوہ، نانوتہ، انبہٹہ سہارنپور، رائے پور، جلال آباد کاندھلہ، تھانہ بھون اور شاملی وغیرہ کا خصوصاً شمار ہوتا ہے، مزید براں برصغیر کی دو ممتاز اور قدیم تاریخی دینی درسگاہیں دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور بھی یہیں پر واقع ہیں جن سے وابستہ علماء کرام نے ہندوستان کی آزادی اور اس کی تعمیر وترقی میں بیش بہا خدمات انجام دیں اور فرنگیوں سے لوہا لے کر ملک کو ان کے پنجۂ استبداد سے آزاد کرایا۔

سہارنپور سے مغربی سمت میں تقریباً ۴۴ رکلو میٹر دور قریہ صالحین گنگوہ واقع ہے جس کی آغوش میں اپنے اپنے زمانہ کے شبلی وجنید اور رازی وغزالی پلے بڑھے، بڑھے اور ایک عالم کو اپنی ضوفشانی سے منور فرما گئے، بلاشبہ ان کے عظیم علمی واحسانی کارہائے نمایاں سے ملت اسلامیہ گراں بار رہے گی اور ان کے مآثر ومعارف سے اکتساب فیض کرتی رہے گی، ان اعلام امت میں سرزمین مذکور کے کئی روشن چہرے ہیں جن کے نام اور کام کی خوشبو ہر طرف بکھری ہوئی ہے، حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی، حضرت شاہ ابوسعید نعمانی اور فقیہ النفس امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سرزمینِ گنگوہ کی کلاہِ افتخار کے زریں ستارے ہیں واقعی ان یارانِ باصفا کا نام لیتے ہوئے بھی حلاوت محسوس ہوتی ہے۔ ؎

زباں پہ بار الٰہ یہ کس کا نام آیا
کہ میری نطق نے بوسے مری زباں کیلئے

انہیں اکابر ثلثہ میں مؤخر الذکر شخصیت حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی ہے جنہوں نے گنگوہ جیسی گمنام اور چھوٹی سی بستی میں دہلی کے خانوادہ ولی اللہی کے طرز پر صحاح ستہ کا نظام شروع فرما کر وہاں کے سنہرے دور کی یاد تقریباً تازہ کردی اور علوم ومعرفت کے بے شمار دریا بہائے، اسلئے آپ کے خوان معرفت پر خوشہ چینی کرنے والوں میں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبند، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، مولانا یعقوب نانوتوی، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی، مناظر الاسلام حضرت مولانا مرتضی حسن چاند پوری، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری اور حضرت مولانا صدیق احمد انبہٹوی جیسے نادرۂ روزگار ارباب شریعت وطریقت ہیں۔

"لہٰذا علم وعمل کی ایسی کوہ ہمالیہ شخصیت ان کی اولاد واحفاد کے مبارک تذکروں اور ان کی پاکیزہ تعلیمات پر مشتمل سیرت وسوانح کا مرتب کرنا

انہیں نصیبہ وروں کا مقدر ہوسکتا ہے جن کے خمیر میں ان مقدس ہستیوں کا کچھ نہ کچھ لہو اور ان کے ساتھ عشق ومحبت کا جذبہ کارفرما ہو۔"

میں شکرگذار ہوں مخدوم گرامی مرتبت حضرت مولانا حکیم ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی مدظلہ العالی کا کہ انہوں نے حضرت گنگوہی کے حفید وجانشین عارف باللہ قلندر زماں حضرت الحاج مصطفیٰ کامل رشیدیؒ اعرابی کی حیات وخدمات پر محیط مبسوط تذکرہ بنام "فیضان گنگوہیؒ" مرتب فرما کر ہم تشنہ لبوں کی سیرابی کا سامان مہیا فرما دیا ہے، راقم الحروف نے اپنی سعادت میں اضافہ کرتے ہوئے فیضان گنگوہی کے مسودہ کو جستہ جستہ مقامات سے دیکھا، مطالعہ سے اندازہ ہوا کہ حضرت مصنف مدظلہ نے مضامین کو پراثر اور دلچسپ بنانے میں کوشش بسیار فرمائی ہے اور حضرت اجانؒ کی مجلسوں کو زندہ فرمادیا ہے۔ مصنف کتاب حضرت حکیم صاحب مدظلہ کی شخصیت ماشاءاللہ محتاجِ تعارف نہیں آپ صاحب کتاب کے خصوصی صحبت یافتہ اور حاذق الامت حضرت پرنامبٹویؒ کے خلیفہ ومجاز ہیں۔ پچاس سے زائد کتابوں کے مصنف اور معروف صاحب قلم ہیں، ادھر تین دہائیوں سے آپ شہر گلستاں بنگلور میں علم وطب کی نمایاں خدمات کیلئے مشہور ہیں۔

آپ نے خانقاہِ رشیدیہ گنگوہ میں آٹھ سالہ طویل مدت گذار کر حضرت اجانؒ سے تزکیۂ قلب اور علومِ معرفت حاصل کئے، نبیرۂ حضرت گنگوہیؒ حکیم ننھوں میاں سے علمِ طب کا درس لیا، آپ کی صفاتِ جلیلہ کی بدولت حضرت اجانؒ تمام علمی امور موصوف سے ہی لیا کرتے، مصنف نے اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے آپ کی مجالس کو قلمبند کرنا شروع کیا۔ قلندر زماں حضرت مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابیؒ نے جب قیامِ پاکستان کو مستقل فرمایا لیا تو آپ نے اجازت حاصل کرکے جنوبی ہند کا سفر کیا، اور ان علوم وجواہر کے ذریعہ جو خانقاہِ قدوسیہ اور مدارسِ شمالیہ سے حاصل کئے

تھے اہل جنوب کو فیضیاب کرنا شروع کیا، حتی کہ خانقاہِ قدوسیہ رشیدہ کا پورا پورا عکس خانقاہِ رحیمی میں نظر آنے لگا، بقول حضرت الحاج سید سلیم اطہر شاہ صاحب (مجازِ بیعت حضرت مصطفیٰ کامل رشیدیؒ) ''مجھے یہاں جنوب میں آکر اجان کا پورا پورا عکس حبیب الامت حضرت حکیم صاحب مدظلہ العالی میں اور خانقاہِ رشیدیہ کا مکمل رنگ خانقاہِ رحیمی میں نظر آیا ہے، یہاں کے ماحول اور حکیم صاحب کے مزاج ونفاست کو دیکھ کر پیر کامل حضرت الحاج مصطفیٰ کامل رشیدیؒ کا زمانہ یاد آرہا ہے بلکہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اجان کا زمانہ لوٹ آیا ہے۔ اگرچہ اجان کے خلفاء میں سے چند آج بھی موجود ہیں لیکن ان کی خلافت کا حق آپ نے ہی ادا کیا ہے''۔

بہر حال! آپ کی اجلہ شخصیت پر سیر حاصل کلام کرنا دشوار ہے، اور اس مختصر مضمون میں اس کی گنجائش بھی نہیں ہے۔ الحمدللہ آج آپ کی بافیض شخصیت سے امت علمی وعرفانی اور طبی لحاظ سے برابر مستفید ہو رہی ہے اور آپ کا قلم تیز گامی کے ساتھ دین وادب کی مختلف اصناف پر طبع آزمائی کر رہا ہے، بس دعاء ہے کہ اللہ پاک آپ کے فیوض وبرکات کو عام وتام فرمائے، ان سے دین ودانش کی خدمات کا نمایاں کام لے اور اس کتاب کو دارین کی قبولیت سے سرفراز فرمائے آمین!

والسلام

(مفتی) محمد ساجد قاسمی کھجناوری

مدیر تحریر ماہنامہ ''صدائے حق''

واستاذ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ

☆☆☆

اپنی بات

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم . امابعد

آج یہ لکھتے ہوئے بے حد قلبی مسرت اور شادمانی حاصل ہو رہی ہے تقریباً ۳۵ سال بعد مجھے حضرت مولانا الحاج محمد مصطفیٰ کامل رشیدی اعربی نبیرہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اور خلیفہ ومجاز حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ لکھنے کا زرین موقع اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔

یہ میرے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ محمد ادریس حبان کو یہ سعادت حاصل ہوگی کہ وہ قلندر زماں اجان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالاتِ زندگی کا احاطہ کرے۔

اور مجھ میں کیا شاید کسی صاحب قلم میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اجان کے ان حالات اور واقعات کو سوفی صد قلمبند کرے کہ جن کو پڑھنے سے ہزاروں کی زندگی بن سکتی ہے۔ ہاں حتی المقدور سعی کی جاسکتی ہے۔ اور سعی کی گئی ہے کہ کچھ اجمالی حالات اور واقعات کا اظہار کر کے قلندر زماں کی شخصیت کے کردار کو اجاگر سکوں۔ ابتدائی زمانہ میں، میں خود اجان رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس لکھا کرتا تھا۔ اور وہ بہت

خوش ہوتے تھے۔فرمایا کرتے کہ بیان کرنے سے پہلے ٹیپ ریکارڈ سامنے ہونا چاہئے۔یعنی اس راقم الحروف کوٹیپ ریکاڈر کہتے تھے۔اس زمانہ کی قلندری مجالس کے کچھ حصے بھائی صوفی سلیم اطہرصاحب سہارنپوری نے عنایت فرمائے جن کو شامل اشاعت کردیا گیا ہے۔کچھ مجالس ایسی بھی ہیں جن کو بندے نے نہیں لکھا تھا۔بلکہ مزمل وقاعی صاحب کے نام سے ان مجالس کو لکھنے والے کا نام دیا گیا ہے۔ جن سے مجھے واقفیت نہیں ہے۔

بہرحال اس زمانہ میں ایک کتاب مکمل ۵۰۰صفحات کی ترتیب دی تھی اوراس کا نام کتاب کی مناسبت سے ''کامل الایمان'' رکھا تھا۔چونکہ اس میں تمام مواد مجالس پر مشتمل تھا۔لیکن سوئے قسمت وہ ضائع ہوگئی اورشائع نہ ہوسکی۔

اللہ تعالیٰ کو جومنظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔میری نئی نئی شادی تھی والد صاحب کے حکم اوراجان کی مرضی سے اپنی اہلیہ کوبھی گنگوہ لے آیا۔خانقاہ کے بالکل عقب میں خواجہ شبیہ الحسن عرف بھائی چھوٹے کا مکان خالی کراکر مجھےاورمیری اہلیہ کو دیدیا گیا۔پرانے قسم کی حویلی نمامکان بہت عمدہ تھا۔لیکن طبیعت راس نہیں آئی۔اور حالات نے اجازت نہیں دی کہ اب مستقل خانقاہ میں رہا جائے۔چنانچہ جہاں اجان اس بات سے ناراض تھے کہ میں خانقاہ کوخیرباد کہہ کرجارہا ہوں۔وہیں یہ بھی کہتے تھے کہ ٹھیک ہے تو چلا جا۔ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ تجھ سے مزید کچھ کام لینے والے ہوں۔غرض ناگفتہ بہ حالات میں میں اوراہلیہ اسی حالت میں خانقاہ سے رخصت ہوئے۔اس وقت میں نے ایک عریضہ اپنے دل کی کیفیت کا اجان کی خدمت میں تحریرکیا جس میں صرف تین یا چارسطرتھیں۔لکھا تھا کہ اجان آپ سے ہی حقیقت کا اظہارکررہاہوں کہ مجھے آپ سے کبھی دنیا مطلوب نہیں رہی تھی بس اللہ کے لئے آیا تھااوراللہ ہی کے لئے جارہاہوں۔اجان نے ان جملوں کی میری غیرموجودگی میں

بھی ہمیشہ تعریف کی۔اوردن رات کی خدمت کوانہوں نے ہمیشہ تمثیلاً بیان کیا کہ ''خدمت کرنا سیکھوتوادریس سے سیکھو۔''

کچھ حالات ایسے بھی تھے کہ خانقاہ میں کچھ حاسدین پیدا ہوگئے تھے اور انہوں نے یہ باورکرانا چاہا کہ ادریس کا مقصد خانقاہ میں رہ کر دنیا طلبی ہے۔

حالانکہ اس دور میں جس قدرخطوط آتے تھے ان کے جوابات لکھنا بندہ کے ذمہ تھا اور روحانی اسباق اور وظائف کوآگے پڑھانے کیلئے اجان ہمیشہ مجھے ہی حکم دیتے کہ طالبین کے اسباق کوآگے بڑھاؤ۔چنانچہ حکم کی تعمیل کی جاتی۔حالانکہ مجھ سے زیادہ ذی علم اورذی استعداد حضرات علماء کرام خانقاہ میں موجود ہوتے۔لیکن حالات کچھ بھی رہے ہوں۔حضرت اجان صاحب رحمۃ اللہ علیہ علمی کام لکھنے پڑھنے کا مجھ سے ہی لینا پسند کرتے تھے۔اورفرماتے ادریس میری مرضی اورمنشا کوخوب سمجھتا ہے۔

اس زمانہ ہی میں مجھے اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا بھی عنایت فرمادیا تھا۔جن کو آج لوگ ڈاکٹرمحمد فاروق اعظم حبان قاسمی کے نام سے جانتے ہیں۔اس بچہ کا نام اجان نے حارث عشیررکھا تھا۔آج بھی شارٹ کٹ طور پر حارث کے نام سے پکارتے ہیں۔تین یا چارماہ فیملی کے ساتھ گنگوہ رہنا ہوا۔اجان گاہِ گاہِ بچے کوگھر سے بلوالیتے اورخوب خوب کھلاتے اپنے ہاتھ سے دودھ بھی پلاتے کھجور چٹاتے۔بچہ بھی کبھی اجان کے کپڑوں پر پیشاب بھی کرلیتا۔لیکن کبھی ناگواری کا اظہارنہ فرماتے۔ بلکہ یوں فرماتے جیسا شبلی کا بچہ ایسا ہی ادریس کا بچہ۔شبلی آپکے بڑے صاحبزادے ہوتے ہیں۔جواَب پاکستان میں مقیم ہیں۔دیگرذرائع سے معلوم ہوا کہ ماشاءاللہ وہ بھی صاحب نسبت ہیں اورسلسلہ کا کام کررہے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

عزیزی حارث کوخوب دعائیں دیتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضرت اجان صاحب کی دعاؤں کا ہی ثمرہ ہے جواللہ تعالیٰ نے آج ایسی مقبولیت عطافرمائی ہے۔

اس زمانہ میں کبھی کبھی کھانا پکانے والی خالہ حنیفہ نہیں آتی تھیں ضعف کی وجہ سے بیمار رہتی تھیں تو اجان کی خواہش ہوتی کہ ادریس کی اہلیہ آکر کچھ روٹیاں بنا کر چلی جائیں۔ میری اہلیہ کو یہ سعادت حاصل ہے کہ خانقاہ کے مہمانوں کے لئے کھانا بناتیں اور اجان بہت زیادہ پسند فرماتے۔

یہ بندہ تحدیث نعمت کے طور پر عرض کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجان کے صدقہ میں اس راقم الحروف کو بڑی بڑی نعمتوں سے سرفراز فرمایا۔

اجان رحمۃ اللہ علیہ کی عدم موجودگی میں میری گاہ گاہ امامت کی ذمہ داری بھی تھی۔ مسجد رشیدیہ کے مصلےّ پر جہاں حضرت مولانا محمود الحسن شیخ الہند، شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی، مولانا یعقوب صاحب نانوتوی، مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا مرتضی حسن چاند پوری، مولانا اشرف علی تھانوی اور حضرت مولانا صدیق احمد صاحب انبیٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے امامت کرائی ہے۔ اس ناکارہ کو سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں اس مصلےّ پر امامت کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس زمانہ میں اکابر علماء تشریف لاتے تو ان کی موجودگی میں مجھے ہی مصلےّ پر کھڑا ہونا پڑتا تھا۔ میں نے کئی بار درخواست کی کہ حضرت کبھی حضرت شیخ الحدیث صاحب کبھی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہیں فدائے ملت مولانا اسعد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور کبھی مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کبھی حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ اور دار العلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے مشہور و معروف اکابر علماء اور اساتذہ کرام کی آمد رہتی ہے ان حضرات کی موجودگی میں مجھے نماز پڑھاتے ہوئے اچھا نہیں لگتا۔ فرمایا کیوں؟ نماز تو ہی پڑھایا کر۔ بہر حال کم وبیش سات سال تک اس مبارک اور اکابرین کے مصلےّ پر امامت کی سعادت حاصل ہونا مجھ جیسے حقیر فقیر کے لئے فلاح دارین کا باعث ہے۔

رمضان المبارک میں کئی سالوں تک تراویح میں قرآن سنایا بھی اور سنا بھی، حکیم شفیق احمد صاحب گنگوہی جید حافظ قرآن تھے۔ آخیر زمانہ میں ان کی خواہش ہوئی کہ وہ مسجد رشیدیہ میں قرآن سنائیں۔ چنانچہ اجان نے فرمایا ادریس اب تم سنانے کے بجائے تراویح میں قرآن سنو۔ چنانچہ تین سال تک یہی معمول رہا۔ اور حکیم شفیق صاحب کے ساتھ قرآن مجید کا دور بھی ہوتا تھا۔ آپ نہایت رقیق القلب حافظ قرآن عالم دین اور طبیب حاذق تھے آپ کے صاحبزادے بھی تقریباً سب ہی ڈاکٹر ہیں اور اپنے والد محترم کی نیابت کر رہے ہیں۔

اس زمانہ میں راقم الحروف نے ایک خواب دیکھا کہ میں مسجد رشیدیہ خانقاہ کی فصیل پر بیٹھا ہوں۔ کہ میرے دادا سلمان صاحب مرحوم تشریف لائے۔ اور فرمایا ادریس اب اپنے پیر سے اجازت لے کر یہاں سے چلے جاؤ اور کچھ کام کرو کام۔ اور سختی سے فرما رہے ہیں۔ میں نے صوفی عاشق الٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس خواب کا ذکر کیا انہوں نے فرمایا یہ تو بہت اہم خواب ہے بہر حال میں نے یہ خواب اجان سے عرض کر دیا۔ پہلے تو وہ خفا ہوئے پھر فرمایا اچھا ٹھیک ہے میں بھی اجازت دیتا ہوں یہ بتا کہ یہاں سے کہاں جائے گا؟ میں نے بتایا کہ میرے ذہن میں بنگلور جانے کا خیال ہے۔ بہر حال انہوں نے کہا کہ واقعی بنگلور کا نام تو خوب سنا ہے۔ خیر تو وہاں جا رہا ہے تو میری بھی دعائیں تیرے ساتھ ہیں۔ بنگلور کیسے آیا۔ یہ بھی بڑا طویل واقعہ ہے۔ لیکن ۱۹۷۸ء میں جب بنگلور پہونچا تو نہایت مختصر سا شہر تھا اور آب و ہوا نہایت پاکیزہ تھی۔ آج ۳۵ سال بعد اس خواب کو یاد کرتا ہوں تو وہ خواب ایک رہنما معلوم ہوتا ہے کہ بنگلور آنے کے بعد جامع مسجد اسلام پور مکہ مسجد کنگا نگر، مسجد یقین شاہ ولی اور مسجد سلطان شاہ اولیاء اور جامع مسجد ہوسہلی کاشف العلوم میں خطابات، اس کے بعد کاشف العلوم کا اہتمام پھر دار العلوم محمدیہ کا سنگ بنیاد جو آج دار العلوم کی شکل میں

ہے، ڈی یم کمپیوٹر سینٹر کا قیام، مرکزی جامع مسجد دارالعلوم محمدیہ کی تعمیر، اور رحیمی شفا خانہ کا قیام، اور ماہنامہ نقوش عالم پندرہ سال سے جاری ہے۔ کی اشاعت اور رحیمی فارما۔ یعنی یونانی ادویات کی میوفیکچرنگ وغیرہ وغیرہ بھی اس کے ساتھ مرکزی جامع مسجد میں ہر جمعہ کو ذکر کی مجلس اور سلسلہ چشتیہ قادریہ سہروردیہ نقشبندیہ میں اجازت بدست عارف باللہ حاذق الامت حضرت مولانا حکیم زکی الدین احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پرنامبٹ، آج الحمد للہ ہند اور بیرونی ہند اس سلسلہ کا فیض پہونچ رہا ہے۔ یہ تمام اللہ تعالیٰ کے انعامات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مرضی اور خوشنودی عطا فرمائے۔ انسان کا اپنا کوئی کمال نہیں۔ بلکہ تمام توفیقاتِ صالحات اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔

یہ سب اللہ تعالی کا کرم ہے آقائے مدنی ﷺ کا صدقہ ہے۔ اکابرین کی محبتوں کا ثمرہ اور ان کی نظر کرم کے طفیل میں یہ تمام سعادتیں میسر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح اس فنا ہونے والی زندگی میں اکابر سے جوڑے رکھا، آخرت میں بھی حضور ﷺ اور آپ کے خلفاء اور سلسلہ کے صالحین ومشائخ اور علماء کیساتھ حشر فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔ فیضان گنگوہی ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں اجان کے متعلق اور خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ کے متعلق کچھ ایسی نایاب چیزیں شاید قارئین کرام کو مل جائیں گی جو ابھی تک پوشیدہ تھیں اور کسی کتاب کی زینت نہیں ہوسکیں۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین!

خادم آستانہ حاذق الامت

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

خانقاہ رحیمی بنگلور

۱۷ر جمادی الاول ۱۴۳۴ھ م ۳۰ مارچ ۲۰۱۳ء

بروز ہفتہ بعد نماز مغرب

تعارف

نام	:	محمد مصطفیٰ کامل
تاریخی نام	:	رضی الرحمٰن
والد کا نام	:	مولانا حکیم مسعود احمد صاحب
والدہ کا نام	:	امۃ القدیر صاحبہ
دادا کا نام	:	مولانا حکیم رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ
خاندان	:	انصاری-ایوبی
تعلیم	:	ابتدا تعلیم قرآن مجید ناظرہ اور دینیات، پرائمری اور ہائی اسکول گنگوہ میں ہوئی۔
کاروبار (پیشہ)	:	ابتداء میں کپڑے کی تجارت، درمیان میں دہلی ٹاٹا کمپنی میں مختصر عرصہ کے لئے ملازمت کی۔
بیعت	:	حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ
خلافت	:	(۱) حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ
دوسری خلافت	:	(۲) حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری

تیسری خلافت	:	(۳) شیخ عبداللہ زمزمی مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ
سجادہ نشین	:	امام ربانی قطب ارشاد مولانا رشید احمد گنگوہی کی مسند کو رونق بخشی
ہندوستان کی خانقاہ	:	خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ سعیدیہ مصطفائیہ گنگوہ شریف
پاکستان کی خانقاہ	:	خانقاہ لیلۃ النہار، افروز عاصمی کواٹر نمبر۶۴ ۷، سیکٹر نمبر۳۷/ڈی، لانڈھی کراچی نمبر۳۰
وفات	:	۱۱/اپریل۲۰۰۳ء بمقام کراچی پاکستان

☆☆☆

حلیہ مبارک

پیشانی کشادہ، ابرو باریک خوبصورت، کتابی چہرہ، سیاہ آنکھیں بڑی بڑی نرگسی، لب باریک، سر پر خوبصورت زلفیں، مونچھ باریک تلوار نما، داڑھی خوبصورت گول، نہ بڑی نہ زیادہ چھوٹی سیاہ خضاب سے رنگین (آخر میں خضاب ترک کر دیا تھا اس لئے سفید ہو گئی تھی) قد نکلتا ہوا نہ زیادہ لمبا نہ پستہ، لباس نہایت نفیس، ململ کے کرتے زیب تن کرتے۔ کرتا پائجامہ شاہی انداز سے پہنتے کہ دیکھنے سے معلوم ہوتا کہ کوئی شاہ ہیں۔ چہرہ ایسا روشن کہ مثل آفتاب چندمہتاب ہمہ وقت میک اپ کا اہتمام، سردیوں میں گرم سیاہ اور برؤن یعنی کتھئی رنگ کے قیمتی ملبوسات، دستار شاہوں کی سی عبا اور قباء کا اہتمام، گرمیوں میں سفید ململ کے قیمتی سوتی لباس اور دستار بھی سفید، بانس کی ٹوپی، سفید موزے، سفید جوتے، سفید کھڑاؤن، سفید پلنگ، سفید بستر، سفید چادر، سفید تکیہ، سفید کمبل، یا سیاہ پھول دار لحاف، کمرے میں سفید قالین، سفید صراحی، سفید نل (ہینڈ پمپ) وضو کے سفید لوٹے، سفید پائدان، قد آدم آئینے کا سفید فریم، دروازوں کے پردے سفید، کواڑ اور دروازے کی کنڈی سفید، کار سفید، گھوڑا گاڑی سفید، خانقاہ اور مسجد کے در و دیوار سفید، چشمہ سفید، صندوق اور

اٹا پچی سفید، کنگھا یا کنگھی سفید، سر میں لگانے کا تیل سفید (یعنی ناریل کا) مسند سفید، مسند کا تکیہ سفید مگر نقش ونگار سے مزین، غرض ہر چیز میں سفید رنگ نمایاں نظر آتا تھا۔ چہرہ ایسا بارعب، دیکھنے والا حیرت زدہ اور گنگ ہو جاتا۔ آواز بلند، سریلی بڑے بڑے گانے والے پھیکے پڑ جاتے۔ آواز ایسی جادو بھری کہ نعت، غزل اور اشعار ایسے انداز میں پڑھتے کہ سننے والا کھو جاتا۔ اٹھنے بیٹھنے کا انداز شاہانہ، آواز میں دہاڑ، ہنسی صراحی دار، کھلکھلا کر ہنسنے کے عادی نہیں تھے۔ ہلکے ہلکے دانت نظر آتے۔ انگلی اور ہاتھ کے اشارے سے بات صاف صاف کرنے کے عادی تھے۔

☆☆☆

اوصافِ حمیدہ

والد کا سایہ بچپن میں سر سے اٹھ گیا۔ اس لئے دینی تعلیم باقاعدہ کسی ادارہ میں نہ ہوسکی۔ والدہ صاحبہ نے جو انتظام کیا وہی ان کی دینی نشوونمائی میں کام آیا کیوں کہ گھر کا ماحول خالص دینی اور اسلامی تھا اس لئے دینی تعلیم نہ ہوتے ہوئے بھی ہمیشہ کچھ ایسے اثرات تھے کہ اجنبی آدمی گفتگو سے ہرگز نہ پہنچانتا کہ آپ عالم یا پڑھے لکھے نہیں ہیں۔

مزاج میں گرمی حددرجہ تھی۔ کسی بات پر ناراض ہوتے تو انتہا کر دیتے۔ بعض اوقات گالی گلوچ بھی دیتے مگر وہ بھی ایسی کہ دنیا والوں سے بالکل الگ یعنی ذو معنی گالیاں ہوتی تھیں۔ مثلاً اللہ تجھے غرق کرے۔ اپنی رحمت میں، اے اللہ اس پر بجلی گرا دے۔ اپنی رحمت کی۔ تراستیاناس نہ ہو۔ خدا کرے تو گلے نہ سڑے۔ مری بددعا ہے کہ تیری دنیا خراب ہو مگر آخرت نہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

سخاوت گھٹی میں پڑی تھی۔ خوب کھلاتے خوب لٹاتے، قرضہ لے لے کر کھلاتے قرضہ لے کر پہناتے۔ اس زمانے میں بیس بیس ہزار دکان دار کے دس دس ہزار دودھ والے کے چالیس چالیس ہزار گوشت والے کے پانچ پانچ چھ ہزار کپڑے

والے کے قرض ہو جاتے۔ جب لوگوں کا تقاضہ ہوتا تو افسردہ ہو جاتے۔ آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہتے۔ اے رب ان دنیا والوں سے مجھے کیوں ذلیل کرا رہا ہے۔ میری عزت رکھ لے۔ کہاں سے لاؤں تو دے تو ہی تو میری جان چھڑائے گا اور جب کسی سے ہدیہ آ جاتا دونوں ہاتھوں سے لٹاتے سب کو حسب مراتب تقسیم کر دیتے۔ بچا کر رکھنے کا معمول نہیں تھا۔

علماء کرام اور نیک مہمانوں کو اپنے ہاتھ سے سالن بنا کر کھلاتے۔ ثمنک کا حلوہ انڈوں کا حلوہ اور تل بوگا بڑے شوق سے پکاتے اور کھلاتے۔ مرغ مسلم کے شوقین تھے۔ زردہ پلاؤ ہر آٹھ دن میں ایک بار پکواتے اور متعلقین میں تقسیم کرتے۔ مکہ مکرمہ سے کھجور سو سو کلو منگواتے خوب بھر بھر کر لٹاتے۔ مخالفین کے یہاں بھی کھانے بھیجواتے مگر کو سنے دے کر برا بھلا کہہ کر، کسی نے ایک بار کہا۔ برا بھلا کہہ کر بھیجواتے ہیں کیا فائدہ؟ کہنے لگے اب تو کیا جانے میں اس لئے برا کہتا ہوں کہ خدا کا غضب نہ ہو۔ بہر حال آنے والے مہمان کی قدردانی کرتے اور وقت پر کھانا کھلاتے۔ اجنبی کے ساتھ نشست برخاست قطعاً ناپسند فرماتے۔ ذکر واذکار اور مجلس کا باقاعدہ اہتمام کیا کرتے تھے۔ ہر معاملہ میں دوام کو پسند فرماتے۔ بدعات سے سخت نفرت کرتے اور اتباعِ سنت کو ہر کام میں ترجیح دیتے۔ قرآن و حدیث کو زندگی کا نصب العین بنائے رکھتے۔

☆☆☆

خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ میں

رہنے والے متوسلین

یوں خانقاہ میں رہنے والوں کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہتی تھی۔ لیکن مستقل رہنے والوں کے نام جو راقم الحروف کے ذہن میں ہیں ان کو قلمبند کر دیا گیا ہے۔

الحاج علاؤ الدین صاحب نیپالی، الحاج رفیق احمد گنگوہی۔ الحاج سید محمد حسن صاحب گنگوہی، بھائی ارشاد احمد صاحب گھڑی ساز سہارنپور، بھائی شوکت صاحب مرحوم تھانہ بھون والے۔ حافظ عبد الحمید صاحب چرتھاؤلی۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب ایڈوکیٹ سہارنپور، صوفی عاشق الٰہی صاحب چرتھاؤلی۔ مولانا مستری شمشیر علی صاحب گلاؤٹھی، مولانا محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاؤلی۔ عمر دین صاحب (عمر دراز صاحب) چرتھاؤلی۔ مقصود احمد صاحب (عرف مقصودہ)، حکیم الدین بڑھا کھیڑہ، فخر الدین صاحب حبیب احمد صاحب دیوبند، مولانا قمر الدین صاحب پاؤٹی، حافظ خورشید عالم صاحب سہارنپوری، پیر جی محبوب حسن صاحب گنگوہی، ان کے علاوہ بھی بہت سے لوگ تھے جو دو چار دن رہ کر جاتے آتے رہتے تھے۔ ان کے نام ذہن میں نہیں رہے۔

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاؤلی

اجان کے خلفاء اور مجازین

اجان کے خلفاء کی صحیح تعداد کسی کو معلوم نہیں کیوں کہ کوئی دفتر ان کے لئے مخصوص نہیں تھا۔ جن لوگوں کے بارے معلوم ہے یا معلومات حاصل ہوسکی ہے ان کے نام درج ذیل ہیں۔

☆ حضرت مولانا بہاؤالدین قاسمی (مہتمم مدرسہ اسلامیہ احمد العلوم خانپور گنگوہ)

☆ حضرت مولانا قمرالدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاوٹی کرانہ مظفرنگر

☆ حضرت مولانا شمشیر علی صاحب (مولانا فرنیچر ہاؤس) گلاوٹھی۔ مقیم دہلی۔

☆ حافظ خورشید عالم صاحب پل بنجاران سہارنپور (مقیم دہلی)

☆ صوفی عاشق الٰہی صاحب چرتھاولی یوپی

☆ مولانا ثمیر احمد صاحب بستی کھیہ (مقیم بمبئی)

☆ مولانا حکیم محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی (مقیم بنگلور)

☆ صوفی محمد رفیع صاحب لدھاوالا مظفرنگر۔ یوپی

☆ الحاج سید سلیم اطہر شاہ صاحب شاہ ولایت سہارنپور

ان کے علاوہ بھی ہندو پاک میں بہت سے خلفاء ہوں گے جن کے متعلق

راقم الحروف کو معلومات نہیں ہے میں تمام متعلقین سے معذرت خواہ ہوں کہ میری ناقص معلومات کی وجہ سے ان کے نام فہرست میں شامل نہیں ہوسکے۔

دوبارہ کتاب کی طباعت ہوئی تو انشاء اللہ مزید اسماء خلفاء ومجازین شامل کئے جائیں گے۔

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

☆☆☆

اجان کے متعلقین

حضرت شیخ الحاج محمد مصطفیٰ کامل رشیدی اعربی عرف اجان صاحب کو چونکہ حضرت گنگوہی سے نسبت تھی، حضرت گنگوہی کے آپ حقیقی پوتے ہوتے ہیں۔ اس لئے بھی اور پھر آپ کی ذات قدس بھی ایسی عظیم صفات کی حامل تھیں کہ جن کی وجہ سے عوام کا ایک بڑا طبقہ آپ سے ارادت اور عقیدت ومحبت رکھتا تھا۔

آپ نہایت رحم دل اور ملنسار انسان تھے۔ دیہات سے آنے والے حضرات آپ کی ایک جھلک دیکھنے کے متمنی رہتے لیکن گنگوہ کے آس پڑوس جتنے دیہات ہیں ان میں اکثر گوجر برادری زیادہ آباد ہے۔ گاؤں کے گاؤں آپ کے ہاتھ پر بیعت تھے۔ گنگوہ اور اسکے اطراف کے گاؤں لکھنوتی اور اسکے آس پاس کے نکوڑ، اور انبیٹھہ کے قرب وجوار کے دیہات کے لوگ آپ سے خاص تعلق رکھتے تھے۔

ادھر تیترو، نانوتہ کے لوگ اور وہاں سے قریب دیہات کے لوگ بھی آپ سے بیعت تھے۔ چرتھاول اس کے آس پاس کے دیہات کے لوگ۔ تقریباً تمام برادریوں کے افراد اجان رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ بنتی کھیڑہ اور شاملی، کاندھلہ، مظفر نگر، جانسٹھ، اور بجنور، دہلی اور پانی پت، کیرانہ میں وافر مقدار میں عوام آپ سے

رجوع تھے۔ لیکن آخیر آخیر میں آپ کے مزاج میں کچھ ایسی سختی آتی گئی کہ بہت کم لوگ آپ سے ملاقات کرپاتے۔ بہت سے لوگ سختی کے ڈر سے آتے ہی نہیں تھے۔ بہت سے لوگ آجاتے دور سے دیکھ کر واپس چلے جاتے۔ ہاں جن لوگوں کو خاص عقیدت تھی وہ ہر حال میں حاضر ہوتے۔ اور کئی کئی دن قیام کرتے اور فیض پاکر واپس ہوتے۔

بمبئی کے حاجی مستان صاحب اسمگلر جو اپنے زمانہ کے مشہور تاجر تھے۔ اور مسرت حسین اسمگلر جو دبئی میں مقیم تھے۔ دلیپ کماران کی اہلیہ سائرہ بانو اور سائرہ بانوں کی والدہ نسیم صاحبہ وغیرہ کا شمار بھی آپ کے عقیدت مندوں میں ہوتا ہے۔

☆☆☆

آئینہ دیکھ لو

قطب ارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی ؒ کا ذکر خیر کرتے ہوئے ایک مرتبہ اجان نے فرمایا کہ میں جھنجانہ گیا ہوا تھا حافظ اللہ دیا صاحب ؒ سے ملاقات کے لئے وہ حضرت میاں جی نور محمد جھنجانوی ؒ کی خانقاہ میں مقیم تھے۔اور حضرت گنگوہی ؒ کی خدمت میں آٹھ سال کی عمر میں اپنے ماموں کے ساتھ حاضر ہوئے تھے۔جب خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ پہونچے تو حضرت آرام فرما رہے تھے یہ اس زمانہ کی بات ہے جب حضرت گنگوہی ؒ بظاہر نابینا ہو گئے تھے۔

آپ کے ماموں نے سلام کیا اور حضرت کے پاؤں دبانے لگے۔

آپ کے ساتھ آپ کے بھانجے اللہ دیا بھی اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے پاؤں دبانے لگے۔حضرت گنگوہی نے دریافت فرمایا یہ کون ہے؟ عرض کیا حضرت میرا بھانجہ اللہ دیا ہے۔ارشاد فرمایا اچھا اللہ دیا ہے تو اللہ نے سب کچھ دیا ہے یہ تو قطب مدار ہے حضرت نے اسی وقت ان کو بیعت فرمالیا اور اجازت خلافت مرحمت فرمادی۔آٹھ سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے معلوم ہوا کہ حافظ اللہ دیا صاحب مادرزاد ولی تھے۔

حافظ اللہ دیا صاحب سے جھنجانے میں ایک مرتبہ اجان ؒ نے دریافت کیا کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا حلیہ مبارک بیان کرو کیسے تھے؟ حافظ صاحب نے فرمایا آئینہ دیکھ لو۔مطلب یہ کہ حضرت الحاج محمد مصطفیٰ کامل رشیدی ؒ اپنے دادا جان حضرت گنگوہی کے ہم شکل یعنی ان کا عکس تھے۔

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

☆☆☆

اجان کا مخالفین سے حسن سلوک

۱۹۵۵ء کے بعد حضرت شیخ الحاج محمد مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابی رحمۃ اللہ علیہ بحکم شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ میں قیام پذیر ہوئے۔ اس وقت خانقاہ بالکل ویران تھی۔ گدھوں اور کتوں کا مسکن تھی۔ غلاظت کے ڈھیر تھے۔ مسجد رشیدیہ اور شیخ عبدالقدوس قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ کے علاوہ باقی تمام مقامات ویران تھے۔ شاہ جی درویش رحمۃ اللہ علیہ کا مزار اور حضرت شیخ الاسلام کی چلہ کشی والا حجرہ۔ شیخ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کا خاص حجرہ اور سینکڑوں بلکہ ہزاروں اولیاء اور فقراء ومساکین کے قیام کرنے کی جگہ (جس کو برآمدہ کہتے) بالکل ویران پڑے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ اب شاید قیامت تک یہ جگہ آباد نہ ہوگی۔ لیکن حضرت شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے خاموشی سے حکم دیا کہ کامل صاحب آپ یہاں بیٹھئے یہ آپ کے آباء واجداد کی اصل وراثت ہے۔ جیسے ہی آپ نے حکم کی تعمیل کی اور خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ کے گوشوں کو صاف ستھرا کر کے بیٹھنا شروع کیا تو ایک طوفان اٹڈ آیا۔ وہی لوگ جو کل تک تبلیغی جماعت میں آپ کے ساتھ چلتے تھے۔ اور جماعت کے بڑے بڑے اجتماعات میں آپ کے بیانات سنتے تھے اور آپ سے مصافحہ کرنا اور آپ کی

دعاؤں میں شامل ہونا اپنے لئے باعث رحمت وبرکت تصور کرتے تھے۔ کٹر مخالفت پر اتر آئے۔ اس میں آپ کے پڑوسی بھی تھے۔ آپ کے رشتہ دار بھی۔ آپ کی برادری اور آپ کے خونی رشتہ دار بھی ان کے دیکھا دیکھی جہال بھی مخالفت پر اتر آئے۔ یہاں تک قتل کی دھمکی دیجانے لگی۔ اور دھمکی آمیز خطوط آنے لگے۔ ان تمام احوال سے گھبرا کر اجان نے شیخ الاسلام کو خط لکھا اور اجازت چاہی کہ یہاں کا قیام ترک کردوں۔ لیکن شیخ الاسلام کا جواب آیا۔ نہیں نہیں۔ آپ یہاں تشریف رکھیں اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت فرمائیں گے! چنانچہ اس کے بعد شیخ الاسلام بار بار کسی نہ کسی بہانے خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ تشریف لاتے رہے۔ اور تسلی وتشفی دیتے رہے۔ اور مزید یہ کہ شیخ الاسلام نے ۱۵۰ خلفاء میں سے تقریباً ۸۰ خلفاء کو اجازت خلافت دینے سے قبل خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ میں اجان کی سرپرستی میں چلہ کشی کے لئے بھیج کر یہ باور کرادیا۔ کہ کامل صاحب مکمل شیخ طریقت ہیں آپ کی نگرانی میں اوراد ووظائف مکمل ہوتے، پھر آپ شیخ الاسلام کے نام خط لکھتے کہ بندہ ان کے حالات سے مطمئن ہے تو حضرت شیخ الاسلام خلافت سے نوازتے۔

راقم الحروف کو اجان نے بتایا کہ آسام یا بنگال سے تیرے نام (ادریس) کے مولانا آئے تھے انہوں نے خانقاہ میں چالیس دن گذارے کھانے پینے کے شوقین تھے۔ ریاضت مجاہدہ برائے نام تھا جب وہ جانے لگے تو اجان نے کہا مولانا آپ کا چلہ ادھورا ہے دوبارہ آنا پڑے گا چنانچہ دیوبند پہونچے شیخ الاسلام نے حالات دریافت فرمائے اور ارشاد فرمایا گنگوہ واپس جاؤ۔ دوبارہ چلہ کشی کرو اور کامل صاحب کی خدمت میں رہو وہ دوبارآئے پھر اجان نے اطمینان کا اظہار فرمایا: وہ دیوبند واپس ہوئے تو خلافت سے نوازے گئے آہستہ آہستہ فتنے سرد ہوتے گئے اور خانقاہ آباد ہوتی چلی گئی۔ چونکہ آپ کو خانقاہ بٹھایا گیا تھا، آپ نے ناگفتہ بہ حالات میں بھی خانقاہ کو نہ

چھوڑا۔ یہاں تک کہ معاشی مشکلات کا دور آیا تو آپ نے بیوی بچوں کو کراچی بھیجدیا تا کہ یہ اپنی بساط اور صلاحیت کے مطابق روٹی روزی کا نظم کر سکیں۔

بحمد اللہ تعالیٰ پھر ایسے بھی حالات آئے کہ آپ نے خانقاہ میں رہ کر اپنے ایک فرزند صہیب کامل رشیدی کی شادی کی اور دلہن کو سونے چاندی کے جوتے پہنائے۔ پاکستان سے آنے والے حضرات کی زبانی معلوم ہوا کہ پھر فتوحات کا دروازہ کھلا تو اپنے اہل وعیال کو بھی خوب نوازا۔ آپ کی ایک مرید بمبئی کی رہنے والی تھیں وہ بیوہ ہوگئیں تو انہوں نے اپنے شوہر کے ایصال ثواب کے لئے اپنے شیخ اجان کی خدمت میں ایک گھر کراچی کے کلنٹن علاقہ میں تھا پیش کیا۔ آپ کے نام کر دیا۔ ۱۹۸۵ء میں اس کی قیمت دو کروڑ روپے تھی پھر اس میں جو اثاثہ تھا وہ اجان کی خدمت میں پیش کر دیا جس میں بے شمار سونے چاندی کے زیورات تھے۔ یہ بات مجھے حاجی رفیق احمد صاحب نے بتائی جو اجان کی خدمت میں آخیر تک رہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مزید فتوحات کے دروازے کھولے تو آپ کے ایک مرید نے عرب شیخ کا ایک محل (جو کراچی میں تھا) خرید کر آپ کے نام رجسٹری کر دیا۔ کہتے ہیں کہ آخر عمر تک وہی محل آپ کی خانقاہ تھی عرب نے آدھی قیمت پر فروخت کیا اور نہایت رعایت سے دیا تو اس کی قیمت 20 کروڑ روپے تھی۔

ہندوستان کی خانقاہ کو آپ نے کبھی چھوڑنے کا ارادہ نہیں کیا لیکن آخیر دور میں پاکستان کے مریدین ومتوسلین کا ایسا تقاضہ ہوا کہ آپ نے مستقل رہائش کراچی میں اختیار کر لی۔ لیکن گنگوہ اور خانقاہ قدوسیہ کو یاد کر کے ہمیشہ اشکبار ہو جاتے۔ کیوں کہ یہاں کے متعلقین اور مریدین سے آپ کا برائے نام بھی رابطہ باقی نہیں رہا تھا۔ بہر حال راقم الحروف ایک مرتبہ اجان کے پاس بیٹھا تھا۔ فرصت کے لمحات تھے۔ اجان کو مخالفین کا زمانہ یاد آگیا تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ پھر اندر گئے اور

حجرے میں سے مخالفین کے خطوط کی گڈی نکال کر لائے۔ اور ایک ایک آدمی کے بارے میں بتایا کہ دیکھو یہ فلاں کی طرف سے دھمکی آمیز خط ہے اور یہ فلاں کی طرف سے میں نے نہایت ادب سے عرض کیا۔ اجان ان سب کو جلا دیں کیوں کہ اب وہ مخالفت رہی اور نہ ہی مخالف رہے۔ آپ ان کو یاد کر کے اور پڑھ کے روتے رہتے ہیں۔ جب یہ نہیں ہوں گے تو ان کو پڑھنے کا بھی موقع نہیں ملے گا۔ اور یاد کر کے جو کوفت ہوتی ہے وہ بھی ختم ہو جائے گی۔ اجان کہنے لگے ابے لونڈے تو نے بڑی اچھی بات کہی۔ اور ایک تشت منگایا تمام خطوط کو جلا دیا۔

لیکن لوگوں نے آپ کو خوب ستایا تھا اور دروازوں پر اینٹ پتھر برسائے تھے۔ دروازے کی زنجیروں اور کنڈیوں کو خوب مار مار کر آپ کی نیند اڑا دی تھی اس لئے وہ وقت آپ کو کبھی کبھی یاد آہی جاتا اس وقت فرماتے (میری طرف اشارہ کر کے) اس کمبخت نے وہ سارے خطوط جلا دیئے۔ لے چل میں نے بھی سارے مخالفین کو اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے معاف کر دیا۔ میں اس وقت ہمت کر کے کہ دیا کرتا اجان پھر ان کو اب یاد نہ کریں۔ تو میری طرف تیز نظر سے دیکھ کر فرماتے او چھوکرے تجھے کیا خبر اس دل پر کیا گذرتی تھی۔ اس زمانے کے بہت سے مخالفین کو بندہ خوب جانتا تھا۔ جن کے نام وغیرہ لکھنا اب کسی بھی طرح سے مناسب نہیں تقریباً سبھی لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوگئے۔ اور اپنا حساب وکتاب پیش کر چکے۔ اللہ تعالیٰ سب کو معاف فرمائے۔ اور سب کی مغفرت فرمائے۔ اجان نے بھی ان کو یہی دعائیں دی تھیں اور راقم الحروف بھی یہی دعائیں دیتا ہے۔

پیر جی محبوب حسن کے والد پیر جی مطلوب حسن صاحب (جو شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے) وہ مہینے دو مہینے میں آتے اور خانقاہ میں قیام کرتے ان کے کھانے پینے کا خاص اہتمام کیا جاتا۔ اجان ان سے کم ملاقات کرتے

اور وہ بھی کبھی کبھی اجان کی مجلس میں حاضر ہوتے۔لیکن کبھی آمنے سامنے نہیں بیٹھے۔ بڑے ذاکر شاغل تھے۔ فجر کی اذان سے قبل مسجد رشیدیہ میں ذکر بالجہر دیر تک کرتے۔نوافل پڑھتے۔اور صبح کے وقت حضرت حکیم نھو میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس کو رونق بخشتے۔ایک مرتبہ میں نے پوچھا اجان یہ عجیب قسم کا مہمان ہے نہ آپ کے پاس بیٹھتا ہے نہ آپ کی بات سنتا ہے نہ کبھی عقیدت اور محبت کا اظہار کرتا ہے۔ اس وقت اجان نے بتایا کہ یہ مخالفین کے سردار تھے۔انہوں نے زبانی تحریری، اور پروپیگنڈے کے ذریعے مجھے بڑی بڑی تکلیفیں پہونچائیں۔خدا کی شان آج ان کیلئے ان کے گھر میں جگہ نہیں ہے یہ یہاں آکر قیام کرتے ہیں میرا دروازہ تو مشائخ کا دروازہ ہے۔ مجھے کسی سے بیر نہیں ہے۔میرا دل قطعاً گوارہ نہیں کرتا کہ میں ان کو طعن دوں یا پرانی باتیں یاد کر کے انکی توہین کروں مجھے ان لوگوں نے ذلیل کرنا چاہا۔

اس رب کریم کا کیسا فضل ہے کہ اس نے مجھے عزت وشوکت کا لباس پہنا دیا۔ان لوگوں نے مجھے در در کا بھکاری بنانا چاہا آج اللہ تعالیٰ نے ان کو در در پھرا دیا یہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔ بہر حال وہ جب تک زندہ رہے خانقاہ میں قیام کرتے رہے لیکن اجان نے کبھی ان کو قیام اور طعام سے منع نہیں کیا۔اور کبھی موقع ہاتھ آگیا تو ان کے ساتھ حسن سلوک بھی کر دیا کرتے تھے۔ایسے بہت سے لوگ ہیں یہاں ان مختصر سے صفحات میں ان کو بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔مجھ سے زیادہ احوال الحاج سید محمد حسن صاحب (جن کو ہم لوگ بھائی محمد حسن کہتے ہیں) جانتے ہیں وہ خانقاہ کے عقب والی گلی سرائے میں رہتے ہیں۔ان سے معلوم کر سکتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اجان کی قبر پرنور کی بارش برسائے۔اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔آمین!

خاکپائے آستانہ قدوسیہ رشیدیہ

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

فرمایا

حضرت قلندرِ زماں رحمۃ اللہ علیہ نے

زبان کا ذکر لَق لَق حلق تک
قلب کا ذکر وسوسہ دھک دھک
روح کا ذکر ذکر ہے باطن تک
باطن میں خاموشی بحرِ توحید تک

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

اقوالِ قلندری یعنی اجان کے اقوال

فرمایا: شریعت گلاب ہے طریقت گلاب کی خوشبو ہے تصوف روح گلاب ہے تصوف ایک آئینہ ہے جس میں صوفی خدا کا دیدار کرتا ہے۔

فرمایا: ایک بار یہ ارشاد فرمایا: شریعت خدا کا قانون ہے شریعت کی جان طریقت ہے طریقت کی روح تصوف ہے!

فرمایا: حرام کھانا بداعمال کی بنیاد ہے اور حلال کھانا نیک اعمال کی بنیاد ہے۔

فرمایا: جس نے ترک کیا حرام کو جہنم اس پر حرام ہوئی جس نے اختیار کیا حلال کو جنت اس پر حلال ہوئی جو بے نیاز ہوا حلال سے دنیا و آخرت سے اس کو خدا ملا۔

فرمایا: جس نے بھروسہ کیا اللہ رب العزت پر اس نے مضبوط کڑا تھام لیا۔

فرمایا: دین مانگو خدا سے کہ ساتھ میں دنیا بھی ملے گی اور جس نے مانگی دنیا خدا سے، گویا بے ادبی کی۔

فرمایا: خدا سے دنیا و آخرت کی عافیت طلب کرو، اسکے پس پشت سب کچھ ہے۔

فرمایا: جس نے مخالفت کی اہل اللہ کی اس نے تباہی کو مول لے لیا۔

فرمایا: تمام بہشتی روحیں چاہ زمزم پہ موجود رہتی ہیں روشن ضمیر خوب جانتے ہیں۔ (واللہ اعلم)

فرمایا: پانی پینے سے اگر مضرات پہونچنے کا اندیشہ ہو تو یہ کہہ کر پانی پیئے۔ اے پانی تجھے زمزم کا پانی سلام کہتا ہے، مضرات نہ پہونچے گی۔ (واللہ اعلم)

فرمایا: کوئی نیک عمل نہ کرو لیکن تقوی کو اختیار کرو کوئی اچھا عمل نہ کرو لیکن سنت کو اختیار کرو کوئی صالح عمل نہ کرو لیکن گناہ سے بچو۔

فرمایا: جس طرف رب ادھر سب، جس کا رب نہیں اس کا کوئی نہیں۔

فرمایا: قلندر بے دھڑک ہوتا ہے اس کے مرید اور معتقد بھی کم ہوتے ہیں۔

فرمایا: سب دکھوں کا تاج پیار کا دکھ ہے، سب سکھوں کا شاہ پیار کا سکھ ہے۔

فرمایا: پیار میں خاموشی ہے اور عشق میں آہ و بکاہ ہے۔

فرمایا: پیارے رب کو کوئی حاجت نہیں کسی کی عبادت کی وہ سب کا آقا ہے بس آقا کے سامنے سب کو عاجز ہی ہونا چاہئے اور یہی غلام کا فرض اور شرافت بھی ہے۔

فرمایا: وحی کا آنا بند ہو چکا ہے الہام کا دروازہ کھلا ہوا ہے یہ دروازہ قیامت تک کھلا رہے گا۔

فرمایا: دل میں کسی بھی قسم کا تعصب رکھنا بربادی کی سب سے بڑی علامت ہے۔

فرمایا: جس نے ولایت کا انکار کیا گویا نبوت کا انکار کیا۔ کیونکہ ولایت نبوت کا عکس ہے۔ فرمایا: جس نے کرامت کا انکار کیا گویا معجزے کا انکار کیا۔ کیونکہ کرامت معجزہ کا عکس ہے۔

فرمایا: جو پیر و مرشد کی چیز کو بغیر اجازت استعمال کرتا ہے وہ زندگی بھر کی برکتوں سے محروم ہو جاتا ہے۔

فرمایا: جس نے بے ادبی سے پیر کی خدمت کی وہ یہودی یا نصرانی ہو کر مرتا ہے۔

فرمایا: علم کا تقاضہ ادب ہے اور ادب علم کا اصل مقصد ہے۔

فرمایا: علم و ادب آدمی کو حسین بنا دیتا ہے (خواہ بدصورت ہی کیوں نہ ہو)

فرمایا: ظاہری علم گویا ایک جسم ہے اور باطنی علم گویا ایک نور ہے۔ خوشبو ہے روح ہے۔ فرمایا: ظاہری علم ظاہر کو سجاتا ہے قلبی علم قلب کو اور روحی علم روح کو سجاتا ہے باطن سراپا سجا ہوا ہے سراپا حسین ہے۔

فرمایا: شریعت کا آخر طریقت کا آغاز ہے، طریقت کا آخیر فنافی اللہ ہے۔

فرمایا: ادب معرفت سکھلاتا ہے اور معرفت کی گہرائی میں پہونچاتا ہے یعنی ادب خدا کے نہایت قریب کرتا ہے۔

فرمایا: عاشق دنیا مردود ہیں، عاشق جنت مزدور ہیں عاشق خدا مسرور ہیں نور علی نور ہیں۔

فرمایا: غافل ہے خدا سے ہر وہ شخص جو موت سے غافل ہے۔

فرمایا: نیکی کرنا آسان ہے لیکن نیکی کی حفاظت بہت مشکل ہے۔

فرمایا: مردان خدا جنت یا دوزخ کا خیال بھی دل میں لائیں گویا انہوں نے بڑا گناہ کیا۔ فرمایا: علم کا نور مومن کی فراست ہے۔

فرمایا: عارف ہی منافق کے منھ پر ہنستا ہے معلومات کے باوجود بھولا بنا رہتا ہے خدا کے حکم سے۔ فرمایا: ہر صوفی فقیہ ہوتا ہے ہر عالم فقیہ نہیں ہوتا۔

فرمایا: حق تعالیٰ نے جس طرح اٹھارہ ہزار مخلوق پیدا فرمائی اسی طرح اٹھارہ ہزار عالم پیدا فرمائے۔

فرمایا: اس زمین کے نیچے ایک سونے کی دنیا ہے جس میں فرشتے آباد ہیں۔

فرمایا: جو مرید پیر کی صحبت میں رہ کر دوسری آرزو رکھتا ہو اس کو مفاد نہیں بلکہ نقصان ہوتا ہے۔

فرمایا: دل خدا کا عرش ہے اس میں غیر اللہ کو مت بساؤ برباد ہے وہ دل جس میں خدا نہیں۔ فرمایا: محدث اس کو کہتے ہیں جس پر الہامی وارادت ہوتی ہیں۔

فرمایا: ہزار علماء میں ایک عارف ہوتا ہے اور ہزار عارفوں میں ایک فقیہ ہوتا ہے۔ فرمایا: ہزار عارفین میں صرف ایک بولنے والا ہوتا ہے باقی سب گونگے ہوتے ہیں۔ فرمایا: عالم الغیب خدا ہے جو مل گیا اس سے وہ بھی عالم الغیب ہے اس قدر کہ جس قدر خدا اس پر افشاں فرمائے۔

فرمایا: ادب ایسا حسین لباس اور زیور ہے کہ جو اس کو پہنتا ہے وہ بھی حسین ہو جاتا ہے۔

فرمایا: جس کو جو ملا ادب سے ملا۔ بغیر ادب کسی کو کچھ نہیں ملا۔

فرمایا: ہر برائی اعمال کو پامال کرتی ہے۔

فرمایا: طالب دنیا مردود طالب عقبیٰ مسرور طالب خدا نور در نور مہا نور ہے۔

فرمایا: رب سے ڈرو مت۔ رب سے محبت کرو۔ محبت کی بڑی قیمت ہے۔

فرمایا: اہل محبت سے حساب کتاب نہیں۔

فرمایا: اہل شریعت سے شریعت کے مطابق اور اہل طریقت سے طریقت کے مطابق حساب ہوگا۔ فرمایا: تمام دنیا اور اہل دنیا کی عبادت رائی کے دانے کے برابر محبت کا مقابلہ نہیں کرسکتی محبت کہیں زیادہ ہے۔

فرمایا: اٹھارہ ہزار عالم اور اٹھارہ ہزار مخلوق میں ایک فرد ہوتا ہے وہ فرد خدا کا خاص الخاص ہوتا ہے اس مقام پر مرد کو داخلے کی اجازت نہیں، نامرد کا تو کہنا ہی بیکار ہے۔

فرمایا: زمانہ خود خدا ہے زمانہ میرے ساتھ ہے میں زمانے کے ساتھ نہیں۔

فرمایا: میرے اندر جلال ہے باہر جمال ہے دائیں کمال ہے بائیں وبال ہے، نیچے جنجال ہے اوپر محال ہے۔

فرمایا: اگر تو چاہے کہ ہر کوئی تجھے ذلیل سمجھے تو ہر شخص پر اعتراض کر۔

فرمایا: اگر تو چاہے کہ میں تباہ ہو جاؤں تو تکبر غرور کو اختیار کر۔

فرمایا: اگر تو چاہے کہ ہر شخص تجھے عزت کی نظر سے دیکھے تو خوش اخلاقی کو اختیار کر۔ فرمایا: عالم بننا آسان، عابد بننا آسان، زاہد بننا آسان لیکن خدا کی دوستی کا حصول نہایت مشکل در مشکل ہے۔

فرمایا: دَرویش اس کو کہتے ہیں جو در در کا بھکاری ہوتا ہے۔

فرمایا: دُرویش اس کو کہتے ہیں جو خدا وحدہ لاشریک کی محبت کا گوہر اپنے اندر بسائے اور چھپائے پھرتا ہو۔

فرمایا: کہتے ہیں کہ پل صراط بال سے باریک اور تلوار سے تیز ہوگا۔ گویا پل صراط کا مجسمہ بظاہر کوئی نہیں بلکہ پل صراط اپنا ایمان ہے بس جس کا ایمان سلامت ہوگا وہ سلامتی کے ساتھ بہشت میں داخل ہو جائے گا اور جس کا ایمان سلامت نہیں ہوگا وہ تیزی سے جہنم میں گر جائے گا کیونکہ اس کے لئے راہ مضبوط نہ ہوگی۔

فرمایا: حق تعالیٰ اگر ڈالے دوزخ میں مجھے واللہ ایسی آہ وبکا کروں اپنے رب سے کہ دوزخ کی آگ بھی سرد ہو جائے۔

فرمایا: نہ میں طالب ہوں جنت کا نہ ہی رہوں گا جنت میں اور نہ ہی میں ڈرتا ہوں دوزخ سے اور نہ رہوں گا دوزخ میں۔ میں رہوں گا اپنے پیارے رب کے خاص رحمت کے سائے میں۔

فرمایا: راہ احسان کی کوئی حد نہیں مگر خود خداوند قدوس ہے۔ فرمایا: خوب صورت خوب سیرت ہوتا ہے اگرچہ ماحول اس کو ماحول بگاڑ دے لیکن جب اس کو ماحول اچھا ملے گا تو یکلخت وہ اپنی خوب سیرتی پر لوٹ جائے گا۔

فرمایا: بدصورت، بدسیرت ہوگا اگرچہ اس کا ماحول عمدہ ہو لیکن جب وہ اپنی شرست پر آئے گا یکلخت بدسیرتی پر لوٹ جائے گا۔

فرمایا: انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام حق تعالیٰ کے خزانہ ہیں۔

فرمایا: دشمن کیساتھ صاف دلی سے پیش آنا خندہ پیشانی سے پیش آنا خدا کی بڑی عنایت فرمودہ دولت ہے۔

فرمایا: معرفت، تصوف، فقیری قرآن کی روح ہے۔

فرمایا: دنیا ایک حسین عورت ہے مرد کو اپنے پھندوں میں پھنسا کر ہلاک کر دیتی ہے۔

فرمایا: آدمی کا سب سے بڑا دشمن نفس ہے دوسرا شیطان ہے تیسرا دنیا ہے۔

فرمایا: جمائی آتے وقت دل سے یہ تصور کرے کہ انبیاء علیہم السلام کو جمائی نہیں آتی تھی۔ جمائی نہیں آئے گی یعنی رک جائے گی۔

فرمایا: جب تک اپنے پیٹ کو دنیوی آلائش سے پاک وصاف نہ کرے گا۔ اس وقت تک آسمانی حالات کا آشکارہ ہونا ناممکنات میں سے ہے۔

جب تک کہ عالم باعمل کا تقویٰ ظاہری جسم سے گذر کر دل میں داخل نہ ہو جائے یعنی اس کو ورع حاصل نہ ہو جائے یعنی ظاہری اعضاء کے ساتھ ساتھ اس کا دل بھی تقویٰ کرے اسی کو ورع کہتے ہیں۔

فرمایا: کسی سے معلوم کیا جائے کہ آپ کیا کر رہے ہو؟ وہ جواب دے ''کچھ نہیں'' فلاں کام کر رہا ہوں، یہ کہنا کچھ نہیں، بھی خفی جھوٹ ہے اس سے پرہیز کرو۔

فرمایا: میں اپنا ہی پیر ہوں اپنا ہی مرید کوئی کیا جانے۔

فرمایا: در چمن مرغ بسمل خندہ است۔ فرمایا: بر سر شاخ گل بلبل خندہ است۔

فرمایا: وفا دین کا زبردست شعار ہے۔ فرمایا: کر کے کھانا آسان بے کئے کھانا بہت مشکل ہے۔ فرمایا: اولیاء خوب ہیں، حق تعالیٰ خوب تر ہے جو اس سے مل گیا وہ بھی تر بتر ہے۔ فرمایا: ولی کنجوس نہیں ہوتا۔ ولی سخی ہوتا ہے، سخی ولی ہوتا ہے۔ خواہ اس کا دل روشن ہو یا نہ ہو۔

فرمایا: حق تعالیٰ کی صفات میں غور کر تفکر کر لیکن اس کی ذات میں غور و تفکر مت کر کہ نیست کر دیا جاتا ہے۔

فرمایا: ذات میں غور و تفکر کرنے والا قلندر ہوتا ہے اس کو سزا ملتی ہے مگر جزاء کے ساتھ۔ فرمایا: قلندر آزاد کردہ بندہ ہوتا ہے اس کے وصال کے بعد ۳ یا ۴ دن کے اندر اندر حق تعالیٰ جسے چاہتا ہے خلیفہ بناتا ہے جو اس کی جگہ پر کام کرتا ہے۔

فرمایا: قلندر کے بارہ اجسام ہوتے ہیں وہ بارہ ملکوں پر حاوی ہوتا ہے جن میں ایک جسم شرع کے مطابق ہوتا ہے باقی اجسام مختلف وضع قطع میں ہوتے ہیں۔

فرمایا: میں خود سے کوئی کام نہیں کرتا جو جس کی طرف سے اشارہ پاتا ہوں کرتا ہوں۔

فرمایا: خدا کا دوست خوبصورت ہوتا ہے اگر کوئی بدصورت بھی ہوتا ہے تو اس کو ایمان و یقین علم و معرفت و طریقت کے انوار سے منور کر دیا جاتا ہے۔ پھر وہ حسین ہو جاتا ہے دنیا والے اسکے چہرے سے خوب صورتی حسن ٹپکتا دیکھتے ہیں۔

فرمایا: خبردار نماز کا انکار مت کرنا ورنہ کافر ہو جاؤ گے۔

فرمایا: خبردار نماز پر بھروسہ مت کرنا کہ مشرک ہو جاؤ گے۔

فرمایا: حق تعالیٰ جب کسی کیلئے فلاح چاہتا ہے اس کو عقل سلیم عطا فرماتا ہے۔

فرمایا: دنیا میں سب سے زیادہ فتنہ انگیز سب سے زیادہ چالاک ہوشیار، چوکنا، غفلت سے دور اپنی ہر حال میں ہر وقت حفاظت کرنے والی شے صرف زبان ہے۔

فرمایا: اسلام تمام مذاہب کا سردار ہے اور تمام مذاہب اسلام کی ذرّیات ہیں۔

فرمایا: حلال کماؤ کھاؤ، سچ بولو، کسی کو مت ستاؤ کہ تینوں کے پیچھے تمام نیک اعمال ہیں یعنی ان تینوں میں پورا مذہب اسلام پوشیدہ ہے۔

☆☆☆

خانقاہ

خانقاہ کو آج بے عملوں کا مسکن سمجھا جاتا ہے، مگر خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ نے خیر المجالس (۲۳۸) میں فرمایا کہ یہ دو لفظوں سے مرکب ہے، ''خان'' تو وہی ہے جو فارسی میں خانہ ہے، اور ''قاہ'' عربی زبان میں علم اور عبادت کو کہتے ہیں، گویا خانقاہ کے لفظی معنی ہے ''عبادت گاہ'' یا ''عمل کرنے کی جگہ''۔

سلوک کی تعلیم اس لئے ضروری ہے کہ درویشی کا مقصد ''اخلاق اللہ'' پیدا کرنا ہے اور اخلاق اللہ کسب سے حاصل ہوتا ہے یا صحبت اہل دل سے، خانقاہ میں رہ کر تکمیل سلوک کا جواز حضرت چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت سے پیش کرتے ہیں: ''یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ'' (انوارِ طریقت ص ۶۲)

مؤلف: محمد ادریس حبان رحیمی

خانقاہی نظام کو

مسالک کے اثرات سے الگ رکھا جائے

تصوف کو اصطلاحِ قرآنی میں ''تصدیق بالقلب'' کہا گیا ہے، اس کا بنیادی مقصد معاشرے کے اندر روحانی آسودگی کی فراہمی، عوام وخواص کیلئے اطمنانِ قلب، ظاہری وباطنی گناہوں سے محفوظ رہنے کیلئے (تاکہ متوازی وصحیح اسلامی معاشرے کا قیام ممکن ہوسکے) تزکیہ وتصفیۂ قلب اور تجلید روح کا حصول ممکن ہوسکے اور ہم جو اقرار کرتے ہیں ہمیں اس اقرار کی تصدیق نصیب ہوسکے، واضح رہے کہ اقرار کا تعلق باطن سے ہے یعنی قلب سے ہے، ایک اصطلاح میں تصدیق قلب کو ''حق الیقین'' بھی کہتے ہیں جو کہ ایقان کا کامل ترین مرتبہ ہے (علم الیقین کا تعلق صرف جاننے سے ہے اور عین الیقین کا تعلق صرف دیکھنے سے ہے جبکہ حق الیقین پہچاننے سے ہے یعنی اس کا اوّل وآخر مشاہدہ ہی ہے) کلمۂ توحید قائم صرف پڑھنے پڑھانے سے نہیں ہوتا بلکہ مومن کو اس کا نفاذ اپنے دل پر کرنا پڑتا ہے۔

خرد نے کہہ بھی دیا ''لا الہ'' تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ نہیں

قلب کی تعلیمات واعمال کو روحانیت یا تصوف کہا جاتا ہے، اسے رسول کریم ﷺ نے اپنی زبان گوہر فشاں سے ''فقر'' فرمایا ہے (فقر میرا فقر ہے اور فقر مجھ سے ہے) شرحِ فقر کرتے ہوئے اقبال رحمۃ اللہ علیہ اسے حقیقت دین قرار دیتے ہیں۔

لفظ اسلام سے یورپ کو اگر کد ہے تو خیر
دوسرا نام اسی دین کا ہے فقر غیور

گویا جو شخص اپنی محنت وکرمِ خداوندی سے وہ نورِ فقر یا فقر محمدی ﷺ حاصل کر لیتا ہے اسے فقیر کہتے ہیں، جب فقر کامل ہوجاتا ہے تو اس کا دل زندہ ہوجاتا ہے اور انوار الٰہیہ کا مرکز بن جاتا ہے اور جہاں انوارِ ذات کا بسیرا ہو وہاں بقا ہی بقا ہوتی ہے، جسم پر تو موت لاحق ہوجاتی ہے مگر ان کے دل زندہ رہتے ہیں اور انہوں نے زندگی کے چند ایام میں جو کچھ کمایا ہوتا ہے اس کا فیض حاصل کرنے والوں کے لئے قیامت تک جاری رہتا ہے، ان کی مرقد کو اصطلاحاً خانقاہ کہتے ہیں، خانقاہ اس دنیا میں بسنے والوں کیلئے ایک دعوتِ عمل ہے، پیغام کردار ہے، اگر خانقاہی نظام کے باطنی پہلو دیکھے جائیں تو شاید صرف اسی لفظ باطن پر ہی صوفیائے کرام نے ہزارہا دفتر رقم فرمادئے، اگر خانقاہی نظام کا معاشرتی تجزیہ کیا جائے تو خلافت راشدہ کے انہدام کے بعد جب ناعاقبت اندیشوں نے اسلام کو فرقہ بندی کا شکار کیا تو صرف ایک ادارہ بچ گیا جو اس فرقہ بندی کی شدت کا شکار نہ ہوا یا اس کی زد میں نہ آیا اور وہ ادارہ ''خانقاہ'' تھی، چونکہ صاحبانِ خانقاہ کے سینہ فقر محمدی ﷺ سے روشن تھے اور خود رسولِ کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ سے یہ ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے اس مرضِ لادوا (فرقہ واریت) کو سختی سے ناپسند فرمایا اور جن کے سینے آقائے کریم ﷺ کے سینہ کے نور سے منور تھے ظاہر ہے انہوں نے بھی اس سے اجتناب کیا اور شرک ورسوماتِ شرک کو سختی سے رد کیا، مستی، احوال اور مستی گفتار دونوں کو الگ الگ حیثیت میں تو

ضعیف قرار دیا لیکن دونوں کو یکجا کر کے اسکے امتزاج کو حقیقی کردار کے طور پر سراہا، کچھ عرصہ تک تو خانقاہ اپنی اصلی صورت میں برقرار رہی مگر بعد میں اس عظیم الشان ادارہ کے اندر بھی خرابی شروع ہوگئی، وہ خرابی پیدا کرنے والے کوئی اغیار نہیں تھے بلکہ انہی بزرگوں کی اولادیں تھیں جنہوں نے اس نظام کا بیڑا غرق کر دیا جس طرح علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنے خطبہ ''علم اور مذہبی مشاہدہ'' میں فرماتے ہیں۔

بے شک صحیح قسم کے سلسلہ ہائے تصوف نے ہم مسلمانوں میں مذہبی احوال وواردات کی تشکیل اور رہنمائی میں بڑی قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں لیکن آگے چل کر ان کی نمائندگی جن کے حصہ میں آئی وہ عصر حاضر کے ذہن سے بالکل بے خبر ہیں اور اسی لئے موجودہ دنیا کے افکار و تجربات سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکے۔

ایک بات کی وضاحت یہاں ضروری ہے کہ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے مگر وہ علم جس کی بنیاد محبت پہ ہو نہ کہ نفرت، فساد اور فرقہ بندی پہ۔ جب وہ علم حاصل کرنے نکلے تو حادثہ یہ ہوا کہ ایک طرف تو وہ اسلاف سے بھاگ کر جا رہے تھے کہ ان سے بہتر علم لے لیں مگر جب آگے پہنچے تو دنیا میں کہیں بھی مسلمانوں کی درسگاہ نہیں تھی، کوئی درسگاہ سنیوں کی، کوئی شیعہ کی تھی، کوئی دیوبند کی تھی اور کوئی اہل حدیث کی، سب مسالک اور فرقوں کی درسگاہیں تھیں خالصتاً اسلام کی بنیاد پہ (فرقوں سے ماوریٰ) کوئی درسگاہ بھی نہیں تھی، ظاہر ہے ان کو جس مسلک کی درسگاہ میں قدم رکھنا تھا اس مسلک کی چھاپ ان پہ لگ جاتی تھی اور یہی ہوا، اب عالم ہونے کے ساتھ ساتھ وہ حضرات پیر بھی تھے چونکہ پیر کی اولاد تھے۔

ملی ہے انہیں میراث میں مسند ارشاد
سکھا دئے ہیں اسے شیوہ ہائے خانقہی
فقیہ شہر کو صوفی نے کر دیا ہے خراب

جس طرح حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں۔

پڑھ پڑھ علم مشائخ سداون کرن عبادت دوہری ہو
اندروں جھگی پیئی لٹیوے تن من خبر نہ موری ہو

شاید کچھ قارئین کو یہ بات ناگوار گزرے کہ اکثر دربار مدارس و درسگاہیں ایسی قائم ہو چکی ہیں جن کی بنیاد فقر و معرفت نہیں بلکہ صرف ''نحو'' اور ''منطق'' ہے بلکہ جہاں صرف علم ہو وہاں درسگاہ تو بن جاتی ہے خانقاہ نہیں بن سکتی، کیوں کہ خانقاہ تو ہے ہی وہ جس کے پاؤں کسی مسلک کی زنجیر سے جکڑے ہوئے نہ ہوں، جس کے دامن پہ کسی فرقہ کے شب خون کے داغ نہ ہوں، جس کے گلے میں مسلمانوں میں تقسیم اور پھوٹ ڈالنے کا طوق نہ ہو، جس کے ہاتھوں میں مسلمانوں میں تفریق ڈال کر ہانکنے، اور اپنے مفاد نکالنے کی چھڑی نہ ہو، کیوں کہ اگر خانقاہ کا بنیادی ڈھانچہ دیکھیں جس طرح اس کی تشکیل ہوئی اس میں نہ کوئی تقسیم ہے اور نہ کوئی تفریق، اصل خانقاہ کو اگر دیکھیں تو وہ تین حصوں پر مشتمل ہوتی تھی اور وہ تینوں حصے اس زہر وجاں برد (تقسیم و تفریق) سے بالکل پاک تھے، (۱) طعام گاہ، (۲) قیام گاہ، (۳) کلام گاہ۔

طعام گاہ

ہر خانقاہ پر عوام وخواص کیلئے لنگر کا اہتمام کیا جاتا تھا جہاں سے لوگ بلا تفریق کھانا پینا مفت حاصل کرتے تھے، اس میں یہ کوئی قید نہیں تھی کہ وہ کس مذہب یا کس مسلک سے تعلق رکھتا ہے، سب ہی ایک صف میں بیٹھ کر لنگر حاصل کرتے، اس کا زندہ مشاہدہ آج بھی ہر خانقاہ پر دیکھنے کو ملتا ہے بالخصوص ہندوستان کے اندر جہاں مخلوط معاشرہ ہے، حضرت نظام الدین اولیاء، حضرت عبدالعزیز دہلوی، حضرت

معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ یا کسی بھی صوفی وعارف کی خانقاہ پہ عموماً عرس کی تقریبات میں خصوصاً جتنا ہجوم مسلمانوں کا ہوتا ہے اس سے بڑھ کر غیر مسلموں کا ہوتا ہے، اب تو دنیا نے بڑی ترقی کرلی ہے جگہ جگہ ہوٹل اور ریستوران بن گئے ہیں، ورنہ پہلے قافلے جب چلتے تھے تو وہ اپنے راستے کا تعین اس طرح کرتے تھے کہ ہمارا اتنے دن کا سفر ہے اور راستے میں ہمیں فلاں فلاں جگہ پہ خانقاہ پڑتی ہے اس لئے اتنے اوقات کے طعام کا بندوبست ہمارا ان خانقاہوں سے ہوجائے گا۔

قیام گاہ

لنگر خانہ کی طرح ہر خانقاہ پہ مسافر خانے تعمیر کئے جاتے تا کہ زائرین ومسافرین کے قیام ورہائش کا انتظام ہو، وہ بھی بالکل لنگر کی طرح اپنے پرائے کی تفریق کے بغیر عوام وخواص کیلئے بالکل مفت تھا، اسلئے کہ قافلے کہیں بھی جائیں خانقاہوں کی پناہ ڈھونڈتے تھے کہ مفت اور مناسب قیام مل جائے گا، بنیادی طور پر اگر دیکھا جائے تو درجِ بالا ہر دو انتظام اس وقت کا ایک منظّم تنظیم کے مترادف تھے جو تنظیم اپنی خوبیوں کی بنا پر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتی تھی اور لوگ اس حسن کردار، حسن اخلاق اور حسن انتظام سے متاثر ہوکر کھنچے چلے آتے تھے، یہ کہنے میں ذرّا بھر بھی مغالطہ نہ ہوگا کہ دورِ حاضر کی فلاحی تنظیمیں (این جی او) خانقاہی نظام سے ماخوذ ہیں۔

کلام گاہ

جب لوگ وہاں پر آتے تو پھر وہ تیسرا حصہ (کلام گاہ) اپنا تحرک دکھاتا، اور غیر مسلموں کو بصیرت وکلام سے مسلمان مسلمانوں کو، مومن مومنوں کو، عارف عارفوں کو، معارف بتاتا، خانقاہی نظام کی سب سے بڑی مثال اگر لی جائے تو وہ رسولِ اکرم ﷺ کا دورِ مبارک ہے کہ آپ ﷺ نے بلا امتیاز غلام وسردار ہر کسی کو

اپنی نظرِ عنایت سے نوازا، اگر اس وقت ایک معیار رکھ دیا جاتا کہ نہیں صرف مسلمان ہی بارگاہِ مصطفیٰ ﷺ کی حضوری سے فیضیاب ہوسکتا ہے تو پھر کتنے لوگ ہوتے جو جانثارِ نبی ﷺ بنتے، اسلئے صاحبانِ خانقاہ سے یہ گزارش ہے کہ اپنی بنیاد فرقوں کی تاویلات سے اخذ کئے گئے علم پہ نہ رکھیں بلکہ اس کی بنیاد اس فقرِ محمدی ﷺ پہ رکھیں جو تمام فرقوں اور تفریقوں سے منع کرتا ہے، خدا کی مخلوق کو خدا کا کنبہ قرار دیتا ہے، اور اب دنیا کو جس آسودگی کی ضرورت ہے اس کے مہیا کرنے کا بندوبست کریں، عرس کی تقریبات کو وصولیٔ نذرانہ کی رسم کے بجائے یومِ تجدیدِ عہد پیغامِ اسلاف کے طور پر منائیں اور خلفاء کو طریقۂ ہائے ''اگاڑی'' کے بجائے رسمِ شبیری کا درس دیں۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری

میری ناچیز رائے میں اب مشائخ کو گوشہ نشینی کے بجائے عملی تحریک کا بیڑہ اٹھانا ہوگا، جس طرح اقبال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گئے وہ ایام اب زمانہ نہیں ہے صحرانوردیوں کا
جہاں میں مانند شمع سوزاں میانِ محفل گداز ہوجا

عوام کو بھی بیداری کے ناخن لینے چاہئیں کہ خانقاہ ہے کیا اور بنیادی نظام اور انتظام ہے کیا؟ کیوں کہ یہ سب کچھ سمجھے بغیر کئی سادہ لوح لوگ اپنے ایمان وایقان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ (انوارِ طریقت صفحہ ۱۶۳ تا ۱۶۸)

یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ خانقاہ اصحاب صفہ کی جدید نقل ہے، ہندوستان میں بے شمار خانقاہیں موجود ہیں، بس ان میں اصحاب رسول اکرم ﷺ جیسے جذبات کو جگانے کی ضرورت ہے تا کہ مسلم وغیر مسلم خانقاہی نظام سے فیضیاب ہوکر رجوع الی اللہ کی سعادت حاصل کرسکیں۔

(محمد ادریس حبان رحیمی)

پیر طریقت حضرت الحاج

مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابیؒ

نبیرہ حضرت گنگوہیؒ خلیفہ ومجاز شیخ الاسلامؒ

مولانا محمد ادریس حبان رحیمی رشیدی خانقاہ رحیمی دار العلوم محمدیہ بنگلور کرناٹک

حضرت شیخ عبد القدوس قطب عالم گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ دسویں صدی ہجری کے معروف ومشہور اولیاء اللہ میں سے ہیں شیخ عبد القدوسؒ اپنے زمانہ کے مقبول اور ہر دل عزیز بزرگ تھے۔ سادگی آپ کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی۔ دنیا اور دنیا کی چیزوں سے بیزار رہتے تھے۔ ایک مرتبہ گھر میں تشریف لائے اور بیوی سے فرمایا مجھے تو گھر میں سے دنیا کی بو آرہی ہے بیوی نے کہا گھر میں کیا رکھا ہے؟ دیکھ لو۔ آپ بار بار یہی فرماتے رہے، بیوی نے غصہ میں کہا لو یہ چند سیر ''جو'' میں نے چھپا کر رکھے تھے کہ بچوں کو بھوک میں پریشانی نہ ہو۔ آپ نے وہ جَو لئے اور خیرات کردئے۔

آپ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ بیٹے عطا فرمائے اور پانچوں بحمد للہ تعالیٰ اپنے وقت کے قطب ہیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے فنا فی اللہ کا درجہ عطا فرمایا تھا۔

ایک بار سردی کے سخت موسم میں آپ نماز میں مشغول تھے، آپ کے خلیفہ ومجاز

حضرت مولانا جلال الدین تھانیسری نے آگ کی انگیٹھی لاکر پیچھے رکھدی، تاکہ حضرت کو سردی نہ لگے قطب عالم نے نماز کا سلام پھیر کر ارشاد فرمایا جلال الدین آج نماز میں مزہ نہیں آیا، پھر پیچھے مڑ کر دیکھا تو فرمایا اوہو، یہ انگیٹھی کیوں رکھدی اس کی وجہ سے نماز کا خشوع جاتا رہا۔

جس رات میں شیخ عبد القدوس قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا اس رات میں حضرت نے ہر دو رکعت نفل تازہ وضو سے ادا فرمائی۔ جلال الدین تھانیسری فرماتے ہیں کہ اس رات میں ستر بار وضو فرمایا، انتقال سے تھوڑی دیر قبل حاضرین میں سے کسی نے عرض کیا۔ حضرت کباب کی یعنی گوشت کے جلنے کی بو آرہی ہے۔ ارشاد فرمایا عبد القدوس کا دل عشق خداوندی میں جل کر کباب ہو چکا ہے۔ اور کچھ دیر بعد وصال فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی نسلوں میں بڑے بڑے اولیاء پیدا فرمائے۔ آپ کے نبیرہ شیخ ابوسعید بھی ہوئے ہیں جنکا مزار خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ کے باہر بنا ہوا ہے اس پر گنبد نہیں ہے۔ مشائخ فرماتے ہیں جب بھی آپ کے مزار پر قبہ بنایا گیا خود بخود گر گیا اس لئے ابوسعیدؒ کے مزار پر گنبد نہیں ہے۔

جس زمانہ میں راقم الحروف (محمد ادریس حبان رحیمی) گنگوہ میں مقیم تھا، اس وقت یہ بات مشہور تھی کہ غیر مسلم اپنی میت شاہ ابوسعید کی درگاہ کے سامنے سے نہیں لیجاتے، اس لئے کہ آپ کی درگاہ کے سامنے سے غیر مسلم کی میت اگر گذر جاتی ہے تو اس میں آگ نہیں لگتی واللہ اعلم (کیوں کہ غیر مسلم اپنی میت کو جلاتے ہیں)

آج سے ٹھیک 189 سال قبل ۱۲۴۴ھ میں 6 ذی قعدہ بروز پیر کو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ قصبہ گنگوہ محلّہ سرائے متصل خانقاہ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ میں پیدا ہوئے۔ آپ والدہ کی طرف سے عبد القدوسؒ گنگوہی کی اولاد میں سے ہیں۔

حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ عبدالغنی مجددی المتوفی ۱۲۹۶ھ سے علم حدیث حاصل کیا اور حضرت گنگوہیؒ کو مولانا قاسم نانوتویؒ کے وصال کے بعد دارالعلوم دیوبند کا سرپرست بنایا گیا۔

حضرت گنگوہیؒ کو بطلِ حریت حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت ورشاد اور خلافت کا شرف حاصل ہے۔ حضرت گنگوہیؒ حضرت حاجی صاحب کے حکم سے خانقاہ قدوسیہ میں مسند پر تشریف فرما ہوئے، اس وقت شیخ کی خانقاہ بالکل ویران ہو چکی تھی۔ دھوبیوں نے اصطبل بنالئے تھے۔ حضرت گنگوہیؒ نے اپنے ہاتھوں سے خانقاہ کو صاف کر کے از سر نو آباد کیا۔ پھر اپنے خرچ سے سہ دری کی تعمیر کرائی گویا خانقاہ پھر سے تین سو سال بعد آباد ہوگئی۔

حضرت گنگوہی فقہ وحدیث کے امام تھے یہی وجہ ہے کہ حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ آپ کو ابوحنیفۂ عصر کہا کرتے تھے۔ (ذکر طیب ص ۳۶) حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ جیسا بلند پایہ محقق ومحدث جو علامہ شامی کو ''فقیہ النفس'' کا مرتبہ دینے کے لئے تیار نہ تھے مگر وہی حضرت گنگوہی کو فقیہ النفس فرمایا کرتے تھے۔

حضرت گنگوہیؒ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ اس زمانہ کے نیک، متقی اور باصلاحیت علماء کرام آپ کے حلقہ میں بڑی تعداد میں شامل ہوگئے۔ چنانچہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب پنجاب سے اپنے پچاس خلفاء کے ساتھ جمنا میں بغیر کشتی کے پانی پر مصلہ بچھا کر آسانی سے عبور کر کے لکھنوتی میں اتر گئے اور وہاں سے پیدل چل کر آپ کی خدمت میں پہونچے، حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا میرے یہاں ایسے شعبدے بازوں کی گنجائش نہیں ہے۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نے معذرت چاہی آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوگئے حضرت گنگوہیؒ نے آپ کو بیعت کی اجازت مرحمت فرمائی اور اپنا خلیفہ بنایا اور فرمایا یہ پچاس مریدین وخلفاء

بھی آپ ہی کے ہیں ان کو ساتھ لیجائیں۔ بعد میں یہی مولانا عبدالرحیم صاحب رائپوری کے نام سے معروف ہوئے ان کے قدموں سے رائے پور کی خانقاہ بنی اور آباد ہوئی، ان کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری تھے۔

مولانا گنگوہی کے خلفاء میں حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری بھی تھے جن کو اللہ تعالیٰ مستجاب الدعوات بنایا تھا، انہوں نے حضرت گنگوہی کی اجازت سے دعائے سیف کا عمل کیا تھا، ایک بار خواب دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں تلوار ہے اور اسکی دھار پر مکھی بیٹھی ہے انہوں نے اسکو اڑانا چاہا تو انگلی تلوار کی دھار پر لگ گئی، آنکھ کھلی تو دیکھا کہ انگلی سے سچ مچ خون جاری ہے حضرت گنگوہی سے اس کا تذکرہ کیا، فرمایا تمہارا عمل مکمل ہوگیا ہے اب تم جو بھی دعا یا بددعا کروگے لوگوں کے حق میں قبول ہوگی اس لئے اب بستی میں نہیں جنگل میں جا کر رہو، ایسا نہ ہو کہ کسی کو بددعا کردو اور اسکا نقصان ہوجائے، کہتے ہیں کہ مولانا مرتضٰی حسن چاند پوری بستی سے باہر جھوپڑی میں رہا کرتے تھے۔

شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ بھی حضرت گنگوہی کے خلفاء میں سے ہیں، حضرت گنگوہی فرمایا کرتے تھے، محمود الحسن تو علم کا کُٹھلا ہیں، شیخ الہند کی زندگی سے ثابت ہوگیا کہ حضرت نے ریشمی رومال تحریک اور پھر مالٹا کی جیل میں قید وبند کی صعوبتیں کیسی پامردی سے برداشت کیں اور دارالعلوم دیوبند کی داغ بیل ڈالنے اور اس کی آبیاری میں کس طرح سے شریک رہے۔ ایسے ہی ایک خلیفہ تھے حضرت گنگوہی کے، جنکا نام تھا مولانا محمد صدیق انبیٹھویؒ نہایت سادہ مزاج تھے ایک بار فجر کی نماز میں پگڑی باندھ کر آئے نماز کے بعد کسی نے پوچھا حضرت آپ کی پگڑی میں ناڑہ لٹک رہا ہے تو دیکھ کر فرمایا او ہو یہ بھول سے منظور احمد کی والدہ کا پائجامہ باندھ کر آگیا ہوں ان کے بارے میں حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا مولانا صدیق کی

زلف کی لٹیں میری قبر کی روشنی ہیں۔ سبحان اللہ۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی سہارنپوریؒ بھی حضرت گنگوہی کے خلیفہ ومجاز ہیں جو اپنے وقت کے جلیل القدر محدث اور مہاجر مکی تھے۔ نہایت سادگی سے اپنی فیملی کے ساتھ مکہ میں زندگی گذاری۔ آپ کے علم وفضل کا مکہ اور مدینہ میں شہرہ تھا۔

سعودی حکومت قائم ہوئی تو سب سے پہلے فرماں روا شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے ملک سعودی عرب کے تمام علماء اور اکابر ومشائخ کی خدمت میں تحائف ارسال کئے، سب نے بادشاہ کے تحائف قبول کئے اور شکریہ ادا کیا، لیکن مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے تحفہ واپس کر دیا اور قبول کرنے سے معذرت کر لی۔ بادشاہ کے مقربین میں سے کسی نے عرض کیا کہ یہ ہندی عالم ہیں آپ کے ملک میں رہتے ہیں اور آپ کا تحفہ لینے سے منع کر رہے ہیں؟ کیسے احسان فراموش ہیں؟ بادشاہ نے کہا ایسا مت کہو۔ میری سلطنت میں اگر کوئی واقعی عالم کہلانے کے لائق ہے تو صرف شیخ خلیل ہی ایسی ہستی ہیں جن کو عالم دین اور فضیلۃ الشیخ کہا جاسکتا ہے۔

کچھ عرصہ بعد بادشاہ نے تمام علماء اور مشائخ کی ضیافت کی اور اپنے محل میں قدم رنجا ہونے کی درخواست کی سب کو دعوت نامے ارسال کیے مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ کو بھی دعوت نامہ پہونچایا گیا۔ آپ بھی وقت پر بادشاہ کے محل پر پہونچے جیسے ہی بادشاہ کو معلوم ہوا کہ شیخ خلیل احمد آرہے ہیں محل کے دروازے پر پہونچ کر آپ کا استقبال کیا اور اپنے برابر والی کرسی پر آپ کو بٹھایا۔ اور عرض کیا۔ مجھے آپ سے کچھ معلومات کرنا ہے اگرچہ میں آپ کے دولت خانہ پر حاضر ہو کر بھی دریافت کر سکتا تھا، لیکن یہاں سب کے سامنے اس لئے معلوم کر رہا ہوں تاکہ تمام حاضرین کی معلومات میں اضافہ ہو جائے۔ حضرت سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا دریافت کیجئے۔ بادشاہ نے پوچھا، آپ نے میرا تحفہ قبول کیوں نہیں کیا تھا

حضرت نے فرمایا، آپ بادشاہ ہیں اور بادشاہ ملک کا مالک نہیں بلکہ ملک کا اور ملک کے مال ودولت کا امین ہوتا ہے۔ آپ نے جو تحفہ بھیجا وہ ملک کے مال سے ہے اس لئے میں نے تحفہ قبول نہیں کیا۔ کیوں کہ بادشاہ صرف امین ہے مالک نہیں اس لئے اس کا لینا میرے لئے جائز نہیں تھا۔

دوسرا سوال بادشاہ نے کیا جیسے آپ نے تحفہ قبول کرنے سے منع کر دیا تھا۔ ایسے ہی آپ دعوت قبول کرنے سے بھی منع کر سکتے تھے۔ لیکن آپ نے دعوت قبول کی اور بنفسِ نفیس تشریف بھی لے آئے۔ اسکا کیا جواز ہے؟

حضرت سہارنپوریؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا، آپ نے حاضری کا حکم دیا، کیوں کہ آپ ملک کے امیر ہیں اور امیر کی اطاعت لازمی ہے اسلئے حاضر ہو گیا ہوں۔ بادشاہ نے تمام حاضر علماء اور مشائخ سے فرمایا، میں نے شیخ خلیل کو یہاں آنے کی زحمت اسلئے دی کہ آپ بھی شیخ کی بات سن لیں، چنانچہ حضرت سہارنپوریؒ کے کلام اور آپ کے تقویٰ سے تمام حاضرین متأثر ہوئے، اور آپ کی فضیلت کے قائل ہو گئے۔ بادشاہ نے از راہِ عقیدت پوچھا۔ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو ارشاد فرمائیں تاکہ تعمیل کی جائے۔ شیخ نے فرمایا میں شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے ملک کے بلد امین میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی ہے۔ ایک گذارش ہے اگر قبول فرمالیں؟ بادشاہ نے توجہ کے ساتھ کہا ضرور ضرور فرمایئے، کیا گذارش ہے؟ حضرت نے فرمایا، حرمین شریفین میں یعنی حرم مکہ میں اور حرم مدینہ میں اذان کے فوراً بعد جماعت کھڑی ہو جاتی ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ہم لوگ حنفی المسلک ہیں اذان کے بعد چار رکعت سنت موکدہ ہمارے یہاں ہے۔ ہمیں اسکا وقت نہیں ملتا اور نماز کھڑی ہو جاتی ہے اس لئے اذان کے بعد سنتوں کے لئے وقفہ رکھنے کا حکم جاری فرمادیں، بادشاہ کو خوشی ہوئی کہ شیخ خلیل نے اپنے لئے تو کچھ بھی طلب نہیں کیا۔ چنانچہ بادشاہ

نے حکم جاری کر دیا کہ جب تک سلطنت سعودی قائم رہے گی اس وقت تک پانچوں وقت کی اذان کے بعد سنتوں کے لئے وقفہ دیا جائے گا۔ میں راقم الحروف (محمد ادریس حبان رحیمی) اکثر کہا کرتا ہے کہ حرمین شریفین میں اذان کے بعد سنتوں کا وقفہ بھی علمائے دیوبند کا طفیل ہے۔

خانقاہ قدوسیہ کے ساتھ جب تک حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر نہ ہو تو یہ ذکر ادھورا ہی رہے گا، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف العلوم علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ (جو میرے دادا پیر بھی ہیں) علمائے دیوبند کے سرخیل ہیں آپ نہ صرف مجدد الملت اور حکیم الامت ہیں بلکہ آپ اپنے وقت کے محقق اور فقیہ بھی ہیں آپ کو حضرت تھانوی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ آپ حج کے لئے تشریف لے گئے اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے، حاجی صاحب نے فرمایا بیعت میں نے کر لیا۔ مگر اصلاح مولوی رشید احمد گنگوہی کے ذمہ ہے اور اس طرح حضرت تھانوی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے زیر تربیت آگئے۔ دنیا نے دیکھا حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سچے موتی کو کیسے نکھارا۔ یہی وجہ تھی کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی مجلس ایسی نہیں ہوتی تھی جس میں نم آنکھوں سے حضرت تھانوی یہ نہ فرماتے ہوں "میرے شیخ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ" فرماتے تھے (سبحان اللہ ایسی مثالی محبت تھی اپنے شیخ سے حضرت حکیم الامت کو) ایک مرتبہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل خلفاء خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ میں جمع تھے۔ حضرت گنگوہی نے ارشاد فرمایا، بتایئے آپ حضرات میں سے کون ایسا ہے جو نماز پڑھادے (نماز پڑھانے سے مراد صحابہ کرام جیسی نماز تھی) حضرت تھانوی نے عرض کیا حضرت نماز پڑھا تو نہیں سکتا، البتہ نماز پڑھ سکتا ہوں، اس پر امام ربانی نے فرمایا، الحمدللہ میری جماعت میں ایسے لوگ موجود ہیں جو نماز پڑھ سکتے ہیں اور جو پڑھ سکتے ہیں وہ پڑھا بھی سکتے ہیں!

بانی تبلیغی تحریک حضرت مولانا محمد الیاسؒ کا بچپن بڑے بھائی حضرت مولانا محمد یحییٰ کے ساتھ ایک عرصہ تک حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں گذرا، اور بیعت کا شرف بھی حاصل ہوا۔ تربیت بھی حضرت گنگوہیؒ نے فرمائی۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا الیاس صاحبؒ نے امام ربانی حضرت گنگوہیؒ سے عرض کیا میرا دل صرف نماز میں لگتا ہے باقی اوراد و وظائف میں دل نہیں لگتا۔ بس دل چاہتا ہے کہ نماز پڑھتا رہوں، حضرت گنگوہی نے بشارت دی، اللہ تعالیٰ تم سے دین کی کوئی اہم خدمت لیں گے۔

حضرت گنگوہیؒ کے وصال کے بعد مولانا الیاسؒ نے دعوت وتبلیغ کی تحریک شروع کی۔ جو آج تمام عالم میں جاری ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے کون واقف نہیں ملک و ملت کے لئے آپ کی قربانیاں اظہر من الشمش ہیں۔ آپ بھی حضرت گنگوہیؒ کے خلیفہ و مجاز ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے آپ کو خاص نسبت تھی۔ امام ربانی اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے شاملی کے میدان میں انگریز فوج سے لوہا لیا اور ان کے قلعہ کو فتح کر لیا تھا۔ اسی میں حافظ ضامن بھی شہید ہوگئے تھے۔ انگریزوں سے ملک کو آزاد کرانے کے لئے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی عمر کا کافی حصہ جیلوں میں گذرا۔ ملک آزاد ہونے کے بعد آپ نے دار العلوم دیوبند میں درس حدیث سنبھال لیا اور کم و بیش آخری ایام تک اسی میں مشغول رہے، اس دوران آپ نے سالکین کی ایک بڑی جماعت تیار کی، ہمیشہ مدارس کے اسفار بھی رہتے اور سیاسی و دینی اجلاس بھی۔ لیکن بخاری شریف کے درس اور سالکین کی تربیت سے کبھی غافل نہیں رہے۔ ایک مرتبہ حضرت مولانا شیخ محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اعتراض کیا آپ صرف اجلاس اور اسفار میں رہتے ہیں۔ بیعت ہونے والوں کی تربیت نہیں کرتے حضرت مدنیؒ نے شیخ کو دیوبند بلایا اور اپنا صندوق کھول کر سالکین کے خطوط دکھائے، جن کو پڑھ

کر شیخ حد درجہ متاثر ہوئے اور کہا ایسی تربیت اور خبر گیری تو 24 گھنٹہ خانقاہ میں رہنے والا بھی نہیں کرسکتا۔اور معذرت چاہی کہ مجھے آپ کی اس خدمتِ عالیہ کا قطعاً احساس نہیں تھا۔شیخ الاسلامؒ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضرت گنگوہیؒ کے صاحبزادے حضرت مولانا مسعود احمد صاحبؒ کے دوسرے صاحبزادے حضرت حاجی مصطفیٰ کامل صاحبؒ آپ سے بیعت ہوئے آپ نے ان کی تربیت فرمائی۔اور پھر ان کو حضرت گنگوہیؒ کی خانقاہ میں بٹھایا۔

ٹھیک حضرت گنگوہیؒ کے صاحبزادے مولانا حکیم مسعود احمد صاحب کے گھر میں ایک فرزند کی ولادت ہوئی، یہ وہ زمانہ تھا جب دنیا ایک انقلاب کی طرف بڑھ رہی تھی ہندوستان میں انگریزوں کا بول بالا تھا اور دیگر ممالک میں بھی کسی نہ کسی قسم کے انقلابات سے عوام نبرد آزما تھے۔اس فرزند کا نام مصطفیٰ کمال رکھا گیا۔جو بعد میں مصطفیٰ کامل ہوگیا۔اس زمانہ میں مصر کے مصطفیٰ کمال پاشاہ کی شہرت تھی اسی بناء پر یہ نام رکھا گیا تھا۔اس فرزند کی تعلیم اس زمانے کے اسکول میں ہوئی اور مدرسہ میں بھی داخل کرایا لیکن فارسی عربی کی مختصر طور پر کچھ کتابیں پڑھیں۔کیونکہ تعلیم سے اس فرزند کو زیادہ دلچسپی نہیں تھی لیکن گھر کا ماحول دینی اور مذہبی تھا۔حضرت گنگوہیؒ کی زندگی کے نقش ابھی اس گھر میں باقی تھے اور آس پاس خانقاہی اور مذہبی ماحول تھا، کیونکہ حضرت گنگوہی کے صاحبزادے مولانا حکیم مسعودؒ نے حضرت گنگوہی کی گود میں تربیت پائی تھی۔دہلی سے درس نظامی اور فنِ طب پڑھ کر گنگوہ میں مطب کر رہے تھے۔گویا حضرت گنگوہیؒ کے مطب کو آپ نے سنبھال لیا تھا۔ابھی یہ فرزند پوری طرح لڑکپن سے باہر نہیں نکلا تھا کہ والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا یعنی مولانا حکیم مسعود احمد صاحب انتقال فرماگئے۔آپ کی والدہ نے اس فرزند کی تربیت کی بڑے بھائی عبدالرشید محمود عرف ننومیاں کو دارالعلوم دیوبند میں داخل کرادیا گیا۔اور والد

کے انتقال سے کچھ دن پہلے وہ فارغ ہوکر گنگوہ واپس آگئے تھے۔اسی لئے حکیم مسعود صاحب نے اپنے انتقال کے وقت فرمایا میں ایک بینا اور مخلص بیٹے کو تمہارے پاس چھوڑ کر جارہا ہوں چناں چہ ان کی دیکھ ریکھ میں مصطفیٰ کامل صاحب کا بچپن گذرا۔شادی کے بعد حضرت مدنیؒ سے بیعت ہوگئے۔آپ اپنے وقت کے فیشنبل نوجوان تھے۔جو دیکھتا کچھ دیر کیلئے مبہوت ہوجاتا۔دہلی میں کچھ دنوں ملازمت کی اسی دوران ان کی خوبصورتی کو دیکھ کر فلم انڈسٹری کے لوگ ان کے پیچھے پڑ گئے اور بار بار ترغیب دلائی کہ آپ ایک اچھے اداکار بن سکتے ہیں۔لیکن انہوں نے ہر مرتبہ ان سے معذرت چاہتے ہوئے یہی کہا کہ میری رگوں میں مولانا گنگوہی کا خون ہے میں اسکو ناپاک نہیں کرسکتا۔ بیعت ہونے کے بعد زندگی میں انقلاب آیا، اور چہرے پر داڑھی اور سر پر عمامہ سجالیا، اور حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے ساتھ جماعت کے کام میں لگ گئے۔خانقاہ میں بھی جماعتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اور چھوٹے بڑے اجتماعات میں شرکت کرتے رہے حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحبؒ آپ سے بڑی محبت کرتے اور ہر اجتماع میں آپ کو خطاب کا موقع دیا جاتا۔حضرت کے انتقال کے بعد آپ پر تصوف کا غلبہ ہوگیا۔اور پھر چلّہ کشی میں لگ گئے حضرت گنگوہیؒ کے مزار پر جو مسجد بنی ہے اس میں زیادہ وقت گذرتا، اور اوراد و وظائف میں مشغول رہتے۔گھر سے کھانا پینا منگالیا جاتا۔اور پوری توجہ سے حضرت مدنیؒ کی تعلیم و تربیت کے مطابق راہِ سلوک میں لگے رہتے۔اور بار بار دیوبند حضرت مدنیؒ کی خدمت میں حاضری دیتے، حضرت مدنیؒ آپ کی آمد سے بہت زیادہ خوش ہوتے اور گھر میں رونق آجاتی۔ایک بار حضرت مدنیؒ نے ارشاد فرمایا جب آپ آتے ہیں تو میرے گھر کے بچے بچے کی زبان پر ہوتا ہے بھائی کامل، بھائی کامل، کئی کئی دنوں تک الحاج مصطفیٰ کامل صاحب المعروف اجاّن صاحب کا قیام

حضرت مدنیؒ کے پاس رہتا تھا۔ اور حضرت علیہ الرحمہ اندر مکان میں بلا کر بٹھاتے اور بڑی خاطرداری فرماتے۔

ایک مرتبہ اجان صاحب دیوبند حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ حضرت مدنی لال جوتے پہنے ہوئے ہیں۔ اجان نے ازراہِ محبت وعقیدت عرض کیا حضرت لال جوتے بہت اچھے لگ رہے ہیں۔ حضرت مدنیؒ نے مسکرا کر فرمایا اچھا اچھا بوڑھی گھوڑی لال لگام، تھوڑی دیر کے بعد حضرت اندر مکان سے واپس ہوئے تو کاغذ میں کچھ لپیٹ کر لائے اور فرمایا لیجئے کامل صاحب یہ آپ کیلئے ہیں۔ کھول کر دیکھا تو وہی لال جوتے جو حضرت نے پہنے تھے۔ اجان نے عرض کیا حضرت یہ جوتے آپ کے پاؤں مبارک میں زیادہ اچھے لگتے ہیں لیکن حضرت نے فرمایا آپ ان کو ضرور پہنیں۔

کئی سال خوب مجاہدات اور ریاضات کے بعد حضرت مدنیؒ نے آپ کو اجازت نامہ (یعنی خلافت نامہ) بذریعہ پوسٹ کارڈ لکھ کر ارسال فرمایا، جو اجان کے پاس تھا راقم الحروف کو بھی کئی بار اسے پڑھنے کا موقعہ ملا اس میں لکھا تھا کہ میں آپ کو سلسلہ اربعہ میں اجازت دے رہا ہوں۔ آپ بیعت کیا کریں۔

اجان کی والدہ نے اور پھر آپ کے بڑے بھائی حضرت مولانا حکیم عبد الرشید محمودؒ نے بھی خلافت کے تعلق سے حضرت مدنیؒ سے تحقیق کی تو فرمایا ہاں ہاں میں نے ہی کامل صاحب کو اجازت دی ہے۔

حضرت مدنیؒ کے وصال کے بعد کسی نے اجان کی خلافت پر اعتراض کیا، تو آپ کی والدہ نے حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کو خط لکھا اس کے جواب میں حضرت نے جو خط لکھا تھا راقم الحروف نے وہ خط بھی پڑھا ہے اس میں حضرت رائے پوریؒ نے لکھا تھا کامل صاحب، خلافت کے مستحق ہیں اور میں بھی اپنی طرف سے اجازت دیتا ہوں کہ وہ طالبین کو بیعت کریں۔ حج کیلئے اجان تشریف

لے گئے۔ تو حرم شریف میں دیگر اکابرین کے علاوہ حضرت علامہ ابراہیم بلیاویؒ سے ملاقات ہوئی آپ کی خلافت کو نہ صرف انہوں نے تسلیم کیا بلکہ اپنی پگڑی اتار کر اجان کے سر پر باندھی اور فرمایا آپ خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ یہ چند سطور میں نے ان لوگوں کیلئے تحریر کردیں جن کو اجان کی خلافت پر شک وشبہات ہیں، بہرحال اجان اپنے زمانہ کے صاحب نسبت بزرگوں کے سچے جانشین تھے۔ اور خود بھی صاحب نسبت تھے حسب ونسب سے بھی اور روحانی سلسلوں کے اعتبار سے بھی۔

شاید بہت سے لوگوں کے لئے حیرت کا باعث ہو۔ کہ حضرت مدنیؒ اپنے مریدین میں سے جس کو اجازت خلافت عطا فرماتے اسکو چلہ کشی کے لئے خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ بھیجا کرتے۔ اور ان کی نگرانی حضرت مولانا الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابی عرف اجان کے سپرد ہوتی۔ جب آنے والے کا وقت پورا ہوجاتا اور وظائف مکمل ہوجاتے تو اجان حضرت مدنیؒ کی خدمت میں خط لکھتے کہ فلاں صاحب کے حالات اور معمولات قابل اطمنان ہیں تو حضرت اسکو خلافت سے نوازتے۔ ایسے کئی افراد کے نام مجھے (راقم الحروف) کو معلوم ہیں جنہوں نے اپنے اوراد ووظائف صحیح طور پر پورے نہیں کئے۔ اور اجان نے ان کو خط لکھ کر نہ دیا تو شیخ الاسلام نے دوبارہ ان کو چلہ کشی کے لئے گنگوہ روانہ فرمایا، تا آں کہ اجان کا خط لے کر واپس ہوئے تو خلافت سے سرفراز کیا گیا۔ ایسے ایک دو یا دو چار خلفاء نہیں، ڈیرھ سو خلفاء میں سے 80 خلفاء کو، اجان کی طرف سے اطمینان معلوم ہونے پر حضرت مدنیؒ نے خلافت سے نوازا۔

شاید یہ بات بہت سوں کو ناگوار ہو کہ شیخ الاسلامؒ کے وصال کے بعد جب آپ کے ڈیرھ سو خلفاء کی فہرست تیار کر کے مدنی منزل کے ہال میں حضرت شیخ الاسلامؒ کی مسند شریف کے اوپر فریم کر کے لگائی گئی تو اس فہرست میں حضرت مدنیؒ

کے لاڈلے خلیفہ حضرت مولانا الحاج مصطفیٰ کامل صاحبؒ کا نام نامی نہیں تھا۔اور اسی وجہ سے وہ یعنی اجان حضرت فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنیؒ سے ناراض تھے ان کا کہنا تھا کہ میرا نام عمداً شامل نہیں کیا گیا۔ایک مرتبہ اجان نے بتایا کہ شیخ الاسلامؒ نے مجھے دیو بند طلب فرمایا اور بتایا کہ اسعد کو میں نے اجازت دی ہے کہ وہ سیاست میں قدم بڑھائیں۔آپ ان کا ساتھ دیں۔تو میں نے بھی کھدّر کے کپڑے سلوائے۔اور جہاں بھی سیاسی سماجی پروگرام ہوتے، کانگریس کے فلیٹ پر، میں مولانا اسعد مدنیؒ کو ساتھ لے کر جاتا کم وبیش ایک سال سے زائد عرصہ تک میں مولانا اسعد مدنی کے ساتھ رہا۔اور ان کا تعارف کراتا، کیوں کہ میرا تعلق حضرت گنگوہیؒ کے گھرانے سے ہے اس لئے خوب پذیرائی ہوئی۔ جب مولانا اسعد مدنیؒ کے قدم جم گئے۔اور ان کو سیاسی سماجی پلیٹ فارم پر خوب بولنا آ گیا اور ان کا تعارف بھی اچھا خاصا ہو گیا تو میں واپس خانقاہ میں گوشہ نشین ہو گیا۔

اجان صاحب کو اجان کیوں کہتے ہیں؟ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ آپ کے بڑے بیٹے شبلی صاحب جب چھوٹے تھے تو ابا جان کے بجائے ان کی زبان سے اجان نکلتا تھا گویا یہ ابا جان کا مخفف ہے اس لئے سبھی نے اجان کہنا شروع کر دیا اور آپ زیادہ تر اسی نام سے معروف ہو گئے۔

اجان کا مزاج صاف ستھرا تھا۔ظاہر وباطن بالکل صاف صاف۔جو زبان پر ہوتا وہی دل میں اور جو دل میں ہوتا وہی زبان پر، یہی وجہ ہے کہ ہمارے بہت سے اکابر علماء کرام کو ان کی صاف باتیں اچھی نہیں لگتی تھیں۔

شیخ زکریا صاحبؒ جب ہجرت کی نیت سے مدینہ منورہ جا رہے تھے ہزاروں افراد حضرت سے ملاقات کے لئے جا رہے تھے۔شیخ کو اللہ تعالیٰ نے عجیب مقبولیت عطا فرمائی تھی جہاں بھی جاتے گلی کوچے بھر جاتے اور شیخ کی زیارت کے

لئے مخلوق اُمڈ پڑتی۔اسی دوران گنگوہ تشریف لائے۔اور فرمایا بھائی کامل سے ملنا ہے۔اطلاع کریں۔میں نے اطلاع دی کہ شیخ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔دروازہ کھولدیا، شیخ کی پالکی اندر لے آئے۔اجان نے پوچھا، آپ نے جو ہجرت کا ارادہ کیا ہے کیا حضور ﷺ نے حکم دیا ہے کہ آپ ہجرت کریں؟

شیخ نے فرمایا: نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ میں نے 20 سال قبل ہجرت کا ارادہ کر لیا تھا اور مدینہ میں مقیم بھی ہو گیا تھا اسوقت حضور ﷺ نے خواب میں ارشاد فرمایا۔زکریا ہندوستان واپس جاؤ۔اور درس بخاری دو۔سو میں اس وقت حکم کے مطابق ہندوستان آ گیا تھا۔اور حدیث کا درس شروع کر دیا تھا۔اب بڑھاپا آ گیا ہے۔اس قابل نہیں ہوں کہ درس کا سلسلہ جاری رکھ سکوں۔اس لئے میں ہجرت کر رہا ہوں۔تا کہ آخری ایام دیار رسول میں گذر جائیں۔تو اجان بڑی بڑی باتیں بڑے بڑے لوگوں سے بڑی آسانی سے معلوم کر لیا کرتے تھے۔

خانپور میں احمد العلوم ایک بڑا مدرسہ ہے۔وہاں کا سالانہ جلسہ تھا۔اس کے مہتمم مولانا بہاؤ الدین قاسمی صاحبؒ اجان کے خلفاء میں سے تھے۔انہوں نے جلسہ میں حضرت مسیح الامت جلال آبادیؒ اور قاری محمد طیب صاحبؒ اور مولانا فخر الحسنؒ اور دیگر اکابر علماء کے ساتھ حضرت مولانا الحاج مصطفیٰ کامل صاحب المعروف اجان صاحب کو بھی دعوت دی۔اجلاس شروع ہونے سے قبل رات کا کھانا چنا گیا۔سبھی حضرات دسترخوان پر موجود تھے۔اجان نے مہتمم صاحب کو بلایا اور پوچھا، دسترخوان پر اتنے عمدہ اور لذیذ کھانے چنے گئے ہیں کیا یہی کھانے عوام کو بھی کھلائیں گے۔؟ انہوں نے جواب دیا۔نہیں بلکہ ان کے لئے سادی پلاؤ جو سامنے ہی رکھی تھی۔اشارہ کر کے بتایا کہ یہ کھلائی جا رہی ہے۔تو اجان نے دسترخوان پر موجود اکابر حضرات سے پوچھا۔عوام کے خون پسینے کی کمائی سے چندہ میں آئے ہوئے

روپیوں سے یہ مرغن غذائیں آپ حضرات کیلئے تیار کی گئی ہیں یہ آپ کیلئے کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ کہ آپ تو مرغن غذائی کھائیں اور عوام کو گلا گھوٹنی (یعنی صرف پلاؤ) کھلائیں۔ اور یہ کہہ کر دسترخوان سے اٹھ گئے۔ آپ کے ساتھ حضرت مسیح الامتؒ بھی اٹھ گئے۔ کہ کامل بھائی نہیں کھا رہے ہیں۔ گو ان دونوں حضرات نے وہی سادی پلاؤ کھائی اور جلسہ میں شرکت کر کے رات میں ہی رخصت ہوگئے۔ باقی حضرات نے دسترخوان پر چنا گیا کھانا ہی نوش فرمایا۔ (بہر حال اپنا اپنا خیال اور اپنا اپنا حال ہے) خانقاہ میں جو سب کیلئے پکتا تھا وہی اجان بھی کھاتے تھے۔ اپنے لئے کبھی مخصوص سالن یا کھانا تیار نہیں کراتے تھے۔ حالانکہ رمضان میں ہر پیر اور جمعرات کو کئی دیگیں زردہ پلاؤ کی تیار ہوتیں سب کیساتھ آپ بھی وہی نوش فرماتے تھے۔

مزاج میں نفاست زیادہ تھی۔ دراصل یہ حضرت گنگوہیؒ کی طرف سے طبیعت میں نفاست ملی تھی۔ آپ کو ہر چیز سفید پسند تھی۔ دیواروں اور دروازوں پر بالکل سفید رنگ روغن کراتے۔ پلنگ کے پائے اور پٹّیاں بھی سفید اور چادر تکیہ بھی سفید ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ پاندان کا رنگ بھی سفید ہوتا۔ لباس بھی سفید جوتے بھی سفید، کھڑاؤں بھی سفید، قالین اور فرش بھی سفید ہی ہوا کرتے تھے۔ جب کبھی باہر سفر کرتے تو خصوصیت سے سفید کار کا ہی انتخاب فرماتے۔ پگڑی اور عبا گرمیوں میں سفید ہوتی اور سردیوں میں کالی ہوا کرتی۔

کالا عمامہ نہایت نفیس ہوتا تھا۔ فرماتے یہ عمامہ مولانا ابراہیم بلیاویؒ نے مجھے عنایت فرمایا تھا۔ لباس شاہانہ ہوتا تھا۔ عوام تو کیا خواص بھی آپ کی حرص نہیں کرسکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے چہرہ مہرہ اور وضع قطع بھی ایسی شاہانہ بنائی تھی کہ لوگ دیکھ کر دنگ رہ جاتے میرے پاس اس زمانہ کی چند تصاویر ہیں۔ آج بھی لوگ دیکھتے ہیں تو حیران ہوجاتے ہیں کیسی نفاست ہے۔؟

مہمان نوازی خوب کرتے تھے۔ اپنے غریب اور نادار مریدین کو خوب سہارا لگاتے تھے۔ مالداروں کو خوب ڈانٹتے تھے کبھی ان سے مرعوب نہ ہوتے اور نہ ہی چاپلوسی کرتے تھے۔ اس زمانہ میں حاجی مستان جو ہندوستان کے مشہور مالدار آدمی تھے۔ وہ بھی اجان کے معتقد تھے۔ لیکن کبھی ان کے ساتھ نرمی سے گفتگو نہیں فرماتے تھے۔ حالانکہ حاجی مستان اور اس کے کئی دوست احباب جو اسمگلر کی دنیا سے تعلق رکھتے تھے۔ اجان کے خاص مرید تھے لیکن اجان کی غیور طبیعت نے کبھی ان کے سامنے اپنی مجبوری ظاہر نہیں کی۔ فلمی دنیا کے لوگ بھی اجان سے ملنے آتے۔ ایک بار یوسف خان (دلیپ کمار) ان کی اہلیہ سائرہ بانو ان کی والدہ نسیمہ صاحبہ اور دیگر لوگ آئے تو خوب تواضع کی۔ ہدیہ پیش کیا تو قبول نہیں فرمایا۔ دعائیں دے کر رخصت کر دیا۔

مہمانوں پر خوب خرچ کرتے۔ حتی کہ بعض دفعہ دودھ والے کے دس ہزار روپے دکان والے کے پچیس ہزار روپے۔ کپڑے والے کے دس بارہ ہزار روپے۔ گوشت والے کے بیس ہزار روپے قرض ہوجاتے۔ لیکن جب آپ کے پاس رقم آتی تو رات میں بارہ بجے کبھی ایک بجے نیند سے اٹھا اٹھا کر قرض ادا کر دیا کرتے تھے۔ فرماتے پیسہ آگیا۔ جسکا دینا ہے پہلے ادا کردوں تو اچھا ہے۔ پیسے سے ان کو محبت نہیں تھی دونوں ہاتھوں سے خوب خرچ کرتے تھے۔

اجان نے پیسہ کبھی صندوق اور تالے میں نہیں رکھا۔ ایک کتاب کے نیچے رقم رکھی رہتی تھی اور مجھے یا ایک دو خاص مریدین تھے ان کو کہتے کہ اتنے روپئے اٹھا کر لے آؤ لاتے اور خرچ ہوتے۔ کبھی ان کو یہ فکر نہیں ہوتا تھا کہ رقم ختم ہوگئی تو کیا ہوگا؟

ایمان داری گھٹی میں پڑی تھی۔ تھوڑا سا بھی چھل فریب پسند نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ حج پر جا رہے تھے۔ گنگوہ کے کسی حاجی نے آپ کے پاس چار

ہزار روپے امانت رکھدی۔ سمندر کے جہاز سے سفر کر رہے تھے۔ آپ نے وہ امانت اپنے صندوق میں رکھدی۔ جب مکّہ پہونچے اور صندوق کھول کر دیکھا تو امانت چوری ہوچکی تھی۔ حالانکہ از روئے شرع آپ پر رقم ذمہ نہیں تھی۔ لیکن حج سے واپس آئے تو آپ نے اپنا مکان جس میں آپ کے بیوی بچے رہتے تھے خواجہ شبیہ الحسن یعنی بھائی چھوٹے کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ کیوں اس زمانہ میں چار ہزار کی رقم بہت بڑی تھی۔ آپ کا مکان معمولی مکان نہیں تھا۔ بڑی حویلی تھی۔ آج تو کروڑوں میں بھی نہیں مل سکتا۔ آپ نے چار ہزار روپے میں فروخت کر کے ان صاحب کو رقم دیدی جن کی رقم آپ کے صندوق سے چوری ہوگئی تھی۔ چونکہ اس زمانہ میں بہت سے لوگ پاکستان کی طرف کوچ کر رہے تھے۔ اور ایک ماحول بنا ہوا تھا۔ آپ کی اہلیہ محترمہ شوکت جہاں صاحبہ نے بھی کہا کہ ہم پاکستان کے شہر کراچی چلے جاتے ہیں وہاں اچھا رہے گا۔ آپ نے بادلِ نخواستہ اجازت دیدی۔ اور خود خانقاہ میں مقیم رہے کیوں کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ نے فرمایا تھا کامل صاحب آپ خانقاہ کو آباد رکھیئے۔ اس لئے اس وقت آپ نے ہجرت نہیں کی۔

آپ ہر آدمی سے ملاقات کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اگر کوئی خصوصیت سے آپ سے ہی ملاقات کے لئے سفر کر کے آتا تو اسکو ملنے کا موقع عنایت فرماتے۔ اور اس کے اخلاص کو بھی ملاحظہ فرماتے۔ روزانہ ڈاک آتی خطوط ملاحظہ فرماتے اور جواب لکھتے۔ اکثر و بیشتر خطوط لکھنے کی ذمہ داری بندہ کے سپرد ہوتی۔ اوراد و وظائف کے متعلق خطوط ہوتے تو ان کے اسباق کو آگے بڑھانے کی ہدایت فرماتے۔ الحمدللہ مریدین اور متوسلین کے حالات قابل رشک ہوا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھٹکے ہوئے لوگوں کی ہدایت اور رہنمائی کا شرف بخشاء۔ آپ خوب خوب رہنمائی فرماتے یہ صفحات اجازت نہیں دیتے کہ اتنے طویل مضمون کو میں یہاں نقل

کر سکوں۔ بڑے بڑے پاپ سنگرس اور موسیقی نواز لوگوں کی ہدایت کا آپ ذریعہ بنے۔ خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ کی مسجد میں جو حضرت گنگوہیؒ کی مسجد کہلاتی ہے۔ جس مصلہ پر حضرت تھانوی۔ حضرت شیخ الہند، حضرت مولانا یعقوب صاحب دیوبندی حضرت شیخ الاسلامؒ جیسی اجلہ شخصیات نے نماز پڑھائی۔ اس مصلّہ پر آپ امامت فرماتے تھے۔ آپ کے عجیب وغریب حالات تھے کبھی کبھی دو دو تین تین دن کبھی چار چار دن اپنے ہجرے سے باہر نہیں آتے کھانا پینا۔ ملنا جلنا، بول و براز سے قطعاً اجتناب کرتے۔ اس دوران بندہ کے ذمہ تھا کہ امامت کے فرائض میں انجام دوں کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ ہندوستان کی معروف شخصیات یعنی اکابر علماء آتے اور اجان اندر رہتے۔ تو مجھے حکم فرماتے ادریس جاؤ نماز پڑھاؤ۔ میں عذر بھی کرتا کہ فلاں صاحب آئے ہیں وہی نماز پڑھا دیں گے۔ تو فرماتے نہیں نہیں۔ میں نے کہا ہے تو جا کر نماز پڑھا۔ میں نماز پڑھا دیا کرتا تھا۔ اس لئے کم وبیش سات سال تک اکابر کے اس مصلہ پر بندہ کو امامت کا شرف حاصل ہے یہ صرف تحدیث نعمت کے طور پڑ لکھدیا ہوں۔ شاہ جی درویشؒ کے مزار کے سامنے کونے میں ایک حجرہ ہے اس میں شیخ الاسلامؒ کا قیام رہا ہے کہتے ہیں کہ شیخ الاسلام کے ذکر اللہ کی ضربوں سے اسکی دیوار میں شگاف آگیا تھا جو آج بھی ایسے ہی ہے۔ بندہ کو بحمد للہ تعالیٰ اس حجرے میں دو یا ڈھائی سال تک رہنے کا شرف حاصل ہے۔

شیخ ابوسعیدؒ نبیرہ شیخ عبدالقدوس قطب عالم کا بھی خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ میں مسجد کے بائیں طرف برآمدے کے برابر میں ایک حجرہ ہے جس کا دروازہ چھوٹا ہے جھک کر اندر جانا پڑتا ہے۔ راقم الحروف کو اس حجرے میں بھی کافی دنوں تک قیام کرنے کا موقع ملا تھا۔ یہی وہ حجرہ ہے جس میں شاہ ابوسعیدؒ رہتے تھے۔ کہ آپ کو اپنڈکس ہوگیا۔ اور مسلسل آپ پیٹ کے درد میں مبتلا رہنے لگے۔ تو ایک رات

خواب میں حضور ﷺ تشریف لائے اور آپ کے پیٹ کا آپریشن اپنے دستِ مبارک سے فرمایا اور فاضل آنت کو کاٹ کر سی دیا۔ پھر اپنا مبارک لعاب دہن لگا دیا۔ صبح آنکھ کھلی تو دیکھا کہ سوئی دھاگہ پاس رکھا ہوا ہے۔ اور پیٹ پر آپریشن کا نشان ہے (یہ شاہ ابوسعیدؒ کی بارگاہِ خداوندی میں قبولیت کی دلیل ہے) آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے دفن کرتے وقت یہ سوئی دھاگہ میری قبر میں رکھ دینا۔ چنانچہ آپ کو دفن کرتے وقت ساتھ رکھ دیا گیا۔ رحمۃ اللہ علیہ، رحمۃ واسعہ

گفتگو تو اجان کے متعلق چل رہی تھی درمیان میں کچھ باتیں بھی آگئیں۔ حضرت گنگوہیؒ کا قول ہے جو اس خانقاہ میں ویسے ہی پڑا رہا وہ بھی محروم نہیں رہتا۔ بڑی برکت والی جگہ ہے، ہمارے اکثر اکابر اور مشائخ کی اس خانقاہ میں تربیت ہوئی۔

اجان کو عمر کے آخری حصہ میں خوب عروج عطا ہوا۔ ترکی کے ایک شیخ جن کے تین لاکھ مریدین ترکی میں تھے وہ اجان کو ترکی لے کر گئے۔ اور اپنے مریدین کو اور خود بھی اجان کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے۔ اس طرح عمر کے آخری حصہ میں اجان کے کئی لاکھ مریدین ہو گئے۔ کراچی کلفٹن کے علاقہ میں آپ رہتے تھے ایک بیوہ عورت جو اجان کی مرید تھی اس نے ایک گھر اپنے مرحوم شوہر کے ایصال ثواب کے لئے اجان کو دیدیا تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ عورت اندھیری بمبئی کی رہنے والی تھی۔ اس نے گھر کی چابی لاکر دی۔ جب اس مکان کو کھول کر دیکھا تو سامان سے بھرا ہوا تھا۔ کئی لاکھ روپے کا کراکری کا سامان تھا۔ کئی تھیلے چاندی کے زیورات اور ایک تھیلہ سونے کے زیورات کا اس میں موجود تھا۔ اس کی صفائی کرتے وقت کافی دولت اجان صاحب کے ہاتھ آئی جو آپ نے اپنے صاحبزدگان کو دیدی۔ اس کے بعد آپ پر مزید فتوحات کے دروازے کھلے۔ پاکستان کے صدر نواز شریف بھی آپ سے بیعت ہو گئے۔ اور دیگر بڑی شخصیات بھی آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل

ہو گئیں۔ الحاج سید سلیم اطہر صاحب شاہ صاحب جو حضرت ہارون چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسہ ہیں۔ شاہ صاحب حضرت ہارون چشتی رحمۃ اللہ علیہ کی دختری اولاد میں ہیں اور حضرت ہارون چشتی رحمۃ اللہ علیہ صاحب سید سلیم اطہر صاحب شاہ صاحب کے جد امجد ہیں۔ حضرت سید محمد اسحاق صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ ولایت صاحب رحمۃ اللہ علیہ مخدوم جی کے نام سے مشہور ہیں۔ جو کہ حضرت شاہ ہارون چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے داماد ہیں اس لئے سید سلیم اطہر صاحب، حضرت شاہ ولایت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی پسری اولاد میں ہیں۔ اس لئے سید سلیم اطہر صاحب کا صحیح اسم گرامی مخدوم زادہ الحاج سید سلیم اطہر صاحب ہے۔ سہارنپوری نے مجھے بتایا کہ میں جب پاکستان اجان سے ملنے کے لئے گیا۔ تو اس وقت آپ اس محل میں مقیم تھے جسکو ایک پاکستان بھائی نے کسی عرب شیخ سے خرید کر اجان کو تحفے میں دیا تھا کہ آپ اس کو اپنی خانقاہ بنالیں۔ کہتے ہیں کہ شیخ نے بھی آدھی قیمت میں فروخت کر دیا تھا۔ پندرہ یا سولہ سال قبل اس محل کی آدھی قیمت ۲۰ کروڑ روپے تھی۔ بہرحال زندگی کا آخری دور بھی اجان کا بڑا شاہانہ دور رہا۔ یہاں اہل گنگوہ نے تو انکی پذیرائی نہیں کی۔ لیکن پاکستان جاکر فتوحات کے دروازے کھل گئے۔ مگر افسوس کہ ہندوستان کے اکثر مریدین کا حضرت سے رابطہ نہ رہا۔ طریقت کے اس شہ سوار کا وقت آخیر آگیا اور ۱۱/اپریل ۲۰۰۳ء کو خانوادۂ گنگوہیؒ کا یہ آفتاب چندمہتاب اپنی روشنی بکھیرتے ہوئے ابدی نیند سو گیا۔ آپ کی قبر اسی محل میں بنائی گئی ہے۔ پاکستان کے حالات ابتر ہیں۔ راستے مخدوش ہیں ویزے کی سہولیات نہیں ہیں۔ اس لئے پاکستان کا سفر مشکل ہے مجھے جیسے ہی وفات کی خبر ملی تو ماہنامہ نقوش عالم میں آپ کے انتقال کی خبر شائع کی گئی۔ اور دارالعلوم محمدیہ میں قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا۔ آپ کے اقوال اور آپ کی تقاریر کے کافی حصے راقم الحروف کے پاس موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے چاہا تو آپ کی سوانح عمری کے ساتھ آپ کی تقاریر بھی شائع کی جائیگی۔ فی الحال یہ اجمالی خاکہ اجان کی زندگی کا میں نے جلدی میں بحکم حضرت مولانا مفتی محمد خالد سیف اللہ صاحب قاسمی عمت فیوضہم ناظم اعلیٰ جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ خلف الرشید، استاذی حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ تحریر کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت اجان صاحبؒ کی قبر کو نور سے منور فرمائے اور آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

وَصَلَّ اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ . وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

خاکپائے آستانہ حضرت حاذق الامت
محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی
خانقاہ رحیمی دار العلوم محمدیہ بنگلور کرناٹک
۲۲؍اکتوبر ۲۰۱۲ء بروز پیر

☆☆☆

اجان کے دادا جان

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ نسب اور خاندانی حالات

حضرت امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ نے ۶؍ذیقعدہ ۱۲۴۴ھ ہجری نبوی کو بیوم دوشنبہ چاشت کے وقت اس گہوارہ عالمِ فانی میں قدم رکھا۔ یعنی قصبۂ گنگوہ ضلع سہارنپور محلہ سرائے میں خانقاہ شیخ المشائخ مولانا عبد القدوس گنگوہیؒ کے متصل اس جدی مکان میں آپ کی ولادت شریفہ ہوئی جو درگاہ حضرت شیخ کے شرقی سمت میں تخمیناً پچیس تیس قدم کے فاصلہ پر واقع ہوا اور اب تک قائم ہے گویا دوشنبہ کی ولادت میں غیر اختیاری سنت نبویہ کا شرف حاصل فرما کر بے خبر کانوں میں یہ مژدہ پہونچایا کہ اے بطحائی پیغمبر کی طرز معاشرت و تحصیل معاد سے غافل ہو جانے والو ہوشیار ہو جاؤ ’’خواب غفلت سے جاگو‘‘ اور اس تعلیم صادق کے امید وار و منتظر رہو جو مردہ سنتوں کی احیاء اور متروکہ طریق نبویہ کے رائج و نافذ ہونے کے متعلق خالق جل و علی شانہ کو میرے ہاتھوں لینی اور مجھے نائب رسول بنا کر متنبہ کر دینے والا محی سنت محمدیہ قرار دینا ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ ماں اور باپ دونوں سلسلوں سے شریف النسب یعنی نجیب الطرفین شیخ زادہ انصاری اور ایوبی النسل تھے چنانچہ

باپ کی جانب سے خاندانی سلسلہ جس کو حضرت نے خود بیان فرمایا تھا اس طرح ہے مولانا رشید احمد بن مولانا ہدایت احمد صاحب بن قاضی پیر بخش بن قاضی غلام حسن بن قاضی غلام علی بن قاضی علی اکبر بن قاضی محمد اسلم الانصاری الایوبیؒ۔

اور ماں کی جانب سے سلسلہ نسب جس کو حضرت کے ماموں محمد شفیع صاحب نے خاندانی شجرہ محفوظہ سے نقل کرایا۔ یوں ہے مولانا رشید احمد صاحب بن مسماۃ کریم النساء بنت فرید بخش بن غلام قادر بن محمد صالح بن غلام محمد بن فتح محمد بن تقی محمد بن صالح محمد بن قاضی محمد کبیر الانصاری بن قاضی امن الدین عرف قاضی امن بن خواجہ فرید بن خواجہ شاہ بن خواجہ محمد فاضل بن خواجہ ہاشم بن خواجہ علاؤ الدین بن خواجہ رکن الدین بن خواجہ نجم الدین بن خواجہ شرف الدین بن خواجہ بڈا بن خواجہ عبدالمجید بن خواجہ کبیر بن خواجہ رکن الدین بن خواجہ شرف الدین بن خواجہ تاج الدین بن خواجہ منہاج الدین بن خواجہ ہاشم بزرگ بن اسمعیل بن خواجہ عبداللہ ہراتی بن خواجہ ابو محمد منصور بن خواجہ علی بن خواجہ محمد بن خواجہ احمد بن خواجہ جعفر بن ابی منصور بن ایوب بن الشیخ ابوایوب الانصاری کہ اصل نام پاک آں صحابی رسول مقبول ﷺ خالد بود۔

حضرتؒ کا نسبی سلسلہ جدہ کی طرف سے گیارہویں پشت پر حضرت امامِ ربانی غوث صمدانی قطب العالم شیخ المشائخ عبدالقدوس گنگوہیؒ سے جاملا ہے اسلئے کہ حضرت کے جد بزرگوار یعنی جناب قاضی پیر بخش مرحوم کی والدہ ماجدہ شیخ محمد صلاح کی صاحبزادی تھیں جن کا نام مسماۃ بولی تھا اور شیخ محمد صلاح کے جد سابع حضرت شیخ الشیوخ عبدالقدوس گنگوہی ہیں چنانچہ سلسلہ اس طرح ہے کہ مولانا رشید احمد صاحب بن مولانا ہدایت احمد بن قاضی پیر بخش بن مسماۃ بولی بنت محمد صلاح بن محمد صالح بن الشیخ عبدالاحد بن محمد طاہر بن فتح اللہ بن عبدالصمد بن عبدالحمید بن الشیخ الامام الہمام الاکمل عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے آباؤ اجداد یعنی سلسلہ نسب سے معلوم ہونے والی پاک اصلاب کا جدا جدا تذکرہ معلوم ہونا گو چنداں دشوار نہیں ہے مگر یہ ضرور ہے کہ اصل مقصد یعنی سوانح رشیدی سے بُعد ہو جائیگا اسلئے چھوڑا جاتا ہے ہاں اس مقدس تذکرہ کو وضاحت کیلئے جن مبادی کی ضرورت ہے انکا ذکر چونکہ لازمی ہے اسلئے سب سے اول یہ جتلا دینا ضروری ہے کہ حضرت مولانا کے شریف النسب اور نجیب الطرفین ہونے کیلئے بلکہ محبت وعظمت رسالت مآب ﷺ کا وارث بننے کے لئے یہ جلالت نسبی کافی ہے کہ آپ کے جد امجد حضرت مولانا ابوایوب مدنی انصاری صحابی رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مہاجر ماہتاب رسالت کو مدینہ منورہ میں اپنے مبارک مکان کے اندر جگہ دی اور اس نعمت خداوندی کے بھرپور خزانہ کی تقسیم کا شرف اپنے میموں منزل کے دامنوں میں حاصل کیا جس کو اہل مکہ نے ناقدردان بنکر اپنے سے علیحدہ کیا تھا اس جاں نثار میزبان رسول کے شیریں تذکرہ اور لذت والے نام سے کون مسلمان ہے جو ناواقف ہو اور اس خوش نصیب حامی و ناصر دین شیخ کی قابل فخر عزت اور تا قیامت مشہور رہنے والی خدمت سے کونسا کان ہے جو آشنا نہیں۔

مبارک منزلے کان خانہ راما ہے چنین باشد
ہمایوں کشورے کان عرصہ راشا ہے چنین باشد

اس لازوال دینی دولت سے مالا مال ہونے والے اور سلطان دین کی اَنْ گِنَتْ بخششوں سے گودیں بھرنے والے صحابی کی نسل میں اگر ایسے در فرید اور بے بہا لعل پیدا ہوں جو ضعف ایمانی کے وقت سب سے پہلے اپنے قدم بڑھا دیں اور تلف ہونے والی دینی نعمتوں سے گود بھریں مردہ سنتوں کو زندہ کریں، اور غفلت کی نیند سوئے ہوؤں کو جگائیں تو تعجب ہی کیا ہے اخر سلطانی میزبانی کا صلہ وانعام اور سلطان دین کے قدموں کی برت کا اثر کچھ تو قیامت تک ضرور قائم رہے اور وہ یہی

ہے کہ جس گلاب کے تختہ پر سلطانی تخت اول جلوہ افروز ہوا وہ قیامت کے لئے سدا بہار بن گیا اور کبھی نہ کبھی آخری زمانہ کو پہلی بہار کی جھلک دکھلانے کے لئے ضرور قابل حیرت روش پر پھلا اور پھولا، کھلا اور مہکا۔

ادھر دسویں صدی میں عالم کے دماغ معطر کرنیوالا شاداب پھول، یعنی شیخ عبدالقدوس قدس سرہٗ کا وجود باجود ارض ہندوستان کے لئے مایۂ ناز اور نسل نعمانی و ذریت بوحنیفہ کوفی میں وہ آفتاب ہدایت تھا جس نے دنیا میں چھائی ہوئی ظلمت وتاریکی پرنور عرفان وضیاء القرآن کی چمکدار شعاعیں ڈالیں اور دل آویز مہک سے عالم کے دل موہ لئے۔ پس نسل ایوبی و ذریت نعمانی میں اس خلف الصدق کی ضرورت تھی جو ہر دو اجداد کے ظاہری و باطنی فیضان سے مستفیض اور شریعت و حقیقت کے شمس وقمر کی نورانی شعاعوں سے بہرہ یاب ہوکر گمراہ ہونے والی مخلوق کا ہادی وراہبر قرار پائے اور نیابت رسالت کا حق ادا کرے۔ شیخ عبدالقدوس رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۳/ جمادی الآخر ۹۴۵ھ کو اس عالم سے جسمانی انقطاع فرمایا اور تیسری صدی کا آخری سال ختم نہیں ہونے پایا تھا کہ اس خاندان ایوبی کا نام باقی رکھنے والے اور قدوسی مسند کی عزت سنبھالنے والے نونہال نے اپنے وجود مسعود سے خانہ عالم معمور اور وہی قصبہ گنگوہ آباد کیا جس میں قدوسی خانقاہ اپنے شیخ کے سچے جانشین کی تلاش میں تین سو برس سے پریشان حال و ویران پڑی ہوئی تھی یعنی تیسری صدی کے پورے اختتام پر شیخ عبدالقدوس کے وصال کا سال اور مہینہ اور دن یعنی ۲۳۔ جمادی الآخر ۱۲۴۵ھ ہجری کا روز جب آیا ہے تو ہمارے حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ پورے سات ماہ اور سات دن کی عمر پا چکے تھے فالحمد للہ علی احسانہ۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی دادھیال دراصل قصبہ رامپور ضلع سہارنپور ہے مگر چونکہ حضرت کے دادا جناب قاضی پیر بخش صاحب مرحوم نے گنگوہ کو وطن بنالیا اسلئے

آئندہ نسل کا انتساب گنگوہ کی جانب ہوا اور تبدیل وطن کی وجہ یہ ہوئی کہ جناب قاضی پیر بخش صاحب مرحوم کے ماموں زاد بھائی شاہ قطب علی صاحب مرحوم گنگوہ کے باشندے تھے۔ شاہ صاحب پر بعض بنی اعمام اور کنبہ کی طرف سے مخالفانہ حملے ہوتے رہتے تھے یہاں تک کہ بعض معاملات میں مخالفت وعناد حد کو پہونچ گیا اور اجتماعی قوت سے صرف یورش ہی نہیں بلکہ شاہ قطب علی صاحب کے قتل کے منصوبے اور جان سے مارڈالنے کی تدابیر سوچی جانے لگیں۔ شاہ صاحب اول تو یہ کہ تنہا سینہ سپر بنے ہوئے مردانہ وار ایذائیں سہتے رہے آخر قتل کے منصوبوں کی خبر نے جب پریشان کردیا تو شاہ صاحب نے چارطرف نظر اٹھا کر دیکھا اور سوائے اپنے پھوپی زاد بھائی جناب قاضی پیر بخش صاحب مرحوم یا انہیں کے دیگر رشتہ داروں کے اور کسی کو اپنا نہ پایا چنانچہ اپنی نازک حالت اور معرض خطر میں پڑی ہوئی جان کی مصیبتیں بھائی کو لکھ بھیجیں اور خواہش کی کہ جس طرح ممکن ہو تم معہ دیگر اقارب کے گنگوہ چلے آؤ تاکہ ادھر میر ڈھارس بندھے اور کمر مضبوط ہو اور ادھر مخالفین پر دباؤ پڑے اور ہیبت چھائے۔ یہ رامپوری خاندانِ ایوبی بڑے دل جگرے کے لوگ تھے خصوصاً قاضی پیر بخش صاحب مرحوم تو دلیری و بہادری اور جرأت وشجاعت میں کئی قصبوں کے اندر مشہور تھے گولی لگانے اور تیر چلانے میں نہایت مشاق تھے آخر عمر میں نابینا ہوگئے تھے مگر نشانہ اندازی کی مشق ومہارت کا یہ عالم تھا کہ محض حرکت محسوس کرکے بلا نظر آئے شکار کی صرف آواز پر گولی چلادیتے اور ٹھیک نشانہ پر جاکر بیٹھتی تھی چنانچہ ایک مرتبہ درخت پر بیٹھے ہوئے بندر کی آہٹ پاکر بندوق کو سیدھا کرلیا اور لوگوں سے کہا کہ بندر کو بھگاؤ اور درخت کی شاخوں کو ہلاؤ چنانچہ اِدھر حرکت ہوئی اور اُدھر دھم سے بندر زمین پر آگرا۔ پتوں کی کھڑ کھڑاہٹ نے بندر کو جگہ سے حرکت دی ہی تھی کہ اِدھر گولی چلی اور اُدھر نتیجہ ظاہر ہوا۔ غرض قاضی صاحب مرحوم چونکہ انصاری

النسل تھے اسلئے اپنے مظلوم بھائی کی نصرت سے باز نہ رہ سکے گو وطن مالوف چھوڑنا پڑا مگر درخواست کا رد کرنا شان مروت و اصالت شرافت کے خلاف سمجھ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور چند دوسرے کنبہ داروں اور خاص اقارب کو ہمراہ لیکر گنگوہ آباد ہوئے اس وقت قاضی صاحب کی عمر صرف پندرہ سال کی تھی۔ اس نوعمری میں جبکہ عام طور پر یگانہ اور بیگانے میں تمیز بھی دشوار ہے کنبہ کو کنبہ سمجھنا قرابت داری کے حقوق کی نگہداشت، ننہیال کا پاس ولحاظ، معاونت و برادرداری وطن کا ہجران اور ایثار و نفع رسانی، مروت و وفا، شجاعت و عالی حوصلگی وغیرہا خصائل محمودہ کے بیش بہا جواہرات اسی پاک نفس صاحبی اور جدّ بزرگوار، خادم رسول امی کے حاصل کئے ہوئے شمائل تھے جو ودیعۃً یکے بعد دیگرے ارحام واصلاب میں منتقل ہوتے چلے آتے تھے ورنہ کہاں رامپور اور کہاں گنگوہ کیسے ماموں زاد بھائی اور کیسی معاونت جس کو آجکل عام خیالات نے دوسرے کی بلا کا اپنے سر دھرنا اور کسی پھٹی چادر میں پاؤں ڈالنا سمجھ رکھا ہے قاضی پیر بخش صاحب مرحوم اس تقریب سے گنگوہ میں مدعو ہوئے اور یہیں قیام فرمایا شریف تر خاندان میں شادی ہوئی اور یہیں مولوی ہدایت احمد صاحب تولد ہوئے جو حضرت مولانا رشید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والد تھے۔

مولانا ہدایت احمد صاحب کا قصبہ گنگوہ جس طرح مولد تھا اسی طرح تربیت کا گہوارا اور نشو ونما کا مسکن و ماوا بھی تھا کیونکہ مولانا مرحوم یہیں رہے سہے یہیں بڑھے اور جوان ہوئے اسی قصبہ میں پھلے پھولے اور یہیں انصاری خاندان میں مولانا محمد نقی صاحب کی ہمشیرہ کے ساتھ شادی ہوئی۔ مولانا محمد نقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولوی محمد شفیع صاحب مدظلہ کے بڑے بھائی تھے جو ایّام غدر میں شہید ہوئے رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

مولانا محمد نقی (۱) صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا قدس سرہ کے خسر بھی ہیں اور ماموں بھی کیونکہ آپ کی صاحبزادی بی بی خدیجہ حضرت مولانا قدس سرہٗ سے بیاہی

تھیں۔ یہی عفت مآب خاتون جن کو قطب عالم کی زوجیت کا شرف حاصل ہوا صاحبزادگان جناب حکیم مولانا مولوی مسعود احمد صاحب اور مرحوم ومغفور مولانا مولوی محمود احمد صاحب و نیز صاحبزادی صاحبہ صفیہ خاتون سلمہا ربہا زوجہ محمد ابراہیم صاحب کی والدہ ماجدہ ہیں۔ حضرت مولانا قدس سرہٗ کے والد ماجد مولانا ہدایت احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ میں مقدس عالم اور دینی مقتدا بزرگ تھے اپنے علم پر عامل اور ریاضت کیش صاحبدل شیخ تھے علم ظاہری یعنی شریعت میں علماء اہل خانقاہ خاندان میں حجۃ اللہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ سے تلمذ کا شرف حاصل تھا اور علم باطنی یعنی طریقت میں شاہ غلام علی صاحب مجددی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے توسل و تعلق ارادت قائم تھا چونکہ مولانا مرحوم اپنے شیخ کے مخلص عقیدت مند اور منظور نظر مرید تھے اسلئے مولویت وعلم شریعت بیضاء کے ساتھ اصلاح نفس اور سلوک و تصوف کے دریائے موّاج کا بھی وافر حصہ لئے ہوئے تھے۔

زود نویسی اور خوشخطی میں اس قدر مشاق تھے کہ کتابیں کی کتابیں لکھ ڈالیں اور قلم برداشتہ بھی لکھیں تو ایسی صاف اور خوشخط گویا ہار میں موتی پرودئے چنانچہ مولانا کے ہاتھ کی لکھی ہوئی متعدد کتابیں اب تک موجود اور قلمی نسخوں میں صاحبزادہ جناب حکیم مسعود احمد صاحب کے صندوق میں رکھی ہوئی ہیں۔ جناب مولوی ہدایت احمد صاحب کو عملیات اور تعویذ گنڈوں سے بھی مناسبت تھی۔ حُب و بغض اور تسخیر وغیرہ اعمال کا فی الجملہ شوق تھا۔ مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کا بیان ہے کہ مولانا اپنے شیخ حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے مجاز یعنی خلیفہ طریقت بھی تھے۔ مولانا مرحوم نے ساڑھے پینتیس سال کی عمر میں بماہ جمادی ۱۲۵۲ ہجری بمرض ماشرہ گورکھپور میں انتقال فرمایا۔ جس وقت یہ باپ کا سایۂ عاطفت حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ کے سر سے اٹھا ہے اس وقت

حضرت کی عمر صرف سات برس کی تھی اس یتیم نونہال کی پدرانہ پرداخت آپ کے جدامجد (۱) قاضی پیر بخش صاحب کے حوالہ ہوئی مولوی ہدایت احمد صاحب کے دو صاحبزادے اور تھے جن میں ایک حضرت مولانا سے چند سال بڑے اور فارسی کی ابتدائی کتابوں میں حضرت مولانا کے استاذ بھی تھے جن کا نام مولوی عنایت احمد تھا اور دوسرے حضرت مولانا سے چھوٹے جن کا نام سعید احمد تھا انہوں نے والد صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد بعمر نو سال وفات پائی۔ تینوں حقیقی بھائیوں کی دو بہنیں تھیں ان میں ایک بہن حقیقی سب میں بڑی مسماۃ فصیحاً ہیں اور دوسری بہن علاتی تھیں جن کا نام امۃ الحق تھا۔

☆☆☆

اجان کے دادا

امام ربانی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ پر

الزامِ بغاوت اور اس کی کیفیت

کیا ظلم وستم ہے کہ مسیحائے جہاں کو — افساد وستم پیشہ و سفاک کہا جائے
جو گوشہ نشیں خود ہی گرفتار محن ہو — کس منہ سے اسے مفسد وچالاک کہا جائے

شروع ۱۲۷۶ ہجری نبوی ۱۸۵۹ھ وہ سال تھا جس میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا اور مفسدوں میں شریک رہنے کی تہمت باندھی گئی اس وحشت ناک قصہ کا بقدر ضرورت تذکرہ بھی چونکہ سوانح کا جزو لازم ہے اسلئے مناسب ہیکہ ابتداء واقعہ سے لیکر انتہا تک اجمالی بیان کردیا جائے۔ رمضان ۱۲۷۳ھ یعنی مئی ۱۸۵۷ء کا وہ طوفان جس کے تصور سے رونگٹا کھڑا ہوتا ہے ہندوستان کیا بلکہ دنیا بھر میں ایسا مشہور و معروف ہے کہ شاید دوسرا نہ ہو۔ سلطنت مغلیہ کا آخری دور اور لبریز ہوجانے والے پیمانہ شاہی کا پچھلا منظر یعنی بدنصیب خانماں برباد بہادر شاہ ظفر پادشاہ دہلی کا وہ بلاخیز سماں تھا جس میں کارتوسوں

پر چربی لپیٹے جانے کی جھوٹی افواہ اڑی اور غدر برپا کرنے کے چھپے کھلے مجمعوں میں چرچے شروع ہوئے تھے۔ تباہ ہونے والی رعایا کی نحوست تقدیر نے ان کو جو کچھ بھی سمجھایا اس کا انہوں نے نتیجہ دیکھا اور ان کی نسل دیکھ رہی ہے۔ جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کمپنی کے امن وعافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا، فوجیں باغی ہوئیں، حاکم کی نافرمان بنیں، قتل وقتال کا بند بازار کھولا اور جوانمردی کے غرّہ میں اپنے پیروں پر خود کلھاڑیاں ماریں۔ اس بھیانک منظر میں ہزارہا بندگان خدا ناکردہ گناہ بھی پھانسی چڑھائے گئے جن کے بچے یتیم اور بیبیاں بیوہ ہوئیں۔ اطراف کے شہر شہر اور قصبہ قصبہ میں بدامنی پھیل گئی۔ حاکم کے انتظام کا اٹھنا تھا کہ باہم رعایا میں برسوں کی دبی ہوئی عداوت نکلنے اور خدا جانے کس کس زمانہ کے انتقام لینے کا وقت آ گیا کہ جدھر دیکھو مار پیٹ اور جس محل پر نظر کرو معرکہ آرائی وجنگ، اسی بلاخیز قصہ میں تھانہ بھون کا وہ فساد واقع ہوا جس میں قاضی محبوب علی خاں کی مخبری سے حضرت مولانا پر مقدمہ قائم ہوا جس کی ابتدا یہ تھی کہ تھانہ کے رئیس قاضی عنایت علی خان کا چھوٹا بھائی عبدالرحیم خاں چند ہاتھی خریدنے سہارنپور گیا۔ وہاں اس آفت رسیدہ کا کوئی بنیا قدیمی دشمن کئی دن سے ٹھہرا ہوا تھا جس کو زمین دارانہ تخمصات میں عبدالرحیم کے ساتھ خاص عداوت تھی۔ دشمن نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور فوراً حاکم ضلع سے جا رپورٹ کی فلاح رئیس بھی باغی ومفسد ہے چنانچہ دہلی میں کمک بھیجنے کیلئے ہاتھی خریدنے سہارنپور آیا ہوا ہے۔ زمانہ اندیشہ ناک اور احتیاط کا تھا پولس اسی وقت دوڑ گئی اور رئیس گرفتار ہو گیا نتیجہ یہ ہوا کہ پھانسی ہوئی اور تھانہ بھون کے نیک دل سرکاری خیر خواہ زمیندار کو مظلوم بھائی سے دنیا میں ہمیشہ کیلئے جدا ہو جانے کی خبر ملی۔ اس بدامنی کی حالت میں جس کو قصہ کی اصلیت ظاہر کرنے کیلئے مختصر الفاظ میں حاشیہ پر درج کر دیا گیا ہے۔

عام باشندگان قصبہ کی یہ حالت ہوئی گویا ان کا مربی ومنتظم پادشاہ سر سے اٹھ گیا اور شرعی وطبعی ضروریات تخمصات میں بھی کوئی خبر گیراں نہ رہا جس کی رائے پر عمل کریں پس یہ لوگ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ بلا کسی حاکم کی سرپرستی کے گزران دشوار ہے گورنمنٹ نے باغیوں کی بغاوت کے باعث اپنا دامن اٹھا لیا اور بذریعہ اشتہار عام اطلاع دیدی ہے کہ اپنی اپنی حفاظت ہر شخص کو خود کرنی چاہیئے اس لئے آپ چونکہ ہمارے دینی سردار ہیں اس لئے دنیاوی نظم حکومت کا بھی بار اپنے سر رکھیں اور امیر المؤمنین بن کر ہمارے باہمی قضیے چکا دیا کریں۔ اس میں شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت کو ان کی درخواست کے موافق ان کے سروں پر ہاتھ رکھنا پڑا اور آپ نے دیوانی وفوجداری کے جملہ مقدمات شرعی فیصلہ کے موافق چند روز تک قاضی شرع بن کر فیصل بھی فرمائے۔

اسی قصہ نے مفسدوں میں شریک ہونے کی راہ چلائی اور مخبروں کو جھوٹی سچی مخبری کا موقع دیا۔ حضرت امام ربانی قدس سرہٗ دس برس ہوئے اعلیٰ حضرت کو اپنے دین ودنیا کا سردار بنا ہی چکے تھے ہمیشہ آمد ورفت رہتی ہی تھی اب جب کہ ہر چہار طرف بدامنی تھی آپ کے لئے یہاں حاضر رہنے سے زیادہ بہتر کوئی جگہ دنیا میں نہ تھی ادھر اعلیحضرت کو حکومت کے فیصلے اور شرعی قضا میں مولوی کی ضرورت تھی کہ حق بات میں اعانت کرتا رہے اس لئے آپ اور مولانا محمد قاسم صاحب معہ دیگر خدام کے یہیں رہ پڑے۔

مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی شجاعت

اتنی بات یقینی ہے کہ اس گھبراہٹ کے زمانہ میں جبکہ عام لوگ بند کواڑوں میں گھر بیٹھے ہوئے کانپتے تھے حضرت امام ربانی اور نیز دیگر حضرات اپنے کاروبار

نہایت ہی اطمینان کے ساتھ انجام دیتے اور جس شغل میں اس سے قبل مصروف تھے بدستوران کاموں میں مشغول رہتے تھے کبھی ذرہ بھر اضطراب نہیں پیدا ہوا اور کسی وقت ذرہ برابر تشویش لاحق نہیں ہوئی آپ کو اور آپ کے مختصر مجمع کو جب کسی ضرورت کے لئے شاملی کرانہ یا مظفرنگر جانے کی ضرورت ہوئی غایت درجہ سکون ووقار کے ساتھ گئے اور طمانیت قلبی کے ساتھ واپس ہوئے۔ ان ایام میں آپ کوان مفسدوں سے مقابلہ بھی کرنا پڑا جوغول کے غول پھرتے تھے۔

حفاظت جان کیلئے تلوار البتہ پاس رکھتے تھے اور گولیوں کی بوچھار میں بہادر شیر کی طرح نکلے چلے آتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب ونیز حافظ ضامن صاحب کے ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہوگیا۔ یہ نبرد آزما دلیر جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح جما کرڈٹ گیا اور سرکار پر جان نثاری کے لئے تیار ہوگیا۔ اللہ رے شجاعت وجوانمردی کہ جس ہولناک منظر سے شیر کا پتہ پانی اور بہادر سے بہادر کا زہرہ آب ہوجائے وہاں چند فقیر ہاتھوں میں تلوار لئے جم غفیر بندوقچیوں کے سامنے ایسے جمے رہے گویا زمین نے پاؤں پکڑ لئے ہیں چنانچہ آپ پر فائر ہوئیں اور حضرت حافظ ضامن صاحب رحمۃ اللہ علیہ زیرناف گولی کھا کر شہید بھی ہوئے۔

حضرت مولانا قاسم العلوم رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ یکا یک سر پکڑ کر بیٹھ گئے جس نے دیکھا جانا کہ کنپٹی میں گولی لگی اور دماغ پار کر کے نکل گئی اعلیٰ حضرت نے لپک کر زخم پر ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا ”کیا ہوا؟ میاں“ عمامہ اتار کر سر کو جو دیکھا کہیں گولی کا نشان تک نہ ملا اور تعجب یہ ہے کہ خون سے تمام کپڑے تر۔

حافظ ضامن رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت

حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کو خادمانہ ومریدانہ تعلق پر اعلیٰ حضرت کے ساتھ توجہ کچھ وابستگی تھی مگر چچا پیر حضرت حافظ ضامن صاحب کے ساتھ بھی نہایت ہی درجہ مخلصانہ انس تھا اور حافظ صاحب بھی مولانا کے گویا جاندادہ عاشق تھے اسی گھمسان میدان میں مولانا کو پاس بلایا اور فرمایا ”میاں رشید میرادم نکلے تو تم میرے پاس ضرور ہونا“ تھوڑی دیر گزری تھی کہ حافظ صاحب دھم سے زمین پر گرے معلوم ہوا کہ گولی کاری لگی اور خون کا فوّارہ بہنا شروع ہوا۔ حافظ صاحب کا زخم سے چور ہوکر گرنا تھا اور حضرت امام ربانی نے لپک کر تڑپتی نعش کا کاندھے پر اٹھالی۔ قریب کی مسجد میں لائے اور حضرت کا سر اپنے زانو پر رکھ کر تلاوت قرآن شریف میں مشغول ہوگئے۔

حافظ ضامن رحمۃ اللہ علیہ کی تدافین

دیکھنے والوں سے سنا ہے کہ حضرت مولانا کی اس مردانگی پر تعجب تھا کہ کس اطمینان کے ساتھ سنسان مسجد میں تنہا بیٹھے ہوئے اپنے نوردیدہ چچا کے سفر آخرت کا سماں دیکھ رہے اور اپنے عاشق محبوب کی نزع کا آخری وقت نظارہ کر رہے تھے۔ آنکھوں میں آنسو تھے اور زبان پر کلام اللہ یہاں تک کہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا آپ کے زانو پر سر رکھے رکھے وصال ہوگیا اور حضرت مولانا چچا کی وصیت کو پورا کرنے کے باعث مسرور ہوکر باطمینان کھڑے ہوئے۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ حضرت حافظ صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تمام نسبت حضرت قدس سرہٗ کی طرف منتقل ہوئی۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ۔

اللہ اللہ جس بزرگ نے دس برس ہوئے اعلیٰ حضرت سے سفارش کر کے حضرت مولانا کو بیعت کرایا اور اعانت کے ایک کلمۃ الخیر سے ہمدردی ظاہر فرمائی تھی وہ قدس نفس مرید آخری وقت میں اس آخری خدمت کا انجام دینے کے لئے قدرت کی طرف سے تجویز ہوا تھا جس میں نہ کوئی پاس تھا نہ قریب، یگانہ تھا نہ بیگانہ۔ آخر جب مفسدوں کی معرکہ آرائی سے پیچھا چھٹا تو حضرت اپنے شہید وفا روحانی مربی کی نعش کو کاندھے پر لے کر اٹھے اور چار پائی پر لٹا کر کے بعد دیگر تھانہ میں بسمت مغرب زمین کی گود کے حوالہ کیا۔

لوٹ کا الزام

جب بغاوت وفساد کا قصہ فرو ہوا اور رحمدل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پا کر باغیوں کی سرکوبی شروع کی تو جن بزدل مفسدوں کو سوائے اس کے اپنی رہائی کا کوئی چارہ نہ تھا کہ جھوٹی سچی تہمتوں اور مخبری کے پیشہ سے سرکاری خیر خواہ اپنے کو ظاہر کریں انہوں نے اپنا رنگ جمایا اور ان گوشہ نشین حضرات پر بھی بغاوت کا الزام لگایا اور یہ مخبری کی کہ تھانہ کے فساد میں اصل الاصول یہی لوگ تھے اور شاملی کی تحصیل پر حملہ کرنے والا یہی گروہ تھا بستی کی دو کانوں کے چھپر انہوں نے تحصیل کے دروازہ پر جمع کئے اور اس میں آگ لگا دی یہاں تک کہ جس وقت آدھے کواڑ جل گئے ابھی آگ بجھنے بھی نہ پائی تھی کہ ان نڈر ملاؤں نے جلتی آگ میں قدم بڑھائے اور بھڑکتے ہوئے شعلوں میں گھسکر خزانہ سرکار کو لوٹا تھا حالانکہ یہ کمل پوش، فاقہ کش، نفس کش حضرات فسادوں سے کوسوں دور تھے ملک ومال کے جھگڑے اگر سر رکھتے تو یہ صورت ہی کیوں ہوتی کوئی کہیں کا ڈپٹی ہوتا اور کوئی کسی جگہ کا صدر الصدور کچہری کے عالیشان کمرے اور عدالت کے وسیع اور اونچی چھتوں والے مکانات کو چھوڑ کر قبر

کی تنگی یاد دلانے والے حجروں اور کھرّے بوریہ کے فرش والے تاریک گوشوں میں کیوں پڑتے مگر ؎

کون سنتا ہے کہانی میری
اور پھر وہ بھی زبانی میری

دودھ کا دودھ پانی کا پانی

بڑی مصیبت یہ تھی کہ حکام کے سامنے جانے کا کبھی ان کو اتفاق نہیں ہوا ملزم ومجرم بننے کا موقع ہی نہیں ملا کہ براءت اور صفائی کا طریقہ معلوم ہو۔ نہ اتنی دنیاوی عزت کہ جس کا کوئی لحاظ کرے نہ وہ چہل پہل اور بے تکان لسانی کہ جس کا پاس ہو، نہ پاس روپیہ کہ بذریعہ وکالت اس الزام کو اٹھائیں اور خرچ کریں نہ ایسی اندھی جنگ بغاوت کبھی دیکھی یا سنی کہ جس کے نتیجہ سے کچھ بھی واقفیت نہ ہو آخر بادل دردمند اپنے مالک جل وعلیٰ شانہ کی طرف متوجہ ہوئے اور جو حکم غیب سے صادر ہوا اس پر کار بند ہونے کے منتظر وآمادہ ہوئے حق تعالیٰ کا شکر ہے کہ سچ سچ ہو کر رہا اور جھوٹ جھوٹ ہی رہا۔ ان حضرات پر اتہام کا بحمد اللہ کوئی ثمرہ مرتب نہ ہوا گو خدائی آزمائش میں جھڑ جھڑائے گئے۔ پریشانیاں اٹھائیں کوفت سہی روپوش رہے مگر انجام کار حق کو غلبہ ہوا اور ''دودھ کا دودھ پانی کا پانی'' ان پاک نفوس اور ملکوتی صفات بدنوں پر آنچ نہ آئی۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اسی قصہ میں اپنے شیدائی بچوں یعنی مولانا قاسم العلوم اور خلف الرشید امام ربانی کو الوداع کہا کہ اب ارض ہند میں یکجائی فلک کو ناگوار ہے اور یہ دونوں لاڈلے بچے اپنے غمخوار روحانی باپ سے بادل ناخواستہ تن بہ تقدیر رخصت ہوئے۔ اعلیٰ حضرت نے چند ماہ انبالہ نگری پنجلاسہ وغیرہ کے

مواضع وقصبات میں اپنے کو چھپایا اور آخر براہ سندھ وکراچی عرب کا راستہ لیا۔ ہندوستان کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہکر اور پانی کے جہاز پر سوار ہوکر مکہ معظّمہ پہونچے۔ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دیوبند اور امام ربانی قدس سرہٗ نے گنگوہ مراجعت فرمائی۔

انہیں ایام روپوشی میں مولانا قاسم العلوم کو املیا، گمتھلا، لاڈوہ، پنجلاسہ، اور جمنا پار کئی دفعہ آنے جانے کا اتفاق ہوا اور امام ربانی قدس سرہ نے قیام زیادہ تر گنگوہ یا رامپور میں کیا مگر اپنے ہادی برحق کی ہندوستان میں آخری زیارت کے شوق سے بیتاب ہوکر انبالہ، تگری اور پنجلاسہ کے سفر کو اٹھے اور مستور الحال مخفی طور پر اس حق کو ادا فرما کر واپس وطن ہوئے اس زمانہ کی کیفیات ایسی عجیب وغریب گزری ہیں کہ اگر کھلی کرامتوں کے ذکر پر اکتفا کیا جائے تو کئی ورق چاہئیں۔ اس لئے اسی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کی حفاظت

تینوں حضرات کے نام چونکہ وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے اور گرفتار کنندہ کے لئے صلہ تجویز ہو چکا تھا اسلئے لوگ تلاش میں ساعی اور حراست کی تگ ودو میں پھرتے تھے اعلیٰ حضرت نے وطن کو خیر باد کہا اور بہ نیت حرمین گھر سے باہر نکلے چونکہ مولانا گنگوہی سے زیادہ تعلق تھا اس لئے آخری ملاقات ہند کے لئے گنگوہ تشریف لائے۔ اس وقت حضرت مولانا قدس سرہ کی عفت مآب صاحبزادی یعنی حافظ محمد یعقوب صاحب کی والدہ ماجدہ کی عمر دو سال کی تھی جس وقت پنجلاسہ ضلع انبالہ میں پہونچے ہیں تو راؤ عبد اللہ خان رئیس کے اصطبل اسپان کی ویران وتاریک کوٹھری میں مقیم تھے ایک روز اسی کوٹھری میں وضو فرما کر چاشت کی نماز کے ارادہ سے مصلّی بچھایا اور جاں نثار حضار جلسہ سے فرمایا کہ آپ لوگ جائیں میں نفلیں پڑھ لوں۔ راؤ

عبداللہ خاں اعلیٰ حضرت کے بڑے جاں نثار خادم اور مشہور مرید ہیں گھر کے خوشحال زمیندار اور سرکار کے نزدیک باوجاہت شخص سمجھے جاتے تھے۔ معلوم تھا کہ اعلیٰ حضرت پر جو الزام لگایا گیا ہے اس کے قائم ہوتے اپنا مکان کھول دینا دنیاوی حیثیت سے کس درجہ خطرناک ہے کیونکہ باغی کی اعانت بھی سرکاری بغاوت میں شمار ہے مگر اس کے ساتھ ہی غلبۂ حب دین اور فرط عشق میں اس درجہ مغلوب تھے کہ نہ مال کی پروا تھی نہ جان کی۔ خدا کی شان کہ جس وقت راؤ عبد اللہ خان اعلیٰ حضرت کو تحریمہ باندھے نوافل میں مشغول چھوڑ کر کوٹھری سے باہر نکلے اور پٹ بند کر کے اصطبل کے دروازہ کے قریب پہونچے ہیں تو سامنے سے پولس آفیسر کو آتے دیکھا اور ہکّا بکّا ششدر کھڑے کے کھڑے رہ گئے۔

خدا جانے مخبر کون اور کس بلا کا پتلہ تھا جس نے عین وقت پر روپوشی کی کوٹھری تک معین کر دی تھی چنانچہ پولس اصطبل کے پاس پہونچی اور افسر نے مسکرا کر راؤ صاحب سے اِدھر اُدھر کی باتیں شروع کر دیں گویا اپنے ناوقت آنے کی وجہ کو چھپایا۔ جہاں دیدہ تجربہ کار راؤ صاحب دور ہی سے تاڑ گے تھے کہ ”این گلِ دیگر شگفت“ مگر نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن اپنی جان یا عزت کے جانے، ریاست و زمینداری کے ملیا میٹ ہونے اور ہتھکڑیاں پڑ کر جیل خانہ پہونچنے یا پھانسی پر چڑھ کر عالم آخرت کا سفر کرنے کی تو مطلق پروانہ تھی اگر فکر ورنج یا حزن وافسوس تھا تو یہ کہ ہائے غلام کے گھر سے اور آقا گرفتار ہو اور عبد اللہ خان کی نظر کے سامنے اس کا جان سے زیادہ عزیز شیخ پابہ زنجیر کیا جائے مگر اس کے ساتھ ہی راؤ صاحب اک جوانمرد مستقل مزاج نہایت دلیر اور قوی القلب راجپوت تھے تشویش کو دل میں دابا اور چہرہ یا اعضا پر کوئی بھی اثر اضطراب کا محسوس نہ ہونے دیا مسکرا کر جواب دیا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔

پولس کا افسر گھوڑے سے اترا اور یہ کہہ کر کہ ”میں نے آپ کے یہاں ایک گھوڑے کی تعریف سنی ہے اسلئے بلا اطلاع یکا یک آنے کا اتفاق ہوا“ اصطبل کی جانب قدم اٹھائے۔ راؤ صاحب ”بہت اچھا“ کہہ کر ساتھ ساتھ ہو لئے اور نہایت ہی اطمینان کے ساتھ گھوڑوں کی سیر کرانی شروع کی۔ افسر بار بار راؤ صاحب کے چہرہ پر نگاہ جماتا اور اس درجہ مطمئن پا کر کبھی مخبر کی دروغ گوئی کا غصہ اور گاہے اپنی ناکامی و تکلیف سفر کا افسوس لاتا تھا یہاں تک کہ گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتا ہوا حاکم اس حجرہ کی طرف بڑھا جس میں اعلیٰ حضرت کی سکونت کا مخبر نے پورا پتہ دیا تھا اور یہ کہکر کہ ”اس کوٹھری میں کیا گھاس بھری جاتی ہے؟ اس کے پٹ کھولدئے راؤ عبد اللہ خاں کی اس وقت جو حالت ہوئی ہوگی وہ انہیں کے دل سے پوچھنی چاہئے سمجھتے تھے کہ تقدیر کے آخری فیصلہ کا وقت آگیا اور اپنا پیمانہ حیات لبریز ہو کر اچھلا چاہتا ہے اس لئے راضی برضا ہو کر ”جی ہاں“ کہا اور حکم گرفتاری کے منتظر کھڑے ہو گئے۔

خداوندی حفاظت کا کرشمہ دیکھئے کہ جس وقت کوٹھری کا دروازہ کھلا ہے تخت پر مصلیٰ ضرور بچھا ہوا تھا لوٹا رکھا ہوا اور نیچے وضو کا پانی البتہ بکھرا ہوا پڑا تھا مگر اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کا پتہ بھی نہ تھا۔ افسر متحیر و حیران اور راؤ عبداللہ خان دل ہی دل میں شیخ کی عجیب کرامت پر فرحاں و شاداں کچھ عجیب سماں تھا کہ حاکم نہ کچھ دریافت کرتا ہے نہ استفسار کبھی ادھر دیکھتا ہے کبھی ادھر آخر مخبر کی دھوکہ دہی سمجھ کر بات کو ٹالا اور کہا کہ خانصاحب ”یہ لوٹا کیسا اور پانی کیوں پڑا ہے؟“ راؤ صاحب بولے ”جناب اس جگہ ہم مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور وضو میں منہ ہاتھ دھویا کرتے ہیں چنانچہ ابھی آپ کے آنے سے دس منٹ قبل اسی کی تیاری تھی۔“ افسر نے ہنس کر کہا کہ ”آپ لوگوں کی نماز کے لئے تو مسجد ہے یا اصطبل کی کوٹھری؟“ راؤ صاحب نے فوراً جواب دیا کہ ”جناب مسجد فرض نماز کے لئے ہے اور نفل نماز ایسی ہی چھپی جگہ

پڑھی جاتی ہے جہاں کسی کو پتہ بھی نہ چلے“۔ لاجواب جواب سن کر افسر نے پٹ بند کردئے اور اصطبل کے چاروں طرف غائر نظر دوڑانے کے بعد باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو یہ کلمات کہہ کر رخصت ہوا ”راؤ صاحب معاف کیجئے آپ کو اس وقت ہماری وجہ سے بہت تکلیف اٹھانی پڑی اور پھر بھی ہمیں کوئی گھوڑا پسند نہ آیا“

راؤ عبداللہ خاں صاحب کی نظر سے پولس کے سوار جب اوجھل ہو لئے تو واپس ہوئے اور کوٹھری کھولی دیکھا کہ اعلیٰ حضرت نماز سے سلام پھیر چکے اور مصلّے پر مطمئن بیٹھے ہوئے ہیں۔

مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی روپوشی

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ دیوبند میں روپوش تھے۔ ایک روز زنانہ مکان کے کوٹھے پر مردوں میں سے کوئی تھا نہیں زینہ میں آکر فرمایا ”پردہ کرلو میں باہر جاتا ہوں“ عورتوں سے رُک نہ سکے باہر چلے گئے۔ جا رہے تھے کہ پولس راستہ میں ملی آپ ہی کی گرفتاری میں تھی۔ خدا کی شان ہے کہ ایک شخص نے آپ ہی سے پوچھا کہ ”مولوی محمد قاسم کہاں ہیں؟“ آپ نے ایک قدم آگے بڑھا کر پچھلے پاؤں کی جانب نظر ڈالی اور فرمایا ”ابھی تو یہاں تھا“ یہ فرما کر آپ اگے چلے گئے اور پولس نے مکان پر جا کر تلاشی لی۔ آخر ناکام واپس ہوئے۔ ہر چند کہ یہ حضرات حقیقۃً بے گناہ تھے مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی نے ان کو باغی و مفسد اور مجرم و سرکاری خطاوار ٹھہرا رکھا تھا اس لئے گرفتاری کی تلاشی تھی مگر حق تعالیٰ کی حفاظت سر پر تھی اسلئے کوئی آنچ نہ آئی ہاں چندروز کی تفریق بین الاحباب مقدر تھی وہ اٹھانی تھی سو اٹھائی اور اس ضمن میں کرامات و خوارق عادات غیبی حفاظت کے سامان اور سچائی ثابت ہونے کے اسباب ظاہر ہوئے اس قصہ کے بعد مولانا مسجد میں رہتے اور کوئی کسی قسم کا تعرض نہ کرتا تھا۔

حضرت امام ربانی قطب الارشاد مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ کو اس سلسلہ میں امتحان کا بڑا مرحلہ طے کرنا تھا اسلئے گرفتار ہوئے اور چھ مہینے مظفر نگر کی حوالات میں بھی رہے عجب بات یہ تھی کہ پانچوں وقت آپ کے لئے جیل کا پھاٹک کھولا جاتا اور آپ مسجد میں جاکر نماز ادا فرماتے پھر حوالات میں بند ہوجاتے آخر جب تحقیقات اور پوری تفتیش و چھان بین سے کالشّمس فی نصف النہار ثابت ہوگیا کہ آپ پر جماعت مفسدین کی شرکت کا محض الزام ہی الزام اور بہتان ہی بہتان ہے اس وقت رہا کئے گئے اور آپ بخیر وعافیت وطن مالوف کو واپس آئے۔

انسانی قلب ایک آئینہ ہے

انسانی قلب ایک آئینہ ہے جس میں تجلیات باری تعالیٰ کے منعکس ہونے کی استعداد اور قابلیت موجود ہے۔ اس استعداد کے ظاہر ہونے اور عملی حالت میں لانے کے لئے ضرورت ہے کہ اس کو صیقل کیا جائے اور شفاف رکھا جائے پھر اس کو آفتاب کی مواجہت میں اس طرح رکھدیا جائے کہ رخ نہ پھرنے پائے، اس قلب کی صیقل اس ہمت و مجاہدہ سے ہوتی ہے جو معصیت کی ظلمت اور بدخلقی و ذیل عادات کے تکدّر اور گردوغبار کو ہر وقت کوشش اور سعی کے ساتھ مٹاتی اور دور کرتی رہتی ہے۔ پھر جب غبار اڑ جاتا ہے تو دوام ذکر وفکر میں اس کو مشغول کردیا جاتا اور خالق جل وعلیٰ شانہ کے حضور میں علی الدوام قائم رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس مواجہۃ کی بدولت اس میں وہ انعکاس پیدا ہوتا ہے جس کی نظیر بیان کرنے کو دنیا میں کوئی شئے نظر نہیں آتی۔ یہ ایک آئینہ جس وقت اصل معدن نور سے منور ہوجاتا ہے تو اندھیرے عالم کو منور کرنے کے لیے کافی ہے۔ یہی نور تھا جس کو لے کر رسول مقبول ﷺ کا مبارک قلب دنیا میں آیا اور آفاق عالم کو منور بنا گیا اسی کی نورانیت دوسروں

تک متعدی ہوئی اور صیقل شدہ متوجہ قلب میں منعکس ہوکر ہر زمانہ میں ہدایت کی روشنی پھیلاتی رہی آفتاب نبوت سے روشن ہونے والے چراغ چودہ سو برس کے بعد آج بھی دنیا میں موجود ہیں اور قیامت تک باقی رہیں گے۔ اس مقدس نور کے حامل اولیاء اللہ کہلاتے ہیں جن کی گنتی امت محمدیہ میں لاکھوں سے بڑھ گئی اور اسی مقدس گروہ کے ایک رکن اور فرد اعظم شیخ کا یہ تذکرہ ہے جن کا لذّت دہندہ اسم مبارک مخدوم العالم حضرت مولانا رشید احمد قدس سرہٗ ہے اور جو اپنے زمانہ کے قطب الارشاد تھے۔ اَللّٰھُمَّ ارْفَعْ دَرَجَتَہٗ وَ احْشُرْنَا فِیْ زُمْرَتِہٖ۔

☆☆☆

اجان کے دادا

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا روحانی شجرۂ مبارک

نفس نتواں گشت الاظل پیر
دامن آں نفس کش راسخت گیر

مخدوم العالم امام ربانی مرشدنا ومولانا الحافظ الحاج المولوی رشید احمد محدث گنگوہی قدس سرہ العزیز کونسبت بیعت وارتباط صحبت وخرقہ واجازت حاصل ہے اعلیٰ حضرت مولانا حاجی امداد اللہ شاہ مہاجر مکیؒ سے اور اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ کی نسبت وصحبت کا اتصال سرور عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک متعدد طرق سے ضیاء القلوب میں مذکور ہے ناظرین سوانح اور متوسلین آستانہ گنگوہیہ کی آگاہی کے لئے مختصراً عرض کرنا ضروری ہوا۔

(خاندان چشتیہ، صابریہ، قدوسیہ) (۱) امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد انصاری ایوبی نعمانی محدث گنگوہی قدس سرہ (وصال ۸ جمادی الثانیہ ۱۳۲۳ھ مرقد گنگوہ) (۲) از اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ شاہ فاروقی مہاجر مکیؒ (۱۲/ جمادی الثانیہ

۱۳۱۷ھ جنت المعلیٰ مکہ معظّمہ) (۳) از میانجیو نور محمد علوی ﴿۱﴾ جھنجھانویؒ (۴/ رمضان ۱۲۵۹ جھنجھانہ) (۴) از حاجی سید عبد الرحیم ﴿۲﴾ فاطمی شہید ولایتی (۲۷/ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ پنجتار ولایت) (۵) از شاہ عبد الباری ﴿۳﴾ صدیقیؒ امروہی (۱۱/ شعبان ۱۲۲۶ھ امروہہ) (۶) از شاہ عبد الہادی صدیقیؒ امروہی (جمعہ ۴/ رمضان ۱۱۹۰ھ امروہہ) (۷) از سید عضد الدینؒ ﴿۴﴾ (۷/ رجب ۱۱۷۲ھ) (۸) از شاہ محمد ﴿۵﴾ مکیؒ جعفری (۱۱/ رجب امروہہ) (۹) از شاہ سید محمدیؒ (۳/ رجب ۱۱۰۷ھ اکبر آباد) (۱۰) از شیخ محبّ اللہ صدیقیؒ الہ آبادی (پنج شنبہ ۹/ رجب ۱۰۵۸ھ الہ آباد) (۱۱) از شاہ ابو سعید نعمانی نوشیروانی گنگوہیؒ (۲/ ربیع الاول ۱۰۴۰ھ گنگوہ محلّہ سرائے) (۱۲) از شاہ نظام الدین بلخیؒ فاروقی (۸/ رجب ۱۰۳۵ھ بلخ) (۱۳) از شاہ جلال الدین تھانیسریؒ فاروقی (جمعہ ۱۴/ ذی الحجہ ۹۸۹ھ تھانیسر) (۱۴) از قطب العالم عبد القدوس گنگوہیؒ نعمانی (سہ شنبہ ۲۳/ جمادی الثانی ۹۴۴ھ گنگوہ سرائے) (۱۵) از شیخ محمد فاروقی ردولوی (۸۹۸ھ ردولی) (۱۶) از شیخ احمد فاروقی ردولوی (۷/ صفر ۸۸۲ھ ردولی) (۱۷) از شیخ عبد الحق فاروقیؒ رودولوی (۱۵/ جمادی الثانی ۸۳۷ھ ردولی) (۱۸) از شیخ جلال الدین محمد عثمانی پانی پتی (۱۳/ ربیع الاول ۷۶۵ھ پانی پت) (۱۹) از شیخ شمس الدین ترکؒ علوی پانی پتی (۱۹/ شعبان ۷۱۶ھ پانی پت) (۲۰) از امام الملۃ مخدوم علاؤ الدین ﴿۱﴾ علی احمد صابر حسینی (۱۳/ ربیع الاول ۶۹۰ھ پیران کلیر) (۲۱) از شیخ فرید الدین شکر گنج فاروقی۔ (۵/ محرم ۶۶۸ھ یا ۶۶۹ھ یا ۶۹۰ھ پاک پٹن) (۲۲) از شیخ قطب الدین بختیار کاکی اوشی حسینیؒ (۱۴/ ربیع الاول ۶۳۳ھ دہلی کہنہ) (۲۳) از امام الطریقۃ خواجہ معین الدین ﴿۲﴾ حسن سنجریؒ (دوشنبہ ۶/ رجب ۶۳۳ھ اجمیر) (۲۴) از شاہ ابو النور عثمان ہارونیؒ (۵/ شوال ۶۳۳ھ مکہ معظّمہ) (۲۵) از منیر الدین حاجی شریف زندنیؒ (۳/ رجب

۵۸۰ھ زندنہ (بخارا) (۲۶) از قطب الدین مودود چشتی حسنی (غرہ رجب ۵۲۷ھ چشت خراسان) (۲۷) از سید ناصر الدین چشتی حسینی (۴/ ربیع الاول ۴۱۱ھ چشت) (۲۹) از سید ابو احمد ابدال حسنی (یکم یا ۳/ جمادی الثانی ۳۵۹ھ چشت) (۳۰) از خواجہ شف الدین ابو اسحاق شامی (۱۴/ ربیع الثانی ۳۲۹ھ مکہ (شام) (۳۱) از خواجہ کریم الدین ممشاد علو دینوری (۱۴/ مرحم ۲۹۹ھ (۳۲) از خواجہ امین الدین ابو ہبیرہ بصری (۷/شوال ۲۷۹ھ بصرہ) (۳۳) از خواجہ سدید الدین حذیفہ مرعشی (۱۴ یا ۲۴/ شوال ۲۵۲ھ) (۳۴) از سلطان العارفین ابو اسحاق ابراہیم ﴿۴﴾ بن ادہم فاروقی (یکم شوال ۱۵۷ھ یا ۱۶۶ھ شام) (۳۵) از خواجہ ابوالفیض فضیل بن عیاض (محرم ۱۸۷ھ مکہ معظّمہ) (۳۶) از خواجہ ابوالفضل عبدالواحد بن زید (۲۷/ صفر ۱۷۶ یا ۱۷۸ھ بصرہ) (۳۷) از سیدنا امام حسین بصریؒ ﴿۵﴾ (یکم رجب یا ۴/ محرم ۱۱۰ھ بصرہ) (۳۸) از مولانا ابوالحسن و ابوتراب عم زادہ و داماد رسالت مآب علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ (شب دوشنبہ ۲۱/ رمضان ۴۰ھ نجف اشرف غالبًا) (۳۹) از نبی الحرمین وسیلتنا فی الدارین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (دوشنبہ ۱۲/ ربیع الاول ۱۱ھ نبوی مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفا وتعظیماً ۱۲)۔

(خاندان چشتیہ نظامیہ قدوسیہ) حضرت امام ربانی قدس سرہ کا سلسلہ نسب و اجازت تا قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ مثل سابق ہے اور آگے سلسلہ اس طرح ہے کہ شیخ عبدالقدوس گنگوہی را اجازت طریقہ نظامیہ از مرشد خود شیخ درویش بن محمد قاسمؒ اودھی از سید بڈھن بہرائچی از سید اجمل بہرائچی از سید جلال الدین بخاری از مخدوم جہانیاں جہاں گشت از خواجہ نصیر الدین روشن چراغ دہلی (شب جمعہ ۱۸/ رمضان ۷۵۷ھ) از سلطان المشائخ امام الملۃ شیخ نظام الدین اولیاء ﴿۱﴾ بن محمد احمد بدایونی از خواجہ فرید الدین شکر گنج تا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔

نیز قطب العالم عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو اس سلسلہ کی اجازت اپنے مرشد شیخ درویش بن محمد قاسم اودھی سے اس طرح بھی حاصل ہے کہ شیخ درویش از مرشد خود شیخ سعد اللہ رحمۃ اللہ علیہ از شیخ افلح فلح اللہ از شیخ صدر الدین طبیب دلہا از سلطان المشائخ شیخ نظام الدین دہلوی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس سلسلہ کا نام چشتیہ نظامیہ افلحیہ ہے۔

نیز قطب العالم کو اپنے مرشد شیخ درویش سے اس سلسلہ کی اجازت بایں طور حاصل ہے کہ شیخ درویش از مرشد خود میاں بن حکم اودھی از سید صدر الدین اودھی از سید محمد گیسو دراز از خواجہ نصیر الدین از سلطان المشائخ شاہ نظام الدین اولیاء تا آخر اور اس سلسلہ کا نام چشتیہ نظامیہ گیسو درازیہ قاسمیہ ہے۔

(خاندان علیہ قادریہ قدوسیہ) کی نسبت بیعت وارتباط صحبت وحصول خرقہ و اجازت امام ربانی مولانا گنگوہی قدس سرہ کو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بوسائط مذکورہ قطب العالم عبدالقدوس گنگوہی سے اس طرح حاصل ہے کہ قطب العالم عبدالقدوس گنگوہی از درویش محمد بن قاسم اودھی از سید بڈھن بہرائچی از سید اجمل بہرائچی از مخدوم جہانیاں جہاں گشت از سید جلال الدین بخاری از شیخ ابوالمکارم فاضل از شیخ قطب الدین ابوالغیث از شیخ شمس الدین علی افلح فلح از شیخ شمس الدین حداد از امام الاولیاء سید الطائفہ شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ از شیخ ابوسعید مخزومی ﴿۱﴾ از شیخ ابوالحسن قرشی علی الہکاری ﴿۲﴾ از شیخ ابوالفرح طرطوسی ﴿۳﴾ از شیخ عبدالاحد تمیمی از شیخ ابوبکر شبلی از شیخ جنید بغدادی از شیخ سری سقطی ﴿۴﴾ از شیخ معروف کرخی از شیخ داؤد طائی از شیخ حبیب عجمی از امام حسن بصری از امیر المومنین علی ابن ابی طالب از سرور عالم محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

نیز حضرت غوث الثقلین محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ کو اس سلسلہ کی اجازت جدا سلسلہ سے بایں طور حاصل ہے کہ غوث الثقلین از ابوصالح از موسیٰ جنگی

دوست از سید عبداللہ جیلی از سید یحییٰ زاہد از سید موسیٰ مورث از سید داؤد مورث از سید موسیٰ الجون ﴿۵﴾ از سید عبداللہ المحض از امام مثنیٰ ﴿۶﴾ از امام حسن از علی کرم اللہ وجہہ از سرور عالم ﷺ اس سلسلہ کا نام سلسلۂ جیلانیہ آبائیہ ہے۔

نیز قطب العالم عبدالقدوس گنگوہیؒ کو اس سلسلہ کی اجازت اس طرح بھی حاصل ہے از حضرت ابراہیم حسنی از شاہ موسیٰ از شیخ احمد جیلی از شیخ عبدالقادر از شیخ محمد حسن از شیخ ابوالنصر از شیخ ابوصالح از غوث الثقلین شیخ عبدالقادر جیلانی تا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور اس سلسلہ کا نام قادریہ ابراہیمیہ ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کو اس سلسلہ علیہ کی اجازت اعلیٰ حضرت حاجی صاحب سے بواسطہ حضرت شاہ رحم علی صاحب بھی حاصل ہے اس کی اسناد اس طرح ہے حضرت مخدوم العالم از اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ شاہ از میانجیو نور محمد از حاجی عبد الرحیم شہید از سید رحم علی شاہ از سید عبدالرزاق از سید عبدالحئی از سید محمد غوث از سید ابو محمد از شاہ محمد از سید قمیص الاعظم از سید الیاس مغربی از سید عبدالحق مغربی از سید مولانا مغربی از سید احمد قدسی از سید عبدالقادر راسی از سید عبدالوہاب از سید موسیٰ از سید یحییٰ زاہد از سید زین الدین از سید عبدالرزاق از غوث الثقلین سید عبدالقادر جیلانی از ابو سعید مخزومی از ابوالحسن ہکاری از ابوالفرح طرسوسی از عبدالواحد تمیمی از ابوبکر شبلی از جنید بغدادی از سری سقطی از شیخ معروف کرخی از امام علی بن موسیٰ رضا از امام موسیٰ کاظم از امام جعفر صادق از امام محمد باقر از امام زین العابدین از امام حسین شہید کربلا از امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ از **محبوب رب العلمین محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیھم اجمعین وبارک وسلم۔**

(خاندان عالیہ نقشبندیہ قدوسیہ) اس سلسلہ کی نسبت بیعت وارتباط صحبت وخرقہ واجازت امام ربانی حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ کو اعلیٰ حضرت حاجی

صاحب کے ساتھ بوسائط مذکورہ قطب العالم عبدالقدوس گنگوہیؒ کے ساتھ اس طرح حاصل ہے کہ شیخ عبدالقدوس از درویش محمد بن قاسم اودھی از سید بڈھن بہرائچی از سید اجمل بہرائچی از شاہ عبدالحق از خواجہ عبیداللہ احرار از خواجہ مولانا یعقوب چرخی از خواجہ علاؤالدین عطار از امام الطریقۃ خواجہ بہاؤالدین نقشبند ﴿۱﴾ از خواجہ سید امیر کلاں از خواجہ محمد باباسماسی از خواجہ عزیزان علی رامیتینی از خواجہ محمود ابوالخیر فغنوی از خواجہ محمد عارف ریوگری از خواجہ عبدالخالق غجدوانی از خواجہ یوسف ہمدانی از خواجہ ابوعلی فارمدی از خواجہ امام ابوالقاسم قشیری از خواجہ ابوعلی دقاق از خواجہ ابوالقاسم نصرابادی از خواجہ ابوبکر شبلی از سید الطائفہ جنید بغدادی از شیخ سری سقطی از شیخ معروف کرخی از شیخ داؤد طائی از خواجہ حبیب عجمی از امام الاولیاء حسن بصری از امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ از سرور عالم محمد مصطفیٰ ﷺ۔

نیز اس سلسلہ عالیہ کی اجازت حضرت امام ربانی قدس سرہٗ کو آیۃ من آیات اللہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے توسط سے بھی حاصل ہے بایں طور کہ مرشدنا گنگوہی قدس سرہٗ از اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ شاہ از میانجیو نور محمد از حضرت سید احمد شہید از شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی از شاہ ولی اللہ از شاہ عبدالرحیم از سید عبداللہ از سید آدم بنوری از امام ربانی شیخ احمد مجدد الف ثانی از خواجہ باقی باللہ از خواجہ امکنگی از مولانا درویش از مولانا زاہد از خواجہ عبیداللہ احرار از مولانا یعقوب چرخی از خواجہ علاؤالدین عطار از امام الطریقۃ خواجہ بہاؤالدین نقشبندی تا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اس سلسلہ کا نام نقشبندیہ مجددیہ ولی اللہیہ ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے والد ماجد شاہ عبدالرحیمؒ صاحب کو نسبت وصحبت و خرقہ واجازت جن طرق متعددہ سے حاصل ہے وہ مفصل ومبسوط شاخیں قول جمیل میں مذکور ہیں وہاں دیکھ لی جائیں ان تمام شعق وشجرات کو حضرت امام ربانی قدس

سرہ کے شجرات واسانید سلسلہ کہا جاسکتا ہے۔طوالت کے اندیشہ سے یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔خواجہ ابوعلی فارمدی کونسبت اور یسیت حاصل ہے ابوالحسن خرقانی کے ساتھ اوران کو بایزید بسطامی سے روحی فیض پہنچا اور ان کی تربیت امام جعفر صادق کی روحانیت سے ہوئی اور امام جعفر صادق کو اپنے نانا قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؓ کے ساتھ انتساب حاصل ہے اور ان کو حضرت سلمان فارسیؓ کے ساتھ اور آپ کو حضرت خلیفہ رسول اللہ صدیق اکبرؓ ابوبکر بن ابی قحافہ کے ساتھ اور حضرت صدیق نے جو کچھ حاصل کیا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا اس نسبت اویسیت کو صدیقیہ نقشبندیہ نظامیہ قدوسیہ کہہ دیتے ہیں۔

نیز حضرت امام ربانی قدس سرہ کو اس سلسلہ علیہ کی اجازت اعلیٰ حضرت حاجی امداداللہ شاہ صاحب سے بایں طور بھی حاصل ہے کہ مرشدنا گنگوہی از اعلیٰ حضرت حاجی امداداللہ صاحب از سابق مرشد خود حضرت مولانا نصیر الدین دہلوی از شاہ محمد آفاق دہلوی از خواجہ ضیاء اللہ از خواجہ محمد زبیر از خواجہ حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی از خواجہ محمد معصوم از حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی تا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم۔اور اس سلسلہ کا نام نقشبندیہ مجددیہ نصیریہ ہے۔نیز چونکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کو اجازت اور بیعت تمام طرق چشتیہ قادریہ سہروردیہ کبرویہ مداریہ اور قلندریہ کی اپنے پیر و مرشد شیخ عبدالاحد سے حاصل ہے اور ان کو اپنے مرشد شیخ رکن الدین گنگوہی سے اور ان کو اپنے مرشد و والد ماجد شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے اس لئے حضرت امام ربانی کا سلسلۂ نسبت بایں طریق تمام خاندانوں میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریب تر ثابت ہوگا۔

(خاندان علیہ سہروردیہ قدوسیہ) اس سلسلہ میں نسبت بیعت وارتباط صحبت و خرقہ واجازت حضرت مرشدنا گنگوہی قدس سرہ کو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کیساتھ

بوسائط مذکورہ شیخ عبدالقدوس قدس سرہ سے بایں طور حاصل ہے کہ قطب العالم عبد القدوس گنگوہی از درویش محمد بن قاسم از سید بڈھن بہرائچی از سید اجمل بہرائچی از سید جلال الدین بخاری از شیخ رکن الدین ابوالفتح از والد خود شیخ صدرالدین از والد خود شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی از امام الطریقۃ شیخ شہاب الدین سہروردی از شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی از شیخ وجیہ الدین عبدالقاہر سہروردی از شیخ ابومحمد بن عبداللہ از شیخ احمد دینوری از شیخ ممشاد علو دینوری از حضرت جنید بغدادی از معروف کرخی از شیخ داؤ طائی از خواجہ حبیب عجمی از امام الاولیاء حسن بصری از امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ از سرور عالم مصطفیٰ ﷺ۔

نیز سید اجمل بہرائچی قدس سرہٗ کو طریقہ مداریہ اور قلندریہ میں امام الطریقۃ شیخ بدیع الدین شاہ مدار قدس سرہ سے اجازت ونسبت بالواسطہ حاصل ہے اور شاہ مدار کا سلسلہ اس طرح ہے کہ شاہ بدیع الدین از شاہ طیفور شامی از شاہ عین الدین شامی از شاہ یمین الدین شامی از حضرت بدراللہ علم بردار از امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ از سرور عالم ﷺ اس سلسلہ کا نام مداریہ قلندریہ قدوسیہ امدادیہ رشیدیہ ہے۔

نیز شیخ جلال الدین بخاری کو سلسلہ کبرویہ کی اجازت شیخ حمیدالدین سمرقندی سے بایں سلسلہ حاصل ہے کہ شیخ حمیدالدین از شیخ شمس الدین بن ابی محمد بن محمود بن ابراہیم بن ادہم از شیخ عطایاء خالدی از شیخ احمد بابا کمال جخندی از شیخ نجم الدین کبریٰ از عمار یاسر از ابوالنجیب سہروردی از شیخ احمد غزالی از ابوبکر نساج از ابوالقاسم گرگانی از خواجہ ابوعثمان مغربی از ابوعلی کاتب از شیخ علی رودباری از سید الطائفہ جنید بغدادی از معروف کرخی از شیخ داؤد طائی از خواجہ حبیب عجمی از امام الاولیاء حسن بصری از امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ از سرور عالم احمد مجتبیٰ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وجمیع احبابہ اجمعین برحمتک یاارحم الراحمین۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ کا سلسلۂ ارتباط واجازت بطریق مشہور یہ ہے جو مذکور ہوا ان سلاسل میں جو بحیثیت اصل ایک ہونے اور فیوضات وبرکات کے باہم وابستہ اور ایک کے دوسرے کی جانب منتقل ہوتے رہنے سے جو شاخیں پیدا ہوگئی ہیں وہ اس کثرت سے ہیں کہ احاطہ دشوار ہے اس لئے ان سے بحث نہیں کی گئی۔حضرت امام ربانی قدس سرہ کا تربیت باطنی وفیوضات روحانی میں قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ کی ذات بابرکات کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھنا نسبت اویسیت وفیضان روحانیت کے علاوہ اس لئے بھی ہے کہ سلاسل اربعہ مشہورہ میں حضرت شیخ کا واسطہ غالبًا قائم ہے۔

حضرت امام ربانی کی بافیض ومجمع برکات ذات سے ،متوسلین کو حسب نصیب مقدر ہر خاندان اور ہر سلسلہ میں فیض پہونچا مگر چونکہ چشتیہ خاندان کا فیضان زیادہ ہوا اسلئے شجرات میں یہی شجرہ زیادہ ترطبع اور شائع ہوا اور متوسلین کی جماعت کثیرہ کے پاس یہی موجود بھی ہے اگرچہ شیخ عبدالقدوس قدس سرہٗ کا واسطہ اس سلسلہ میں آنے کے سبب کہہ سکتے ہیں کہ چاروں خاندان بلکہ تمام شاخیں اور فروعات اس میں شامل ہوگئے مگر اوپر جاکر اس سلسلہ کا ارتباط چونکہ امام الطریقۃ حضرت معین الدین اجمیری قدس سرہ سے ملتا ہے اس لئے صورۃً فیضان کا انتساب چشتیہ کی جانب منسوب ہے۔عمر بھر میں حضرت امام ربانی قدس سرہ کو شعر گوئی کا صرف ایک بار اتفاق ہوا اور اس حالت میں آپ نے وہی شجرہ نظم فرمایا ہے جو عام طور پر آپ کے متوسلین کی دعاؤں کا توسل قرار پاتا ہے تبرکاً اسکو ہدیۂ ناظرین کرکے اس عنوان کو ختم کرتا ہوں۔شجرۂ منظومہ۔

بہر امداد وبنور حضرت عبد الرحیم
عبد باری عبد ہادی عضد دین مکی ولی

ہم محمدیؒ و محبُّ اللہ وشاہ بو سعید
ہم نظام الدین جلال و عبد قدوس احمدی
ہم محمد عارف وہم عبدِ حق شیخ جلال
شمس دین ترک و علاء الدین فرید جو دھنی
قطب دین وہم معین الدین وعثمان وشریف
ہم بمودود و ابو یوسف محمد و احمدی
بوسحاق و ہم بممشاد وہبیرہ نامور
ہم حذیفہ وابن ادہم ہم فضیل مرشدی
عبد واحد ہم حسن بصری علی فخر دین
سید الکونین فخر العلمین بشریٰ نبی
پاک کن قلب مرا تو از خیال غیر خویش
بہر ذات خود شفایم دہ زا مراض دل
یا الٰہی کن مناجاتم بفضل خود قبول
ہم زصدقہ اولیاء خاندان صابری
از برائے زیب عالم مفخر عرب و عجم
شاہ رشید احمد رشید باصفا وسیدی

حضرت امام ربانیؒ کے متوسلین کی استدعا پر جناب قاری مغیث الدین صاحب ساڈھوری مدظلہ نے اول میں اسی بحر پر دوشعر پڑھا کر حضرت مخدوم العالم قدس سرہ کا اسم مبارک شامل شجرہ کردیا ہے خدام آستانہ گنگوہیہ کے لئے وہ بھی شجرہ کے ہر دو طرف حاشیہ پر درج ہیں۔اب نہایت ادب وخلوص کے ساتھ بدرگاہ واہب العطیات دعاء ومناجات ہے کہ وہ ذات قاضی الحاجات اس مؤلف نامراد

وسیہ کاراور حضرات ناظرین سوانح کواس جماعت مقبولہ وحزب مبرور کے فیوضات و برکات سے بہرہ مندو فائز المرام بنائے اور اپنی سچی و نافع محبت کا شمہ عطا فرمائے۔ انتساب کو ثبات وقرار بخشے اور میدان حشر میں ان حضرات کی شمولیت و ہمرکابی نصیب ہو آمین بجاہ سید المرسلین۔

اولیائے کاملین کے نورانی واقعات

اُحِبُّ الصّٰلِحِیْنَ وَلَسْتُ مِنْهُم لَعَلَّ اللّٰهُ یَرْزُقُنِیْ صَلاحاً

یہ اولیاء اللہ کے چند قصص ہیں جو محل ارشاد و تربیت میں حضرت قدس سرہ کی زبان مبارک سے سننے میں آئے۔

ایک بار فرمایا کہ شیخ عبد القدوسؒ عشاء سے فجر تک ذکر جہر کیا کرتے تھے آخر اس قدر غلبہ ہو گیا تھا کہ صاحبزادے آتے تو شیخ ان کا نام دریافت فرماتے تھے وہ نام بتاتے اس سے آگے کچھ عرض کرنے نہ پاتے تھے کہ شیخ پھر مستغرق ہو جاتے تھے اسی طرح کئی کئی بار سوال و جواب کے بعد نوبت کلام کی پہونچتی تھی۔

حضرت بایزید کا کشف

ایک روز حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص کیسا ہی پرہیز گار کیوں نہ ہو کتنے ہی کشف و کرامات اس سے ظاہر ہوں لوگوں کے قلوب میں تصرف کر سکتا ہو مگر اس کے دل میں غرور ہو بس سمجھ لو کہ اسے کچھ نہیں آتا اسکے بعد یہ قصہ نقل فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامی کی زیارت کے لئے چار شخص آئے جب خانقاہ کے دروازہ پر پہونچے تو باہم مشورہ کیا کہ ایک شخص کپڑوں کے پاس بیٹھا رہے اور تین زیارت کو جائیں جب وہ تینوں زیارت کر کے آجائیں تو پھر یہ چلا جائے سب نے

اس رائے کو پسند کیا مگر اس میں جھگڑا ہوا کہ بیٹھے کون، ہر ایک نے دوسرے پر رکھا کہ تم بیٹھو آخر جب جھگڑا کرتے دیر ہو گئی تو انہیں میں سے ایک شخص بولا کہ اچھا میاں تم سب زیارت کو جاؤ میں کپڑوں کے پاس بیٹھوں گا کیونکہ میں بہت گنہگار اور روسیاہ ہوں حضرت کی زیارت کے قابل ہی نہیں ہوں۔ غرض وہ تو یہاں بیٹھا اور باقی تینوں آدمی شیخ کے پاس حاضر ہوئے حضرت نے ان کے پاس آتے ہی جھڑکا اور فرمایا ''چلے جاؤ تم میں جو شخص کام کا تھا وہ تو آیا ہی نہیں'' آخر تینوں شخص لوٹے اور ہمراہی سے کہا بھائی ہمارے ہمراہ چلو کہ تمہارے یہاں چھوڑنے سے ہم کو جھڑکی اور دھتکار ملی جب وہ ساتھ ہوا تو چاروں کو باریابی نصیب ہوئی اس کے بعد فرمایا کہ ''حضرت بایزیدؒ نے جوان کو دھمکایا تھا تو شاید کشف ہو گیا ہوگا''۔

شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کی دنیا سے بے زاری

ایک دن حضرت گنگوہ ارشاد فرمایا کہ مرشدنا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنگوہ تشریف لائے ہوئے تھے رامپور کے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت میرا گھوڑا گم ہو گیا آپ دعاء کیجئے کہ مل جاوے حضرت اس وقت مثنوی معنوی دست مبارک میں لئے ہوئے تھے اس کو کھول کر پڑھنے کا جو ارادہ کیا تو بر سر صفحہ یہ شعر نکلا۔

گر بُرو مالت عدوِ پر فنے
دشمنے را بُردہ باشد دشمنے

ایک دن فرمایا گنگوہ کے لوگوں نے حضرت شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بمقام شاہ آباد ضلع انبالہ ایک عریضہ اس مضمون کا بھیجا کہ شاہی عامل گنگوہ میں بغرض بندوبست اراضی آیا ہوا ہے حضور تشریف لا کر اپنی اراضی جو ڈابر کے قریب ہے اپنے نام درج کرا لیں حضرت شیخ نے اس کا جواب لکھا ''بندگان خدا را از خلقِ خدا چہ کار''۔

شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کا مجاہدہ

ایک روز فرمایا کہ شاہ ابوسعید گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ بغرض بیعت شاہ نظام الدین بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بلخ تشریف لے گئے شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کو اطلاع ہوئی کہ صاحبزادہ تشریف لاتے ہیں تو ایک منزل پر آکر استقبال کیا اور بہت اعزاز واحترام کے ساتھ لیکر بلخ پہونچے، وہاں پہونچ کر صاحبزادہ صاحب کی خوب خوب خاطریں کیں ہر روز نئے نئے اور لذیذ کھانے پکوا کر کھلاتے انکو مسند پر بٹھاتے خود خادموں کی جگہ بیٹھتے آخر جب شاہ ابوسعیدؒ نے اجازت چاہی کہ وطن واپس ہوں تو شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی اشرفیاں بطور نذر پیش کیں اس وقت شاہ ابوسعیدؒ نے عرض کیا کہ ”حضرت اس دنیوی دولت کی مجھے ضرورت نہیں ہے نہ اس کے لئے میں یہاں آیا مجھے تو وہ دولت چاہیئے جو آپ ہمارے یہاں سے لیکر آئے ہیں“ پس اتنا سننا تھا کہ شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھ بدل گئی اور جھڑک کر فرمایا جاؤ طویلہ میں جا کر بیٹھو اور کتوں کے دانہ راتب کی فکر رکھو، غرض یہ طویلہ میں آئے شکاری کتے ان کی تحویل میں دیدیئے گئے کہ روز نہلائیں دھلائیں اور صاف ستھرا رکھیں، کبھی حمام جھکوایا جاتا اور کبھی شکار کے وقت شیخ گھوڑے پر سوار ہوتے اور یہ کتوں کی زنجیر تھام کر ہمراہ چلتے، آدمی سے کہدیا گیا کہ یہ شخص جو طویلہ میں رہتا ہے اس کو دو روٹیاں جو کی دونوں وقت گھر سے لادیا کرو اب شاہ ابوسعید صاحبؒ جب کبھی حاضر خدمت ہوتے تو شیخ نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھتے چماروں کی طرح دور بیٹھنے کا حکم فرماتے اور التفات بھی نہ فرماتے تھے کہ کون آیا اور کہاں بیٹھا، تین چار ماہ بعد جب ایک روز حضرت شیخ نے بھنگن کو حکم دیا کہ آج طویلہ کی لید اکٹھی کر کے لے جائے تو اس دیوانہ کے پاس سے گزر یو جو طویلہ میں بیٹھا رہتا ہے چنانچہ شیخ کے ارشاد کے

بموجب بھنگن نے ایسا ہی کیا پاس سے گزری کہ کچھ نجاست شاہ ابوسعید پر پڑی شاہ ابوسعید کا چہرہ غصہ سے لال ہوگیا تیوری چڑھا کر بولے ”نہ ہوا گنگوہ ورنہ اچھی طرح مزا چکھاتا غیر ملک ہے شیخ کے گھر کی بھنگن ہے اس لئے کچھ کر نہیں سکتا“، بھنگن نے قصہ حضرت شیخ سے عرض کر دیا حضرت نے فرمایا ”ہاں ابھی بو ہے صاحبزادگی کی“ پھر دو ماہ تک خبر نہ لی اس کے بعد بھنگن کو حکم ہوا کہ آج پھر ویسا ہی کرے بلکہ قصداً کچھ غلاظت شاہ ابوسعید پر ڈال کر جواب سنے کہ کیا ملتا ہے چنانچہ بھنگن نے پھر ارشاد کی تعمیل کی اس مرتبہ شاہ ابوسعید نے کوئی کلمہ زبان سے نہیں نکالا ہاں تیز اور ترچھی نگاہ سے اس کو دیکھا اور گردن جھکا کر خاموش ہو رہے، بھنگن نے آکر حضرت شیخ سے عرض کیا کہ آج تو میاں کچھ بولے نہیں تیز نظروں سے دیکھ کر چپ ہو رہے حضرت شیخ نے فرمایا ”ابھی کچھ بو باقی ہے“ پھر دو چار ماہ کے بعد بھنگن کو حکم دیا کہ اس مرتبہ لید گوبر کا بھرا ٹوکرا سر پر پھینک دیجیو کہ پاؤں تک بھر جائیں چنانچہ بھنگن نے ایسا ہی کیا مگر شاہ ابوسعید بن چکے تھے جو کچھ بننا تھا اس لئے گھبرا گئے اور گڑگڑا کر کہنے لگے ”مجھ سے ٹھوکر کھا کر بیچاری گر گئی کہیں چوٹ تو نہیں لگی“ فرما کر گری ہوئی لید جلدی جلدی اُٹھا کر ٹوکرے میں ڈالنی شروع کی کہ ”لا میں بھر دوں“، بھنگن نے قصہ حضرت شیخ سے آکہا کہ آج تو میاں جی غصہ کی جگہ الٹے مجھ پر ترس کھانے لگے اور لید بھر کر میرے ٹوکرے میں ڈال دی شیخ نے فرمایا ”بس اب کام ہوگیا“ اسی دن شیخ نے خادم کی زبانی کہلا بھیجا کہ آج شکار کو چلیں گے کتوں کو تیار کر کے ہمراہ ہونا، شام کو شیخ گھوڑے پر سوار خدام کا مجمع ساتھ جنگل کی طرف چلے شاہ ابوسعید کتوں کی زنجیر تھامے پا بہ رکاب ہمراہ ہولئے، کتے تھے زبردست شکاری کھاتے پیتے توانا اور ابوسعید بچارے سوکھے بدن کمزور اس لئے کتے ان کے سنبھالے سنبھلتے نہ تھے بہتیرا کھینچتے روکتے مگر وہ قابو سے باہر ہوئے جاتے تھے آخر انہوں نے زنجیر اپنی کمر سے

باندھ لی شکار جونظر پڑا تو کتے اس پر لپکے اب شاہ ابوسعید بیچارے گر گئے اور زمین پر گھسٹتے کتوں کے ساتھ کھنچے کھنچے چلے جاتے تھے کہیں اینٹ لگی کہیں کنکر چبھی بدن سارا لہولہان ہوگیا مگر انہوں نے اف نہ کی جب دوسرے خادم نے کتوں کو روکا اور ان کو اٹھایا تو یہ تھر تھر کانپیں کہ حضرت خفا ہونگے اور فرمائیں گے حکم کی تعمیل نہ کی کتوں کو روکا کیوں نہیں؟ شیخ کو تو امتحان منظور تھا سو ہولیا اسی شب شیخ نے اپنے مرشد قطب العالم شیخ عبدالقدوس کو خواب میں دیکھا کہ رنج کے ساتھ فرماتے ہیں۔ ''نظام الدین میں نے تو تجھ سے اتنی کڑی محنت لی نہ تھی جیسی تو نے میری اولاد سے لی''۔ صبح ہوتے ہی شاہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے شاہ ابوسعید رحمۃ اللہ علیہ کو طویلہ سے بلا کر چھاتی سے لگالیا اور فرمایا خاندان چشتیہ کا فیضان میں ہندوستان سے لیکر آیا تھا تم ہی ہو جو میرے پاس سے اس فیضان کو ہندوستان لئے جاتے ہو مبارک ہو وطن جاؤ غرض مجاز طریقت بنا کر ہندوستان واپس فرمایا۔

ایک عجیب کرامت

ایک روز فرمایا قصبہ لوہاری میں جس جگہ حضرت میاں جی نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے وہاں ایک مجذوب پنجابی رہتے تھے اور اتفاقاً اس جگہ حضرت حاجی عبدالرحیم صاحب ولایتی شہید رحمۃ اللہ علیہ تشریف رکھتے تھے وہ مجذوب اکثر حضرت حاجی صاحب شہیدؒ کے خدام سے یوں کہا کرتے تھے ''او تمہارا حاجی بڑا بزرگ ہے''۔ حضرت حاجی صاحب شہیدؒ جب بغرض زیارت حرمین شریفین عرب کو گئے تو ایک دن جہاز میں حضرت کے ہاتھ سے لوٹا چھوٹ کر سمندر میں گر گیا ذرا سی دیر گزری تھی کہ ایک ہاتھ سمندر میں سے لوٹا تھامے ہوئے نکلا اور لوٹا حضرت حاجی صاحب کے ہاتھ میں پکڑا کر غائب ہوگیا ادھر لوہاری میں ان مجذوب صاحب نے

حضرت کے خدام سے فرمایا کہ 'تمہارے حاجی کے ہاتھ میں سے لوٹا چھوٹ کر سمندر میں گر گیا تھا میں نے ان کو لوٹا پکڑایا'' حضرت کے خدام نے سمجھا کہ بڑا ہانک رہے ہیں جب حضرت حاجی صاحب حج سے فارغ ہوکر واپس ہوئے اور لوہاری میں تشریف لائے تو کسی کو مجذوب کی یہ بات یاد آگئی انہوں نے حضرت سے عرض کیا آپ نے فرمایا سچ ہے بیشک یہ واقعہ جہاز میں پیش آیا مگر اس وقت وہ ہاتھ میری شناخت میں نہیں آیا کہ کس کا ہے؟۔

پیشین گوئی

ایک دن فرمایا کہ جس زمانہ میں عمل حاصل کرنے کی غرض سے میں دہلی رہتا تھا دارالبقا میں ایک مجذوب حافظ عبدالقادر صاحبؒ تشریف رکھتے تھے ایک دن وہ راستہ میں جارہے تھے اور میں چند قدم پیچھے پیچھے تھا دفعۃً مڑ کر میری طرف دیکھا اور فرمایا کون ہے قدرت اللہ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ حضرت رشید احمد ہے اس کے بعد چند قدم الٹے پاؤں پیچھے ہٹے اور کہا ہٹو، ہٹو، ہٹو اور سینہ کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا'' یہ میرے گولی لگی یہ میرے گولی لگی'' یہ چند الفاظ فرما کر بھاگ گئے اس قصہ سے مہینہ سوا مہینہ بعد ہی غدر کا اثر شروع ہوا اور یہ حضرت گولی سے شہید ہوئے سینہ میں گولی لگی۔ نیز فرمایا ایک دن مولوی محمد قاسم صاحب بخاری شریف لئے جارہے تھے کہ یہی مجذوب حافظ صاحب راستہ میں مل گئے اور بخاری شریف مولوی صاحب کے ہاتھ میں سے چھین لے کر چلدئے مولوی صاحب ڈرتے ہوئے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے کہ کہیں بخاری شریف ڈال نہ دیں راہ میں ایک بھڑ بونجہ کی دوکان تھی اس کی بھٹی پر بیٹھ گئے اور بخاری شریف کی اوراق گردانی شروع کردی اور زبان سے لگے مِن مِن مِن مِن کرنے تھوڑی دیر تک ورقوں کو الٹ پلٹ کرتے رہے اس کے بعد کتاب مولوی صاحب کو دیدی۔

بزرگوں کا امتحان

ایک روز ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اور مولانا فخر الدین صاحب چشتی اور حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین تینوں کا ایک زمانہ تھا اور تینوں حضرات دہلی میں تشریف رکھتے تھے۔ ایک شخص نے چاہا کہ تینوں حضرات اتفاق سے ایک شہر میں موجود ہیں ان کا امتحان لینا چاہئے کہ کس کا مرتبہ بڑا ہے؟ یہ شخص اول شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت کل کو آپ کی میرے یہاں دعوت ہے قبول فرماویں اور نو بجے دن کے غریب خانہ پر خود تشریف لاویں میرے بلانے کے منتظر نہ رہیں۔ شاہ صاحب نے فرمایا بہت اچھا، اس کے بعد وہ شخص مولانا فخر الدین صاحبؒ کی خدمت میں پہونچا اور عرض کیا کہ ساڑھے نو بجے میرے بلائے بغیر مکان پر تشریف لاویں اور ما حضر تناول فرماویں، یہاں سے اٹھ کر یہ شخص مرزا جان جاناں کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ کاروبار کے سبب حاضر خدمت نہ ہوسکوں گا پورے دس بجے دن کو غریب خانہ پر تشریف لے آویں تینوں حضرات نے دعوت قبول فرمائی اور اگلے روز ٹھیک وقت مقررہ پر اس شخص کے مکان پر پہونچ گئے۔ اول نو بجے شاہ صاحب تشریف لائے اس شخص نے ان کو ایک مکان میں بٹھایا اور چلا گیا ساڑھے نو بجے مولانا تشریف لائے ان کو دوسرے مکان میں بٹھایا پھر دس بجے مرزا صاحب تشریف لائے انکو تیسرے مکان میں بٹھایا غرض تینوں حضرات علیحدہ علیحدہ مکان میں بٹھائے گئے کہ ایک کو دوسرے کی اطلاع بھی نہیں ہوئی۔ جب تینوں حضرات بیٹھ لئے تو یہ شخص پانی لے کر آیا ہاتھ دھلائے اور یہ کہہ کر چلا گیا کہ ابھی کھانا لیکر حاضر ہوتا ہوں، کئی گھنٹے گزر گئے اور اس شخص نے خبر نہ لی آکر یہ بھی نہ دیکھا کہ کون

گیا اور کون بیٹھا ہے، جب ظہر کا وقت قریب آگیا اور اس نے سوچا کہ مہمانوں کو نماز بھی پڑھنی ہے تو اول شاہ ولی اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور شرمندہ صورت بنا کر عرض کیا حضرت کیا کہوں گھر میں تکلیف ہوگئی تھی اس لئے کھانے کا انتظام نہ ہوسکا دو پیسہ نذر کئے اور کہا ان کو قبول فرمائیے، شاہ صاحب نے خوشی سے دو پیسے لے لئے اور فرمایا کیا مضائقہ ہے بھائی گھروں میں اکثر ایسا ہوہی جاتا ہے شرمندہ ہونے کی کوئی بات نہیں یہ فرما کر چلدیئے پھر یہ شخص مولانا فخر الدین صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہی کہا جو وہاں کہا تھا اور دو پیسے نذر کئے مولانا نے فرمایا بھائی فکر کی کیا بات ہے اکثر گھروں میں ایسے قصے پیش آجاتے ہیں اور کھڑے ہوکر نہایت خندہ پیشانی سے تعظیم کے ساتھ رومال پھیلا دیا دو پیسے کی نذر قبول فرمائی اور رومال میں باندھ کر روانہ ہوئے۔ دونوں کو رخصت کرکے یہ شخص حضرت مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہونچا اور وہی عذر بیان کرکے دو پیسے نذر کئے۔ مرزا صاحب نے پیسے تو اٹھا کر جیب میں ڈال لئے اور پیشانی پر بل ڈال کر فرمایا کچھ مضائقہ نہیں مگر پھر ہمیں ایسی تکلیف مت دیجیو، یہ فرما کر تشریف لے گئے۔ اس شخص نے یہ قصہ اور بزرگوں سے بیان کیا انہوں نے کہا کہ مولانا شاہ فخر الدین صاحب فن درویشی میں سب سے بڑھے ہوئے ہیں کہ انہوں نے وہ نذر خندہ پیشانی کے ساتھ تعظیم سے کھڑے ہوکر قبول فرمائی اور ان سے کم درجہ شاہ ولی اللہ صاحب کا ہے کہ کھڑے تو نہیں ہوئے مگر بخوشی نذر کو قبول فرمایا اور تیسرے درجہ پر مرزا صاحب ہیں کہ نذر کی قبولیت کے ساتھ ملال بھی ظاہر فرمایا۔ یہ قصہ نقل فرما کر حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا کہ اس زمانہ کے بزرگوں کا یہی خیال تھا مگر میرے نزدیک تو حضرت مرزا صاحب کا درجہ بڑھا ہوا ہے کہ باوجود اسقدر نازک مزاج ہونے کے اتنا صبر و تحمل فرمایا ''اور کچھ مضائقہ نہیں'' جواب عطا فرمایا۔

مرزا جانِ جاناں کی نظافت

مرزا جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کی لطافت طبع اور نفاست و نازک مزاجی کے بہتیرے قصے حضرت ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن فرمانے لگے کہ مرزا صاحب کی ایک شخص نے دعوت کی اور چونکہ وہ آپ کی نازک مزاجی سے واقف تھا اسلئے گھر کو خوب صاف کیا جھاڑو دی قلعی کرائی جب سب طرح اس کو ستھرا اور خوبصورت بنالیا تو مرزا صاحب کو بلایا مرزا صاحب تشریف لائے اور ایک طرف بیٹھ گئے جب کھانا سامنے آیا اور مرزا صاحب نے نظر اٹھائی تو سر ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا ”میاں وہ روڑا زمین سے کیسا اٹھا ہوا ہے جب تک یہ صاف نہ ہوگا مجھ سے کھانا نہ کھایا جائے گا“ چنانچہ اسی وقت روڑا نکال کر زمین کو ہموار کیا جب مرزا صاحب نے نوالہ توڑا۔

نزاکت کا دوسرا واقعہ

بے قاعدہ رکھی ہوئی چیز دیکھ کر مرزا صاحب کے سر میں درد ہونے لگتا تھا۔

ایک دن بہادر شاہ بہت الحاح والتجا کے بعد اجازت حضوری ملنے پر زیارت کے لئے حاضر ہوا، موسم تھا گرمی کا بادشاہ کو پیاس لگی اور پانی طلب کیا حضرت نے فرمایا وہ گھڑا رکھا ہوا ہے پیالہ میں لیکر پانی پیو۔ بادشاہ نے پانی پیا اور پیالہ گھڑے پر رکھ دیا مرزا صاحب کی نظر جو گھڑے پر پڑی تو پیالہ ذرا ترچھا دوہرا ہوا تھا دیر تک ترچھی نگاہ سے دیکھتے رہے آخر ضبط نہ ہوسکا فرمایا جناب آپ بادشاہت کیا کرتے ہوں گے ابھی تک خدمتگاری تو آئی ہی نہیں۔ دیکھو تو گھڑے پر پیالہ رکھنے کا یہی طور ہے؟ اس کے بعد مرزا صاحب نے ترشی کے ساتھ فرمایا آئندہ ہمیں ایسی تکلیف نہ دیجیو۔

تیسرا واقعہ

ایک رات مرزا صاحب کو سردی کی وجہ سے نیند کم آئی ایک بڑھیا خادمہ کو یہ حال معلوم ہوا تو حاضر ہو کر عرض کرنے لگی اجازت ہو تو رضائی بناؤں؟ حضرت نے فرمایا بہت اچھا۔ بعد نماز عشاء بڑھیا رضائی لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ حضرت رضائی حاضر ہے اس وقت چار پائی پر لیٹ چکے تھے فرمایا مائی میں تو اب لیٹ رہا اٹھنا مشکل ہے تو ہی آکر میرے اوپر ڈالدے بڑھیا نے رضائی حضرت کو اڑھادی اور چلی گئی صبح ہوئی تو مرزا صاحب نے اپنے خادم سے فرمایا غلام علی مجھے تو تمام رات نیند نہیں آئی دیکھ تو سہی رضائی میں کوئی جوں تو نہیں ہے؟ شاہ غلام علی صاحب نے خوب غور سے دیکھا نئی رضائی تھی جوں کا کہاں پتہ، ہاں جلدی میں نگندے ٹیڑھے پڑے تھے جب پرکار سے خط کھینچ کر درست کئے گئے تب مرزا صاحب کو آرام ملا۔

شاہ غلام علی کا واقعہ

ایک روز ارشاد فرمایا کہ شاہ غلام علی حضرت مرزا صاحب کے خاص خادم تھے جب پنکھا کرنے کھڑے ہوتے تو بہت احتیاط رکھتے تھے مگر پھر بھی یہ حال تھا کہ جب ذرا سہج سہج پنکھا ہلتا تو حضرت فرماتے میاں تمہارے ہاتھوں میں جان نہیں ہے؟ اور جب ذرا تیز جھلتے تو فرماتے تو تو مجھ کو اڑادے گا آخر ایک روز شاہ غلام علی صاحب نے دبی زبان سے عرض کیا کہ حضرت یوں بن پڑے نہ ووں بن پڑے حضرت مرزا صاحب کو غصہ آگیا اور جھڑک کر فرمایا ”ہمارا پنکھا چھوڑ دو“ پھر شاہ غلام علی صاحب روئے اور خطا معاف کرا کر پنکھا جھلنے کی درخواست کی حضرت نے اجازت دیدی۔

کٹورہ ٹیڑھا رکھا گیا

ایک بار قاضی صاحب لباس فاخرہ بغرض زیارت حضار ہوئے ایک شیخ زادہ ہمراہ تھے شیخ صاحب کو پیاس معلوم ہوئی مرزا صاحب نے گھڑے سے پانی پینے کی اجازت عطا فرمائی، شیخ جی نے پانی پی کر گلاس ڈھک دیا مرزا صاحب نے سر پکڑ لیا اور خود کھڑے ہو کر کٹورہ کو گھڑے پر درست کر کے رکھا۔ اتفاق سے شیخ صاحب کا پاجامہ ایک طرف ڈھلا ہوا اور نیفہ کی چڑیا اپنی جگہ سے سرکی ہوئی تھی حضرت مرزا صاحب کی جو نظر پڑی تو پریشان ہو گئے اور قاضی صاحب سے فرمایا آپ کی ان شیخ صاحب کے ساتھ کیونکر نبھتی ہو گی جنہیں پاجامہ پہننے کا بھی سلیقہ نہیں دونوں سرین ایک ہی پائنچے میں ڈال لئے۔

فرش پر تنکا پڑا ہے

حضرت مرزا صاحب کے حجرہ سے باہر تشریف لانے کا جب وقت ہوتا تو پہلے شاہ غلام علی صاحب فرش کو صاف کر دیا کرتے تھے۔ ایک دن مرزا صاحب جو حجرہ سے باہر تشریف لائے تو سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور فرمایا ''غلام علی تجھ کو اب تک تمیز نہ آئی دیکھ تو سہی وہ فرش پر تنکا پڑا ہوا ہے جلدی اٹھا''۔

مٹھائی کی تعریف

ایک مرتبہ کسی اور شخص نے بہت اہتمام سے لوز تیار کر کے نذر گزرانے آپ نے رکھ لئے کچھ جواب نہ دیا دوسرے دن اس شخص نے دریافت کیا حضرت لوز پسند بھی آئے؟ آپ خاموش ہو گئے پھر پوچھا پھر کچھ نہ فرمایا تیسری مرتبہ اس

شخص نے پھر یہی سوال کیا اس وقت مرزا صاحب سے ضبط نہ ہو سکا فرمایا لوز تھے یا جوتہ کا تلہ ہاتھ کی تین چار انگلیاں اٹھا کر فرمایا اتنے اتنے بڑے بھی لوز کہیں ہوتے ہوں گے ایسے انوکھے لوز تو آپ تیار کر کے لائے اس پر طرہ یہ کہ داد بھی چاہتے ہیں میاں لوز بادام کو کہتے ہیں بادام ہی کی برابر ہونا چاہئے کہ آدمی کھانے کے بعد ایک دو منہ میں ڈال لے۔

پھر ایک مرتبہ کوئی شخص لوز تیار کر کے لائے تو آپ کو پسند آئے اگلے دن شاہ غلام علی صاحب کو بلا کر چند لوز عطا فرمائے انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دئے مرزا صاحب نے غایت کلفت کے ساتھ ہائے کی اور فرمایا ''میاں کاغذ لاؤ اور اس میں لو'' شاہ صاحب جلدی سے کاغذ لائے مرزا صاحب نے اس میں لوز رکھ دئے انہوں نے کاغذ کی پوڑیہ باندھ لی پھر دوبارہ مرزا صاحب منقبض ہوئے اور سر ہاتھ سے تھام کر فرمایا ''غلام علی تو مجھے مار کر چھوڑیگا بندش کا بھی سلیقہ نہیں یہ لوز اس طرح بندھتے ہوں گے''؟ اس کے بعد خود لیکر سلیقہ کے ساتھ ان کو لپیٹا اور ہر چہار گوشہ صاف ستھرے سیدھے سچے موڑ کر ان کے حوالہ کئے اگلے دن دریافت فرمایا کہو غلام علی لوز کھائے؟ انہوں نے کہا جی حضرت کھائے بڑے مزے کے تھے، آپ نے فرمایا کتنے کھائے؟ شاہ صاحب بولے حضرت سب کھا لئے اتنا سنکر مرزا صاحب بے کیف ہو گئے اور تعجب فرمایا ایں سب کھا لئے آدمی ہو یا ڈنگر؟

مرزا صاحب کو الہام

حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان اور مجاہدہ سب اسی نفاست و نزاکت طبع میں تھا ایک عورت تھی نہایت بدمزاج کج خلق منہ پھٹ حضرت مرزا صاحب کو الہام ہوا کہ اگر اس عورت سے نکاح کرو اور اس کی بدزبانی وایذا دہی پر صبر کرو گے تو تم کو

نوازلیا جائے گا'' حضرت نے فوراً پیام بھیج دیا اور اس سے نکاح کر لیا وہ عورت اس درجہ تندخو، بدخصلت، سخت دل اور فحش گوتھی کہ الامان حضرت مرزا صاحب خوشی خوشی دولت خانہ تشریف لے جاتے اور وہ سڑی سڑی سنانی شروع کرتی چپکے بیٹھے سنتے رہتے زبان سے اف نہ نکالتے اندر گھٹتے آخر واپس تشریف لے آتے تھے آپ کا معمول تھا کہ روزانہ صبح ہوتے ہی خادم کو حکم فرماتے کہ جاؤ دروازہ پر حاضر ہو کر میرا سلام عرض کرو اور پوچھو کوئی کار خدمت ہو تو انجام دیا جائے بموجب ارشاد خادم آستانہ پر حاضر ہوتا اور شیخ کا سلام پہونچا کر مزاج پرسی کرتا وہ نیک بخت بجائے جواب سلام گالیاں سناتی اور وہ وہ مغلظات بکتی تھی کہ سننے والے شرما جاتے تھے مگر مرزا صاحب کے خادم کو تاکید تھی کہ دیکھو اہلیہ کی شان میں گستاخی نہ ہونے پائے، کسی بات کا جواب مت دینا جو کچھ فرمادیں سن لینا۔ ایک روز کوئی ولایتی خادم اس خدمت پر مامور ہوا ہر چند کہ اس کو تاکید تھی کہ جواب نہ دیا جائے مگر بیچارہ ضبط نہ کر سکا جب دروازہ پر پہونچ کر حضرت کا سلام پہونچایا مزاج پرسی کی تو عورت نے بکنا شروع کیا پیر بنا بیٹھا ہے اسے یوں کروں اور یوں کروں ہر چند ولایتی نے ضبط کی کوشش کی مگر آخر کہاں تک پیر کو گالیاں نہ سن سکا اور غصہ میں آکر کہا بس چپ رہ ورنہ گردن اڑادوں گا اس جواب پر وہ نیک بخت اور آگ بگولا ہوگئی اب لگی ہونے تو تو میں میں، غل کی آواز جو مرزا صاحب کے کان میں پہونچی تو گھبرا اٹھے اور جلدی سے ولایتی کو واپس بلا بھیجا اس کو بٹھایا اور فرمایا تم ناواقف ہو دوسرے خادم کو بھیجا وہ گالیاں سن کر واپس آگیا۔ حضرت مرزا صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں اس عورت کا نہایت مشکور واحسان مند ہوں اسکے باعث مجھے بہت نفع پہونچا ہے اور حقیقت میں اس کی شدائد اور سختیوں کی برداشت کرتے کرتے حضرت مرزا صاحب کے اخلاق غایت درجہ مہذب ہوگئے اور آپ کا سب غیظ وغضب فرو ہوگیا تھا۔

مرزا صاحب کی نزاکت طبع کا حال یہ تھا کہ ایک شخص زیادہ کھانے والا تھا اس کو لوگ ''اکول'' کہتے تھے مرزا صاحب کی خدمت میں جب حاضر ہوتا تو اس کی صورت دیکھ کر زیادہ کھانے کے تصور سے سر میں درد ہو جاتا اور کتنی کتنی دیر تک سر تھامے بیٹھے رہتے تھے۔ فرش کے نیچے کوئی سنگریزہ ہوتا اور بچھونا ابھرا رہتا اس پر اگر نظر پڑ جاتی تو بے چین اور متاذی ہو جاتے تھے۔

حضرت مرزا صاحب کی تواضع

ایک شخص نے مرزا صاحب کے کھانے کو لوز تیار کر کے بھیجے اس بیچارے نے اپنی دانست میں اچھے ہی بھیجے تھے مگر مرزا صاحب نے دیکھا تو فرمایا کیسے لوز ہیں جیسے گھوڑے کے نعل ہوں۔ اس کے بعد حضرت امام ربانی نے فرمایا کہ مرزا صاحب کسی کی خدمت اور کسی کا تحفہ پسند نہیں فرماتے تھے اس سے طالبین کی اصلاح منظور تھی یہی سبب ہے کہ شاہ غلام علی صاحب کی بہت اصلاح ہوئی تھی۔ فرمایا کہ شاہ غلام علی صاحب میں عجز وانکسار اتنا بڑھ گیا تھا کہ ایک سید نے شاہ صاحب کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ حضرت آپ مجھے اپنا خادم بنالیں شاہ صاحب گھبرا اٹھے اور فرمایا ''ہا ہا یہ لفظ ہرگز زبان سے نہ نکالنا تم فرزند علی ہو اور میں غلام علی ہوں''۔

حضرت گنگوہی کے والد گرامی

ایک روز ارشاد فرمایا کہ میرے والد مولوی ہدایت احمد صاحب مرحوم شاہ غلام علی صاحب کی خدمت میں رہتے تھے شاہ صاحب میرے والد کے حال پر نہایت شفقت فرمانے لگے حضرت کے ولایتی خدام کو حسد ہوا اور انہوں نے میرے والد کو سنکھیا دینے کی تجویز کی والد صاحب کو اطلاع ہوگئی والد صاحب حضرت سے

رخصت ہوکر گنگوہ تشریف لے آئے۔ حضرت گنگوہیؒ ارشاد فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب اور شہید اور دو شخص ان کے ہمراہ ہوکر امروہہ شاہ عبدالہادی صاحب کی خدمت میں بغرض بیعت حاضر ہوئے تین دن تک حضرت کے یہاں مسجد میں مہمان رہے حضرت شاہ صاحب نے ان کے حال پر کچھ توجہ نہ فرمائی نماز کے لئے مسجد میں آتے اور فارغ ہوکر حجرہ میں تشریف لے جاتے جب اسی طرح تین دن گزر لئے تو دونوں ہمراہیوں نے حضرت حاجی صاحب اور شہید سے کہا کہ میاں یہ تو ایک امیر آدمی معلوم ہوتے ہیں ہماری طرف بالکل بھی توجہ نہیں کرتے پھر ہم بھی مرید ہوکر کیا کریں گے چلو کوئی دوسری جگہ دیکھیں جہاں فقیری اور درویشی ہو۔ حضرت حاجی صاحب نے جواب دیا بھائی تمہیں اختیار ہے جاؤ میں تو اسی جگہ کا ہو رہا آخر وہ دونوں چلدیئے اس کے بعد جو حضرت حاجی صاحب اور شہید شاہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت نے چیں بجبیں ہوکر آڑے ہاتھو لیا اور خوب دھمکایا کہ یہاں کیوں پڑے ہوجاتے کیوں نہیں؟ حاجی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مجھے تو سلسلۂ خدام میں داخل فرمالیں۔ شاہ صاحب نے ترشی کے ساتھ جواب دیا''' میں ایک امیر آدمی ہوں پان چھالیا کھاتا ہوں میں بیعت کے قابل نہیں نہ میں تم کو بیعت کرتا ہوں جاؤ کوئی دوسری جگہ دیکھو' حاجی صاحب نے گردن جھکالی اور عرض کیا کہ حضرت مجھے تو بیعت فرما ہی لیں آخر دو چار دن کے بعد حضرت کو یقین ہوا کہ بدوں بیعت جائیں گے نہیں تب ظہر و عصر کے مابین حاجی صاحب کو ہمراہ لے کر دریا پر گئے اور دریا کے کنارہ ان کو بیعت کیا۔

حضرت حاجی صاحب اور شہید پر بے اختیار ہنسی کا غلبہ ہوا اور قہقہے لگانے شروع کئے، حضرت شاہ صاحب بھی اسی طرح ہنسنے لگے جب عصر کا وقت ہوا تو شاہ صاحب نماز پڑھانے کھڑے ہوئے حاجی صاحب متقدی تھے مگر دونوں پر ہنسی اس

درجہ طاری تھی کہ نماز کی نیت نہ باندھ سکے، کتنی مرتبہ نماز کی نیت سے کھڑے ہوئے مگر پڑھ ہی نہ سکے آخر جب وقت تنگ ہونے لگا تو بمشکل نماز پڑھی دو چار روز کے بعد حاجی صاحب حضرت شاہ صاحب سے رخصت ہوکر ایک جگہ اللہ کی یاد میں مصروف ہوگئے، چھ ماہ کے بعد جب شاہ صاحب کی زیارت کو امروہہ حاضر ہوئے تو شاہ صاحب کا وصال ہوگیا تھا یہ ابھی مجاز بھی نہیں ہوئے تھے کہ شیخ کا انتقال ہوگیا۔ اسی طرح حضرت حاجی صاحب اور شہید رحمۃ اللہ علیہ اول ہی اول پنجلاسہ میں شاہ رحم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تھے۔

شاہ صاحب نے ان کے حال پر بڑی عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ یہ لڈو لیکر جاؤ اور کالا آم کے پہاڑ میں بیٹھ کر اپنا کام کرو چنانچہ بموجب ارشاد چھ ماہ کالا آم کے پہاڑ میں یادالٰہی کے اندر مصروف رہے اور درختوں کے پتے کھا کر گزارا کیا چھ ماہ کے بعد وہ لڈو لیکر پنجلاسہ آئے ان کے پہونچنے سے پہلے شاہ صاحب کا بھی انتقال ہولیا تھا ان سے بھی مجاز نہ ہوئے۔ آخر سید احمد صاحب بریلویؒ جب سہارنپور تشریف لائے تو حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ آپ مجھے اجازت عطا فرماویں میں ذکر و شغل حضرات قادریہ و چشتیہ کے کرچکا ہوں سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا جب تک ہم سے بیعت نہ ہوگے ہم تمہیں اجازت نہ دیں گے بموجب ارشاد سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ آخر بیعت ہوئے اور حضرت سید صاحب نے ان کو مجاز فرمایا۔

حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شہید فرمایا کرتے تھے کہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں انوار شریعت بہت زیادہ ہیں، جب دونوں حضرات مراقب ہوتے تھے حضرت حاجی صاحب ہنستے تھے اور شہید صاحب رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہتے تھے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ خانقاہ پنجلاسہ میں جو تالاب ہے اسکو حضرت حاجی صاحب

رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ سے کھودا ہے، پیر جی محمد جعفر صاحب ساڈھوری نے عرض کیا کہ حضرت پہلے تمام سال تک اس تالاب میں بکثرت پانی رہتا تھا دوسرے تالاب سارے سوکھ جاتے مگر اس کا پانی خشک ہوتا کبھی نہیں دیکھا تھا مگر اب دس بارہ برس ہوئے کہ اس تالاب کو گاؤں والوں نے صاف کیا اور مٹی نکالکر اس کو گہرا کر دیا ہے اسوقت سے یہ بات جاتی رہی اب تو برسات برسات پانی نظر آتا ہے اور بعد میں سوکھ جاتا ہے، برسات کے بعد ایک ماہ پورا بھی اس تالاب میں پانی نہیں رہتا حضرت نے ارشاد فرمایا ہاں جو بات اس تالاب میں تھی وہ جاتی رہی۔

قطب عالم کا جبہ

فرمایا کہ یہ جبہ جو سجادہ صاحب کے ہاں رکھا ہوا ہے حضرت شیخ عبد القدوس نے پچاس سال تک زیب تن رکھا ہے، بعض لوگوں نے حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا کہ فقیری کچھ پرانے کپڑے پر نہیں ہے کہ آپ اس پر پیوند پر پیوند لگائے جاتے ہیں حضرت نے فرمایا بخدا مجھے حلال کمائی کا کوئی کپڑا دستیاب نہیں ہوتا جس کو پہنوں اور اسے اتاروں آخر آپ کے چند خدام حضرت جلال تھانیسری وغیرہ نے مزدوری کر کے چوبیس ٹکے اکٹھے کئے اور اس کا کپڑا مول لیا جس میں سے ایک پاجامہ اور ایک کرتہ بنایا انکو شیخ نے پہن لیا پھر جب یہ پرانے ہوگئے تو ان پر پیوند لگانے شروع کر دئے پھر بعد میں کوئی کپڑا انہیں بنایا۔

کیسے بزرگ تھے؟

ارشاد فرمایا کہ شاہ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک رسالہ میں تحریر فرمایا ہے۔
''الحمد للہ میرے زمانہ میں ایک بزرگ ہیں شاید متقدمین میں بھی ایسا مجاہدہ کرنے

والا کوئی نہ ہوا ہو چالیس سال سے ہر روز صرف ایک بادام کھاتے ہیں اسی پر گزارا ہے اس کے سوا دنیا کی کوئی چیز نہیں کھاتے''۔

حضرت قطب عالم کا مجاہدہ

ارشاد فرمایا کہ شاہ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ نے تمام عمر فاقہ اٹھائے ہیں صاحبزادے بھوک کے مارے بلکتے چیختے اور روتے تھے انکی والدہ بہلانے کے واسطے چولہے پر خالی ہانڈی چڑھا دیتیں اور جب بچے بھوک سے بیتاب ہو کر کھانے کا تقاضہ کرتے تو ان کو چمکارتیں اور تسلی دیکر فرماتی تھیں دیکھو چولہے پر کیا چڑھا ہوا ہے گھبرائے کیوں جاتے ہو جب تمہارے والد آئیں گے ان کے ساتھ کھانا کھائیو بچے روتے ہوئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور مچلتے کہ جلدی چلو ہمیں گھر چل کر کھانا کھلاؤ حضرت ان کے ہمراہ گھر میں تشریف لاتے اور بیٹھ کر خود بھی ان کے ساتھ آبدیدہ ہوتے اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ میرے گناہوں کے باعث ان معصوم بچوں پر بھی مصیبت آئی یہی قصہ دن میں دو چار دفعہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا کہ حضرت شیخ عبد القدوس رحمۃ اللہ علیہ عشاء کی نماز کے بعد ذکر بالجہر کرنے بیٹھتے اور صبح تک کرتے تھے سوجسکا ذکر اتنا لمبا ہو اس کا حال کتنا لمبا ہوگا؟

ہارون رشید کو نصیحت

ایک بار بیت المال میں سلاطین کے اسراف کا تذکرہ تھا فرمانے لگے کہ ہارون رشید عالم تھا اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا شاگرد تھا جب تخت پر بیٹھا تو علماء صلحاء پر بہت کچھ خرچ کیا حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ اس کے پاس تشریف نہ لے گئے ہارون رشید نے عریضہ لکھا کہ ''میں نے علماء وصلحاء پر زر کثیر صرف کیا حضرت

تشریف نہیں لائے اگر تکلیف فرماتے تو بندہ کی عزت افزائی کا سبب تھا'' قاصد عریضہ سلطانی لیکر حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہونچا اس وقت حضرتؒ حلقۂ درس میں مصروف تھے دیکھتے ہی فرمایا'' خدا خیر کرے ظالم کا قاصد آیا'' قاصد نے عریضہ پیش کیا حضرت نے رومال سے پکڑ کر شاگرد کے حوالہ کیا کہ پڑھ کر سناویں اور فرمایا'' میں ظالم کے خط کو ہاتھ لگانا نہیں چاہتا'' شاگرد نے عریضہ پڑھ کر سنایا فرمایا میں ظالم کو کاغذ دینا بھی نہیں چاہتا اسی کی پشت پر جواب لکھدو اور لکھو'' تمہارے ظلم کی اطلاع پہونچی اور تم نے بذریعہ تحریر اپنی حرکت ظلم کا اقرار بھی کیا اور مجھے گواہ بھی بنالیا پس یاد رکھنا میں قیامت کے دن تمہارے ظلم کی گواہی دوں گا اور تم کو اس کے معاوضہ میں عذاب بھگتنا پڑے گا۔

'' بھلا تمہیں بیت المال میں کیا حق تھا کہ اس کو لٹانے لگے'' کاتب نے جواب لکھ کر پرچہ قاصد کے ہاتھ دیا کہ جاؤ لے جاؤ قاصد پر حضرت سفیانؒ کی اس تقریر کا اتنا اثر ہوا کہ عرض کرنے لگا مجھے تو اپنی خدمت میں حاضر رہنے کی اجازت دیجئے حضرت نے فرمایا'' ہمارا کام یہ نہیں ہے کہ قاصد کو روک لیں جاؤ اول جواب پہونچا آؤ اس کے بعد اگر دل چاہئے اور طلب وتمنا ہو تو چلے آنا'' قاصد وہاں سے اٹھا اور بازار میں کھڑا ہو کر پکارا'' کوئی ہے جو میری پوشاک کو اپنے مفلسانہ لباس کے بدلے خرید لے''۔

غرض دوسو روپیہ کا قیمتی جوڑا دو روپیہ قیمت کے کپڑوں سے بدل کر ہارون رشید کا خط اس کے حوالہ کیا کہ پہونچاؤ اور خود حضرت سفیان ثوریؒ کی خدمت میں حاضر ہوگیا۔ ہارون رشید نامہ شریف پڑھ کر رو دیا اور کہا فاز المرسل خاب المرسل اس کے بعد حکم دیا کہ جب میں تخت پر بیٹھا کروں ہمیشہ یہ کرامت نامہ میرے روبرو رکھا جایا کرے۔

حضرت شیخ شہاب الدین کا تعظیم وامتحان

ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے جب اپنے شیخ سے بیعت کی اور ذکر وشغل کرنے لگے تو بیس ہی روز کے بعد ان کے شیخ ان کی خاطر و مدارات اور تعظیم کرنے لگے تھے جب حاضر ہوتے تو ممتاز جگہ یعنی چوکی وغیرہ پر بیٹھنے کا ارشاد فرماتے اور نہایت شفقت وتوجہ سے باتیں کرتے بعض خادموں کو حسد ہوا اور ان کی تکریم ناگوار گذری کہ ہم پندرہ پندرہ بیس بیس برس کے رہتے سہتے اس عنایت سے محروم ہیں اور کل کے آئے ہوئے پر یہ لطف وشفقت ہے۔ حضرت شیخ ان کے وسوسوں پر مطلع ہوئے اور خانقاہ کے سارے درویشوں کو مع شیخ شہاب الدینؒ کے ایک ایک مرغ دیکر حکم فرمایا کہ اس کو ذبح کر لاؤ مگر ہر ایک شخص اپنا مرغ ایسی جگہ ذبح کرے جہاں کوئی موجود نہ ہو چنانچہ سب گئے اور تنہا جنگل میں جہاں کوئی آدمی نہ تھا اپنا اپنا مرغ ذبح کر کے لے آئے مگر شیخ شہاب الدینؒ آئے تو زندہ مرغ ہاتھ میں دبائے ہوئے لا کر چپ کھڑے ہوگئے درویشوں نے ان کا مضحکہ اڑایا کہ اتنا بھی نہ ہوسکا جب سب نے اپنا ذبیحہ شیخ کے سامنے رکھدیا تو مرشد نے حضرت شہاب الدین سہروردی سے دریافت کیا'' بھائی تم مرغ کو ذبح کر کے نہیں لائے'' انہوں نے نہایت ادب سے عرض کیا کہ'' حضرت آپکا حکم تھا کہ جہاں کوئی موجود نہ ہو وہاں ذبح کیا جاوے اور مجھے کوئی جگہ ایسی ملی نہیں جہاں حق تعالیٰ موجود نہ ہوں'' اس وقت حضرت شیخ نے طالبین سے فرمایا دیکھو تمہاری اور ان کی استعداد میں اتنا فرق ہے پھر بھلا ان کی تعظیم کیوں نہ کی جائے۔

دوسری مرتبہ حضرت شیخ نے تمام خدام کو حکم دیا کہ صحرا سے ہری گھاس لے کر آؤ سب کے سب حکم پاتے ہی لپکے اور جنگل سے ہری گھاس کھود کھود کر سروں پر رکھ

کر حاضر ہوئے۔ شیخ شہاب الدینؒ آئے تو مٹھی میں ذراسی سوکھی گھاس دبائے لاکر کھڑے ہوگئے پھر لوگوں نے ان کی ہنسی اڑائی کہ سارے جنگل میں ان کو ایک مٹھی ہری گھاس بھی نصیب نہ ہوئی شیخ نے ان سے پوچھا تو عرض کرنے لگے ''حضرت کیا عرض کروں جس ہری گھاس کو توڑنا چاہا اسکو ذکر الٰہی میں شاغل پایا ہمت نہ ہوئی کہ حق تعالیٰ کا ذکر میرے ہاتھوں قطع ہو ایک جگہ اتنی سوکھی گھاس پڑی تھی جو ذکر سے غافل تھی اس لئے اس کو اٹھا لایا۔

حضرت شاہ صاحبؒ کو فکر اولاد اور حضور ﷺ کی تسلی

ارشاد فرمایا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے اور زندگی سے یاس ہوئی تو بمقتضائے بشریت بچوں کی صغرسنی کا تردد تھا اسی وقت حضور رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ تشریف لائے اور فرماتے ہیں ''تو کاہے فکر کرے ہے جیسے تیری اولاد ویسی ہی میری''۔ آپ کو اطمینان ہوگیا شاہ صاحب کی اولاد سب عالم ہوئی اور بڑے مرتبوں پر پہونچے سب صاحب فضل و کمال ہوئے۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے اب ان کی اولاد میں بجز عبدالسلام غیر تعلیم یافتہ اور کوئی بھی نہیں۔

مولانا اسحٰق صاحب کی فضیلت مولانا یعقوب صاحب پر

فرمایا کہ جب مولانا اسحٰق صاحبؒ کی خدمت میں کوئی شخص بیعت ہونے حاضر ہوتا تو یوں فرماتے کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں مولوی یعقوب صاحب کے پاس جاؤ انہوں نے نانا صاحب یعنی شاہ عبدالعزیز صاحب سے یہ سب سیکھا ہے سو باوجودیکہ شاہ اسحٰق صاحب ان باتوں سے صاف انکار فرماتے تھے مگر پھر بھی دیکھنے

والوں نے دیکھا ہے کہ مولانا یعقوب صاحب سے مولانا اسحٰق صاحب ہی درجہ میں بڑھے ہوئے تھے اور اس کی وجہ نشر علم دین ہے۔

ارشاد فرمایا کو مولوی محمد یعقوب صاحب کو فن تعبیر میں کمال تھا ایک بار کسی شخص نے دہلی میں خواب دیکھا کہ فلاں دروازہ سے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ لوگ لئے جاتے ہیں اور اس زمانہ میں مولانا محمد اسحٰق صاحبؒ ہجرت کرنے والے تھے مولوی یعقوب صاحب نے فرمایا بھائی صاحب ہجرت کرنے والے ہیں آپ کے ساتھ علم حدیث کا نکلنا جنازہ کا نکلنا ہے۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کا جواب خواب کے متعلق

شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جناب امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ مذاہب اربعہ میں کون مذہب آپ کے مذہب کے مطابق ہے؟ فرمایا ''کوئی بھی نہیں'' پھر سلاسل اربعہ کو دریافت کیا اس کی بابت بھی وہی جواب ارشاد ہوا کہ کوئی بھی نہیں، جب اس خواب کی خبر مرزا جان جاناںؒ کو ہوئی تو آپ نے شاہ صاحب سے پوچھ بھیجا کہ یہ خواب اضغاث احلام تو نہیں ہے؟ اس کے کیا معنی کہ سلاسل اربعہ اور مذاہب اربعہ میں سے کوئی ایک بھی امیر المومنین کے موافق نہ ہو؟ شاہ صاحب نے جواب لکھا کہ یہ خواب رویائے صالحہ ہے اور عدم موافقت کا یہ مطلب ہے کہ من کل الوجوہ اور ہر ہر جزئیات میں کوئی سلسلہ اور کوئی مذہب آپ کے مذہب کے مطابق نہیں ہے اس لئے کہ ہر ایک مذہب مذاہب صحابہ کا مجموعہ ہے کوئی مسئلہ حضرت صدیق کے مطابق ہے تو کوئی مسئلہ حضرت علی کے اور کوئی حضرت عبداللہ بن مسعود کے رضی اللہ عنہم اجمعین اور یہی حال سلاسل مشائخ کا ہے۔

خان صاحب پر شفقت پیر

ارشاد فرمایا حضرت ملا نظام الدین لکھنویؒ جب مرید ہوئے تو انکے پیر محض امی تھے ایک بار پیر صاحب گھوڑے پر سوار ہوئے اور مولانا کے ہاتھ میں حقہ دیا اور تمام بازار میں پھرایا مگر مولانا صاحب نے بایں ہمہ کمال اس خدمت سے مطلق انکار نہ فرمایا اسکے بعد ایک اور بزرگ کا تذکرہ فرمایا غالباً شیخ جلال الدین تھانیسری تھے انکے مرید ایک خان صاحب تھے حضرت شیخ کی گھوڑی کہیں باہر سے لائی گئی اتفاقاً گھوڑی نے لات ماردی اس پر خان صاحب کو غصہ آ گیا کہنے لگے ”تعلیم و ارشاد تو اوروں کیلئے ہے اور گھوڑوں کی لات ہمارے واسطے“ شیخ کے کسی مرید نے یہ قصہ حضرت سے جا کہا جب خان صاحب گھوڑی لیکر حاضر ہوئے تو شیخ نے غصہ ظاہر فرمایا اور خانقاہ سے نکال دینے کا حکم دیدیا بموجب حکم حضرت شیخ کے خانصاحب نکال باہر کئے گئے ادھر خان صاحب کا یہ حال ہوا کہ روتے روتے بیتاب ہو گئے اور جب اندر جانے کی کوئی صورت نہ پائی تو فرط عقیدت و محبت سے خانقاہ کی بدررو میں گھس پڑے اتفاق سے بارش ہوئی تو خانقاہ کا پانی رک گیا تو لوگوں نے بانس سے نالی صاف کرنی شروع کی وہ بانس خانصاحب کے سر میں جا کر لگا اور پانی کے ساتھ خون بہنے لگا تب تو لوگوں کو تعجب ہوا اور فکر بھی کہ کیا بات ہے نالی کو جو دیکھا تو اس میں خان صاحب کو سر گھسائے پڑا پایا اس کی خبر حضرت کو دی گئی سن کر حضرت شیخ کو رحم آ گیا اور بکمال شفقت شرف حضوری بخشا۔

ایک بزرگ کا عجیب واقعہ

ارشاد فرمایا ایک بزرگ تھے جولاہے ایک روز عصر کی نماز میں ان کو دیر ہو گئی دوڑے ہوئے کنویں پر وضو کے لئے پانی لینے گئے کنویں کے اندر لوٹا یا ڈول جو ڈالا تو

پانی کی جگہ چاندی سے بھرا ہوا نکلا اس کو بزرگ نے پھینک دیا اور جناب باری میں عرض کیا کہ مذاق نہ کرو مجھے نماز کو دیر ہوتی ہے دوبارہ کنویں میں ڈالا تو سونے سے بھرا ہوا نکلا پھر اس کو زمین پر دے پٹکا اور عرض کیا مذاق نہ کرو مجھے تو نماز میں تاخیر ہوئی جاتی ہے اسوقت الہام ہوا کہ میں نے یہ معاملہ اسلئے کیا کہ لوگ تجھ کو حقیر نہ جانیں۔

حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ سے ایک معمولی آدمی کا سوال اور معقول جواب

ارشاد فرمایا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی معمولی آدمی نے دریافت کیا کہ حضرت پیر کیسا ہونا چاہیے اور مرید کیسا؟ آپ نے خیال کیا کہ اگر علمی بحث کی جائے تو یہ سمجھے گا نہیں اور جواب دینا ضروری ہے اس لئے فرمایا ”اچھا کل آنا اس وقت بتائیں گے“ اگلے دن جب وہ شخص حاضر ہوا تو آپ نے ایک خط اسکے حوالہ کیا اور فرمایا اس کو فلاں شخص کے پاس پہونچا دو جب لوٹ کر آؤ گے اس وقت تمہاری بات کا جواب ملے گا مکتوب الیہ وہاں سے تیس منزل پر تھا اور اس کے یہاں ایک لڑکا تھا امرد نہایت حسین جمیل، شیخ نے خط میں لکھدیا کہ خط لانے والے کی خوب خاطر کرنا علیحدہ پر تکلف مکان میں ٹھرانا اور خاص اپنے لڑکے کو اس کی خدمت گذاری پر مامور کرنا اور اسکو تاکید کردینا کہ اس کے تعمیل حکم سے سرمو تجاوز نہ کرے حتی کہ گناہ کا مرتکب بھی ہو تو عذر نہ کرے“ اور اس نامہ برکو فرمایا کہ ٹھیک تیس دن میں مقام مقصود پر پہونچ کر اکتیسویں دن واپس ہو جانا یہ شخص حسب الحکم خط لے کر چلدیا تیس دن میں وہاں پہونچا اور خط حوالہ کیا مکتوب الیہ نے کرامت نامہ کی پوری تعمیل کی جب اس شخص کو لڑکے سے خلوت میسر ہوئی اور طبیعت بھٹکی تو

مرتکب فعل ہونا چاہا فوراً ایک دھول لگی گویا خاص حضرت بایزیدؒ کا ہاتھ ہے معاً رک گیا اور نادم ہوا کہ کیا حرکت ہے، اگلے روز وہاں سے جواب لیکر چلا شیخ کے پاس پہونچا اور کہا کہ حضرت اب میرے سوال کا جواب دیجئے فرمایا ''پیر ایسا ہونا چاہیے جیسے تمہیں دھول لگی اور مرید ایسا ہو جیسا مکتوب الیہ'' یعنی پیر عین لغزش کے موقع سے بچالے اور مرید اپنے مرشد کا اتنا مطیع ہو کہ امتثال سے سر مو تجاوز نہ کرے عام اس سے کہ آبرو دنیوی جائے یا رہے۔

اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ کا تذکرہ فرمایا کہ جب میں قید خانہ میں تھا تو میری تین سال کے لئے تین ہزار کی ضمانت طلب ہوئی تھی چنانچہ تین شخص ضامن ہوئے لیکن انگریز سخت مزاج تھا اس نے یہ کہکر کہ تینوں گنگوہ کے باشندے نہیں ہیں ضمانت نامنظور کردی۔ ماموں صاحب نے قسم کھائی تھی کہ جب تک اس کو نہ چھڑالوں گا گنگوہ نہ آؤنگا چنانچہ وہ ساعی تھے اسی اثنا میں ہمارے حضرت گنگوہ تشریف لائے اور یہاں خبر تھی کہ میں اب رہا ہوا اب رہا ہوا حضرت نے فرمایا کہ اس کے چھوٹنے میں ابھی دیر ہے ہم اس سے مل آئے ہیں، انہیں ایام میں کہ میں قید خانہ میں تھا خواب میں آپ تشریف لائے گویا میرے پاس تشریف رکھتے ہیں اور تسلی فرماتے ہیں پھر حضرت یہاں سے تشریف لے گئے اور میں ایک ماہ بعد رہا ہوا۔

حضرت سید صاحب کی کرامت

منشی محمد ابراہیم صاحب نے ایک بار دریافت کیا کہ حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے دیکھنے والوں میں سے اب بھی کوئی شخص زندہ ہے یا نہیں حضرت نے فرمایا بالفعل تو مجھے یاد نہیں بعد فکر بتلاؤں گا مولانا عبدالرحیم صاحب نے فرمایا کہ سہارنپور میں ایک شخص زندہ ہے۔ حضرت نے اسی سلسلہ میں فرمایا کہ حافظ جانی

ساکن انبیٹھہ نے مجھ سے بیان کیا تھا ہم قافلہ کے ہمراہ تھے بہت سی کرامتیں وقتاً فوقتاً حضرت سید صاحب سے دیکھیں مولوی عبدالحئی صاحب، مولوی محمد اسمعیل صاحب دہلوی اور مولوی محمد حسن صاحب رامپوری بھی ہمراہ تھے اور یہ سب حضرات سید صاحب کے ہمراہ جہاد میں شریک تھے۔ سید صاحب نے پہلا جہاد مسمی یار محمد خان حاکم یاغستان سے کیا تھا سید صاحب نے پہلے اپنا قاصد یار محمد خان کے پاس بھیجا وہ تن تنہا یار محمد خان کے پاس پہونچا اور پیغام سنایا اس نے جواب دیا سید سے کہہ دے وہ کیوں عبث جنگ پر آمادہ ہے اسکے لئے بہتر نہ ہوگا اس کے ہمراہی ایک ایک کرکے مارے جاویں گے اور خود اس قاصد کے کوڑے لگوائے پھر واپس کردیا اور پوچھا پھر بھی سید تجھے بھیجے گا تو تو آئے گا؟ اس نے کہا ''ہاں پھر آؤں گا'' غرض قاصد نے واپس ہوکر سارا حال سید صاحب سے عرض کیا سید صاحب نے فرمایا اچھا تم ہی واپس جاکر یار محمد خان سے کہہ دو کہ ہم کو کیا زک دیگا تو خود پیشاب پی کر مرے گا۔ المختصر لڑائی ہوئی اور یار محمد خان کی فوج نے ہزیمت پائی۔ یار محمد خان بھی بھاگا اس اثناء میں اسے تشنگی لاحق ہوئی جب پانی مانگا اور خادم نے جواب دیا کہ موجود نہیں ہے تو کہا ''شاشہ بیار'' یعنی پیشاب ہی لا اور پی کر قتل ہوا۔

کچھ عرصہ کے بعد کھڑک سنگھ پسر رنجیت سنگھ والی لاہور سے لڑائی ہوئی جس میں بہت سے مجاہدین شہید ہوئے حضرت مولوی اسمٰعیل صاحب و مولوی محمد حسن صاحب بھی وہیں شہید ہوئے البتہ میدان مجاہدین کے ہاتھ رہا جب لاشیں سنبھالی گئیں تو سید صاحب اور ان کے ساتھیوں کا پتہ نہ لگا لوگ تلاش میں نکلے اور ادھر ادھر جستجو کرنے لگے چند آدمی مختلف دیہات اور پہاڑوں میں جاکر ڈھونڈا کرتے تھے اور کسی کو نہ ملتے تھے۔ گاؤں میں برابر پتہ ملتا چلا جاتا کہ یہاں تھے وہاں تھے۔ ایک شخص نے بیان کیا کہ مجھے سخت بخار تھا اسی حالت میں میں نے تینوں شخصوں کو

جاتے دیکھا جن میں ایک سید صاحب تھے میں نے غل مچایا کہ حضرت آپ ہم کو کہاں چھوڑ گئے اور کیوں ہم سے علیحدہ ہوگئے؟ سب لوگ آپ کے رہ براہ ہیں میرے غل مچانے پر حضرت سید صاحب نے منہ پھیر کر مجھے دیکھا کچھ جواب نہ دیا اور چلے گئے میں بوجہ سخت بیماری کے اٹھ نہ سکا۔

دوسرے شخص نے بیان کیا کہ ہم انہیں دنوں سید صاحب کو ایک پہاڑ میں تلاش کر رہے تھے دفعۃً کچھ فاصلہ پر گڑ بڑاہٹ سنا میں وہاں گیا تو دیکھوں کیا سید صاحب اور ان کے دو ہمراہی بیٹھے ہیں میں نے سلام مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ حضرت کیوں غائب ہوگئے سب لوگ بغیر آپ کے پریشان ہیں مجبور ہو کر ہم نے فلاں شخص کو اپنا خلیفہ بنالیا ہے اور ان سے بیعت کی ہے آپ نے اس پر تحسین کی اور فرمایا ''ہم کو اب غائب رہنے کا حکم ہوا ہے اس لئے ہم نہیں آسکتے'' اتنا فرما کر قافلہ والوں کی خیریت اور حالات پوچھے اور پھر روانہ ہوگئے، میں نے بھی ہمراہ ہونے کے لئے عرض کیا تو منع فرمایا اور پھر کوشش کر کے جو میں نے پیچھے چلنا چاہا تو میرے ہاتھ پاؤں وزنی ہوگئے میں تو کھڑا کا کھڑا رہ گیا اور مایوس تھا کہ یا اللہ کیسے چلوں اور حضرت سید صاحب معہ ساتھیوں کے نظر سے غائب ہوگئے۔

تیسرے شخص نے بیان کیا کہ سید صاحب کو ڈھونڈتے ہم ایک گاؤں میں ایک جگہ اترے وہاں دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ قبر جو ڈھئی ہوئی تازہ پڑی ہے اس کو سید صاحب ابھی ڈھوا کر گئے ہیں کیونکہ اونچی تھی اِدھر اُدھر دیکھا تو کہیں پتہ نہ لگا۔

منشی محمد ابراہیم صاحب نے کہا سید صاحب تیرہویں صدی کے آغاز میں پیدا ہوئے تھے اور اب ۱۳۱۸ھ میں ممکن ہے کہ حیات ہوں۔ انہوں نے جب لفظ ممکن کہا تو حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا بلکہ امکن ہے اور فرمایا کہ سید صاحب

انبیٹھہ میں بھی تشریف لائے میاں صابر بخش سجادہ نشین شاہ ابوالمعالی کے یہاں دعوت ہوئی تھی مولوی عبدالحئ صاحب نے دریافت کیا تو صابر بخش کے مکان پر قیام تھا مولوی محمد سالار نے کہا ''اس کافر کے مکان پر کیوں قیام کیا؟'' مولوی عبدالحئ صاحب نے فرمایا وہ کافر نہیں ہے اور وجوہات میں کتب فقہ کا حوالہ دیا مولوی محمد سالار نے کہا ''مولوی صاحب یہ دہلی نباشد کہ کتاب منہ پر دے ماری یہ انبیٹھہ ہے'' مولوی عبدالحئ صاحب ادھر ادھر کی باتیں کر کے واپس ہوئے۔ گنگوہ بھی سید صاحب تشریف لائے تھے اور مکلے کی سرائے میں قیام ہوا تھا چند شخص یہاں شرف بیعت سے مشرف بھی ہوئے تھے جن میں سے ایک شخص یہاں کی مسجد میں رہتا تھا بڑا ہی متبع سنت تھا اس کی عادت تھی جب رمضان شریف گزر چکتا تو لوگوں سے کہہ دیتا تھا بھائیوں ایک برس کی میری زندگی اور نکل آئی لوگ ہنسا کرتے کہ ہر رمضان کے بعد یوں کہہ دیتا ہے حتی کی رمضان کی سات تاریخ کو انتقال کیا۔

سید صاحب نانوتہ بھی تشریف لے گئے وہاں بھی بہت لوگ مرید ہوئے ایک مرید نے بیان کیا ''میری آنکھوں میں پھر رہا ہے کہ سید صاحب مسجد جامع کے وسطی دروازہ میں کھڑے ہیں نہایت شکیل جمیل تھے اور آپ نے اپنی پگڑی اتار کر ایک سرا اپنے ہاتھ میں لے کر باقی بیعت کرنے والوں کو پکڑا دی لوگ برابر دوسرے سرے تک اس کو پکڑے ہوئے تھے اور پگڑی کھنکھجورے کی شکل معلوم ہوتی تھی کیونکہ دونوں طرف سے اس کو تھامے ہوئے تھے۔

سید صاحب توحید و رسالت اور اتباع سنت پر لوگوں سے بیعت لیتے تھے اور بس، سید صاحب اتباع سنت کے لئے از حد تاکید فرمایا کرتے تھے اور بدعات کے سخت مخالف تھے مولوی عبدالحئ صاحب سے ایک دن فرمایا کہ ''اگر کوئی امر مخالف سنت مجھ سے ہوتا دیکھو تو مجھے اطلاع کر دینا'' مولوی صاحب نے کہا حضرت جی

کوئی مخالف سنت فعل آپ سے عبدالحئی دیکھے گا تو وہ آپ کے ساتھ ہوگا ہی کہاں؟ یعنی ساتھ ہی چھوڑ دوں گا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے سید صاحب نے شادی کی تھی نماز میں کچھ دیر سے آئے مولوی صاحب نے سکوت کیا کہ شاید نئی شادی کی وجہ سے اتفاقیہ کچھ دیر ہوگئی، اگلے دن پھر ویسا ہی ہوا کہ سید صاحب کو اتنی دیر ہوگئی کہ تکبیر اولیٰ ہو چکی تھی مولوی عبدالحئی صاحب نے سلام پھیرنے کے بعد کہا کہ ''عبادت الٰہی ہوگی یا شادی کی عشرت'' سید صاحب چپ ہو رہے اور اپنی غلطی کا اقرار کیا پھر نماز میں اپنے معمولی طریق پر تشریف لانے لگے۔

حضرت سید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

بندہ کو حکم خدا کیلئے ہر حال میں مستعد رہنا چاہیے

ارشاد فرمایا کہ سید صاحب کے لئے پٹنہ عظیم آباد سے کوئی شخص تین سو ساٹھ جوڑے کرتے کے تیار کر کے بھیجا کرتے تھے کہ حضرت ہر روز نیا جوڑا زیب تن فرماویں لیکن غائب ہونے سے کچھ دن قبل فرمایا کرتے تھے کہ لوگو اگرچہ میں ہر روز جوڑا بدلتا ہوں لیکن اگر امر خدا یہ ہو کہ میں کملی پہنوں اور بھینس کے گوبر میں دھنس جاؤں تو بندہ کا کام ہے کہ راضی برضا ہو۔ اس کلمہ کو بار بار کچھ کچھ دنوں تک فرمایا کرتے آخر ایک مرید افغان نے کہا ''کیا ہم سے تم جدا ہونا چاہتا ہے کیا معاملہ ہے؟ کہ بار بار ایسا کلمہ کہتا ہے؟'' سید صاحب نے فرمایا کہ واقع میں بندہ کو خدا کے حکم کی تعمیل میں بہر حال مستعد رہنا چاہیے۔

مولوی احمد حسن امروہی کا اپنے اعضا کو نصیحت

فرمایا مولوی احمد حسن صاحب امروہی جو سید صاحب کے ہمراہ تھے انکا یہ حال تھا کہ ایام سرما میں جب ان کے پاس گھر سے رضائی بچھونا جاتا تو اپنے اعضا سے کہتے کہ تم ان میں آرام لو گے؟ ان میں رہو گے؟ لیکن میں جب خوش ہوں گا کہ تم میں سے ہر عضو خون میں بھرا ہوا خاک میں رُلتا ہو' اور بالآخر یونہی ہوا۔

حضرت سید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر ایک رنڈی کا بیعت

ارشاد فرمایا کہ سید صاحب کسی شہر میں گزرے ایک خوبصورت رنڈی اپنے دروازہ پر کھڑی تھی سید صاحب گھوڑے پر سوار جا رہے تھے آپ نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا اور چل دئے تو وہ رنڈی بے تحاشا دوڑی اور گھوڑے کے قدموں میں گر پڑی کہ ''حضرت برائے خدا مجھے افعال ناشائستہ سے توبہ کراؤ اور بیعت کرلو' حضرت نے توبہ کرائی اور اس سے دریافت کیا کس سے نکاح کرنا چاہتی ہے؟ اس کا کوئی آشنا تھا اس نے اس کی نسبت کہا اس شخص نے انکار کر دیا تب اسی وقت قافلہ والوں میں سے کسی شخص کے ساتھ حضرت نے اس کا نکاح کر دیا اور قیام گاہ پر پہونچ کر فرمایا لوگو جو کچھ تم نے دیکھا اس پر تعجب نہ کرنا اگر کوئی شخص اس سے زیادہ بھی اپنا اثر دکھائے مگر وہ خلاف سنت ہر گز ہر گز اس کا اعتبار نہ کرنا۔

ارشاد فرمایا ہنگام قیام نانوتہ میں غلام حسین شیعوں کا مولوی تھا وہ بھی سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ایک مکان میں بیٹھے تھے جب وہ اندر آیا تو آپ متوجہ نہ ہوئے اس پر جوں ہی اثر پڑا تو وہ بدنصیب جوتیاں بھی وہیں چھوڑ کر بھاگا کہ یہ شخص سید بڑا جادوگر ہے اور جب تک سید صاحب نانوتہ میں مقیم رہے وہ جنگل میں رہا شہر میں نہ آیا۔

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کے تذکرہ میں فرمایا کہ لکھنؤ میں شیعوں کا مجتہد لباس بدلکر سید صاحب کے پاس آیا مولوی اسمٰعیل صاحب موجود نہ تھے کہیں سیر سپاٹے کو گئے ہوئے تھے مجتہد نے آکر کہا مجھے چند مسئلے دریافت کرنے ہیں سید صاحب نے فرمایا پوچھو، مولوی عبدالحئی صاحب کا قاعدہ تھا کہ سائل کا سوال سنکر ذرا سکوت فرماتے جواب دیتے تھے چنانچہ حسب عادت مولوی صاحب نے مجتہد کو جواب دیا مجتہد نے کہا اس بیان سے تو کچھ تسکین نہیں ہوئی چلتے ہیں مجتہد صاحب سے دریافت کریں گے کیونکہ وہاں پورے طور پر تسکین ہوجاتی ہے یہ کہہ کر فوراً اٹھ کر چلدیا گویا الزام دے گیا کچھ دیر بعد مولوی محمد اسمٰعیلؒ صاحب آئے اور معاملہ معلوم کیا تو افسوس کرنے لگے کہ ہم نہ ہوئے۔ مولوی محمد اسمٰعیل صاحبؒ کشیدہ قامت سپاہیانہ انداز میں رہتے تھے ایک دن بلا اطلاع مجتہد صاحب کی مجلس میں جا پہونچے اور کہا ’’چونکہ سنیوں کی صحبت اکثر رہتی ہے اور وہ لوگ مختلف سوالات پوچھا کرتے ہیں چنانچہ چند سوال دقّت طلب تھے ان کا جواب دریافت کرنا چاہتا ہوں‘‘ مجتہد صاحب نے نہ پہنچانا اور کہا کہ پوچھو، مولوی اسمٰعیل صاحب نے سوال شروع کئے مجتہد بیچارہ جو جواب دیتا اس کو رد کردیتے حتی کہ وہ ساکت ہو رہا مولوی صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ چلیں سید صاحب سے ہی دریافت کریں وہ پورے طور سے تسکین کردیں گے اور تسلی وہیں جاکر ہوتی ہے‘‘ اتنا کہہ کر چلدئے جب باہر نکل آئے تو مجتہد کو معلوم ہوا کہ مولوی محمد اسمٰعیلؒ تھے سخت افسوس کیا اور اپنے لاجواب ہونے پر بہت نادم ہوا۔

ایک بار مولوی محمد اسمٰعیل صاحب پالکی میں جارہے تھے ایک طالب علم نے کُرۂ زمین کے متعلق ہیئت کا مسئلہ دریافت کیا آپ نے بلاتکلف اپنی مٹھی باندھ کر کرۂ عرض اس کو سمجھادیا۔

مولوی محمد حسنؒ کی نازک مزاجی

مولوی محمد حسنؒ صاحب رامپوری کے متعلق فرمایا کہ وہ بہت نازک مزاج تھے اور قافلہ میں نازک مزاج نبھنا مشکل تھا ذرا سی کوئی بات ان کے خلاف مزاج ہوجاتی تو کھانا نہ کھاتے مولوی محمد اسمٰعیلؒ صاحب نے جو یہ حال معلوم کیا تو ایک دن بالعزم انکو اپنے پاس بٹھایا اور جب کھانا آیا تو رومال میں ناک سنک کر رومال کو دبوچ لیا مولوی محمد حسنؒ صاحب فوراً اُٹھ کھڑے ہوئے اور کھانا نہ کھایا دوسرے وقت پھر کھانا آیا تو مولوی اسمٰعیلؒ صاحب نے ان کا ہاتھ پکڑ کر پھر اپنے پاس بٹھالیا اور بدستور رومال میں ناک سنکی اور اس مرتبہ اتنا اور زیادہ کیا کہ ان کو دکھا کر اسکو مل بھی دیا اس پر مولوی صاحب نفرت کرکے پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ وقت بھی فاقہ سے گذارا تیسرے وقت پھر وہی صورت پیش آئی مولوی محمد حسنؒ صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب اگر آج آپ کھانے میں ملا بھی دیں گے تو بھی آج ضبط نہیں ہوسکتا‘‘ چنانچہ کھانا کھایا مولوی اسمٰعیلؒ صاحب نے فرمایا مولانا قافلہ میں آپ کی نازک مزاجی نبھ نہیں سکتی اس لئے ایسا کیا گیا۔

اہل ہند پر حج فرض ہے

ارشاد فرمایا کہ مولانا اسمٰعیل صاحب شہید اور حضرت سید صاحب رحمۃ اللہ علیہما کا یہ مشرب تھا کہ ’’حدیث صحیح غیر منسوخ کے مقابلہ میں کسی کے قول پر عمل نہ کرے اور جہاں حدیث صحیح غیر منسوخ نہ ملے تو مذہب حنفی سے بڑھ کر کوئی مذہب محقق نہیں‘‘ ایک بار یہ دونوں حضرات لکھنؤ تشریف لے گئے تھے وہاں پہونچ کر اہل ہند پر حج کی فرضیت کا مسئلہ بیان فرمایا لکھنؤ کے علماء ان کے مخالف ہوئے اور دلیل

پکڑی ان ضعیف فقہی روایتوں کی جن میں دریائے شور (کہ مابین ہند وحجاز حائل ہے) مخل امن طریق لکھا ہے غرض یہ بات ٹھہری کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا قول دونوں فریق فیصلہ سمجھیں چنانچہ اہل لکھنؤ نے شاہ صاحب کو لکھا وہاں سے جواب آیا کہ ان دونوں صاحبوں کو میرا قائم مقام سمجھو اور فقیر کی رائے بھی یہی ہے کہ اہل ہند پر حج فرض ہے۔

حضرت شاہ صاحب کا غیر مقلد سے مقابلہ

ارشاد فرمایا شاہ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا محمد اسمعیل رحمۃ اللہ علیہ صاحب کے صاحبزادے تھے اور مجذوب تھے ایک بار جامع مسجد دہلی میں اکبر خان غیر مقلدین کا بانی وعظ کر رہا تھا جمعہ کے بعد حضرت نے فرمایا یہ غیر مقلد ہے تو کیا ہوا قرآن وحدیث رسول ہی تو بیان کرتا ہے" غرض شاہ صاحب مراقب ہوکر وعظ میں بیٹھ گئے جب تک وہ حدیث پڑھتا رہا خاموش بیٹھے سنتے رہے ایک حدیث کے بعد اکبر خان نے کہا" اگر ابو حنیفہؒ بھی ہوتے تو اس حدیث کا مطلب ہم انہیں سمجھا دیتے" بھلا شاہ صاحب میں کہاں تاب تھی آپ نے سر اٹھا کر فرمایا" تو ابو حنیفہ کو مطلب سمجھاتا جن کے مقلد جنید وشبلی جیسے ہوگئے" اُٹھ کر ایک دھول اس کے سر پر ایسی لگائی کہ اس کا عمامہ اڑ گیا چند بنگالی طالب علم جو اکبر خان کے معتقد تھے شاہ صاحب کے مقابلہ کو تیار ہوئے مگر اکبر خان نے روکا کہ نہیں نہیں صاحبزادے ہیں۔

ایک بار شاہ محمد عمر صاحبؒ جا رہے تھے اندھیری رات میں پہرہ والے نے ٹوکا کہ کون جاتا ہے؟ شاہ صاحب نے کچھ جواب نہ دیا پہرہ والے نے پھر پوچھا کون ہے؟ تب فرمانے لگے" تجھے معلوم نہیں ہوتا آفتاب نکلا ہوا ہے" اس جواب پر پہرہ والے نے مارنا شروع کیا کسی نے اتفاق سے پہچان لیا اور کہا ارے یہ تو مولانا

محمد عمر صاحب ہیں اس پر پہرہ والے نے بھی معذرت کی کہ حضرت میں نے پہچانا نہ تھا شاہ صاحب نے فرمایا" کچھ نہیں میاں کچھ نہیں" اور چلے گئے۔

مولوی رحمت اللہ صاحب کا قصد ہجرت

حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا غدر کے زمانہ میں ایک مجذوب تھانہ بھون میں تھے جب مولوی رحمت اللہ صاحب کی گرفتاری کا حکم ہوا اور ان کا ارادہ ہجرت کا ہوا تو لوگوں نے کہا کہ مجذوب صاحب سے ذرا مشورہ لینا چاہیے چنانچہ ان کی خدمت میں گئے تب مجذوب صاحب فرمانے لگے" چلا جا یہاں نہیں رہ سکتا فاضل ہوکر ایسی چھچھوری بات نہیں بھاتی" اور اپنے والد صاحب کا نام لیکر کہا کہ تین روپیہ ان کی طرف سے اور چھ روپیہ میری طرف سے تجھے ملتے رہیں گے" پس مولوی رحمت اللہ صاحب نے بھی ہجرت کا قصد کر لیا اور اس تاریخ سے نو روپیہ ماہوار ان کو برابر ملتے رہے اس میں کبھی فتور نہیں ہوا مولوی ولایت حسین صاحب نے عرض کیا کہ حضرت اگر مجذوب کے کہنے کے موافق مولوی رحمت اللہ صاحب ہندوستان میں رہ جاتے تو کچھ دار وگیر نہیں ہوتی؟ حضرت نے ارشاد فرمایا" ہاں کوئی صورت براءت کی منجانب اللہ نکل آتی"۔

امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی لڑکی کو دنیا کی محبت بالکل نہیں

ارشاد فرمایا کہ حضرت مرشدنا حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ گنگوہ تشریف لائے میری لڑکی کی عمر کوئی تین سال کی تھی حضرت نے اسکے ہاتھ میں پانچ روپیہ شیرینی کے دیئے میری لڑکی نے وہ روپیہ لیکر حضرت کے قدموں میں رکھ دئے پھر دیئے اس نے ایسا ہی کیا ہر چند حضرت نے فرمایا کہ تو تو میری بیٹی ہے لے لے مگر وہ نہیں مانی حضرت نے فرمایا آخر تو فقیر کی بیٹی فقیرن ہی ہے اسکے بعد یہ دعاء فرمائی" ایں دختر صاحب نصیب

است و ہیچ عسرتے در دنیا نہ بیند والا زاہد و صالح خواہد شود‘‘ اسکے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے فرمایا الحمد للہ میری لڑکی کو دنیا کی محبت بالکل نہیں ہے۔

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ جب میں استاذی مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پڑھتا تھا میرے تمام بدن کے اوپر خارش نکل آئی۔ میں ہاتھوں میں دستانہ پہن کر سبق پڑھنے کیلئے حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ان ایام میں بھی ایک دن سبق ناغہ نہیں کیا۔ ایک روز مجھ کو زیادہ خارش میں مبتلا دیکھ کر حضرت استاذی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ’’میاں رشید تمہارا تو وہ حال ہوگیا۔ بقول شخصے

یکتن و خیل آرزو دل بچہ مدعا دہم
تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

اسم اعظم اللہ ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص حضرت امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت میں اسم اعظم سیکھنے آیا ہوں آپ نے اس سے وعدہ فرمایا اور کہا کہ فلاں دن فلاں دریا کے کنارہ پر مجھ سے ملنا چنانچہ وہ شخص وعدہ پر پہونچ گیا اور ملتجی سیکھنے اسم اعظم کا ہوا آپ نے فرمایا اس دریا میں جا اور میرا نام لیتا رہ وہ شخص حسب الارشاد دریا میں گھسا اور آپ کا نام لیتا رہا یہاں تک کہ پانی ناف سے اوپر آ گیا اور یہ شخص ہمت کر کے بڑھتا ہی رہا آخر جب بیچ دھار میں پہونچا تو لگا ڈوبنے اس پریشان حالی میں اس نے امام کا نام لینا تو چھوڑ دیا اور بے اختیار زبان سے نکلا اللہ اللہ چنانچہ اللہ کو پکارتا ہوا دریا سے پار اتر گیا۔

اس وقت حضرت امام جعفر صادقؒ نے ارشاد فرمایا کہ اسم اعظم یہی نام مبارک اللہ اللہ ہے بشرطیکہ اسی طرح دل سے نکلے جیسا ابھی ڈوبتے وقت تیری

زبان سے نکلا تھا اس قصہ کے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا میاں راہ خدا میں خلوص کا ہونا ہی اصل بات ہے۔

حضرت شاہ عبدالغنیؒ کا تقویٰ

ارشاد فرمایا میرے استاذ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ بہت بڑھا ہوا تھا سینکڑوں مرید تھے اور ان میں اکثر امراء اور بڑے آدمی تھے مگر آپ کے ہاں اکثر فاقہ ہوتا تھا۔ ایک روز آپ کے ہاں کئی روز کا فاقہ تھا خادمہ کسی بچہ کو گود میں لئے ہوئے باہر نکلی بچہ کے چہرہ پر بھی فاقہ کے سبب پژمردگی تھی اتفاق سے مفتی صدر الدین صاحب کہیں سے تشریف لائے تھے بچہ کا چہرہ مرجھایا ہوا دیکھا تو خادمہ سے پوچھا بچہ کیسا ہے اس کا رنگ کیوں متغیر ہے؟ اس نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا حضرت کے یہاں کئی وقت سے فاقہ ہے، مفتی صاحب کو صدمہ ہوا اسی وقت گھر پہونچ کر خادم کے ہاتھ ڈیڑھ سو روپیہ روانہ کئے اور لکھا کہ یہ آمدنی فیس کی نہیں ہے بلکہ تنخواہ قبول فرمالیجئے۔ حضرت شاہ صاحب نے واپس فرمادیئے اور کہلا بھیجا آپ کی تنخواہ ہی کہاں جائز ہے؟ اس کے بعد شاہ صاحب کو فکر ہوئی کہ فاقہ کا راز کس طرح ظاہر ہوا تحقیق سے معلوم ہوا کہ خادمہ نے کہہ دیا تھا آپ نے اسکو بلایا اور فرمایا نیک بخت اگر فاقہ کشی برداشت نہیں ہے تو دوسرا گھر دیکھ لو مگر خدا کیلئے ہمارا راز افشاں نہ کرو۔

☆☆☆

اجّان کے بڑے بھائی

بحر العلوم حضرت مولانا حکیم عبدالرشید محمود

عرف حکیم نھومیاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نبیرہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا حکیم ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی رحیمی شفاخانہ بنگلور کرناٹک

امام ربانی قطب الارشاد وحضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عالمِ اسلام میں کون واقف نہیں تمام دینی ومذہبی ادارے اور اہلِ علم وفضل آپ کی علمی صلاحیتوں اور بزرگانہ مقام ومرتبہ سے بخوبی واقف ہیں۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے وصال کے بعد آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ حکیم مسعود احمد صاحب کے بڑے صاحبزادے اور حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نبیرہ ہیں۔

آپ کے علم وفضل کا چرچا علماء کے درمیان بچپن سے ہی تھا۔ گویا حضرت گنگوہیؒ سے علم وفضل آپ کو وراثت میں ملا تھا۔ آپ صرف اٹھارہ برس کی عمر میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے۔ تو ارباب دارالعلوم دیوبند نے آپ کو پیش کش کی تھی کہ دارالعلوم آپ کا تقرر کرنے کے لئے تیار ہے آپ بخاری شریف کا درس

دیں۔ یعنی شیخ الحدیث کے منصب کی پیش کش کی تھی۔ لیکن حکیم صاحب نے یہ کہہ کر معذرت کرلی تھی کہ درس وتدریس کا میرا مزاج نہیں ہے۔

آپ نے طالب علمی کے دور میں شجرہ علماء دیوبند تیار کیا تھا۔ یعنی علماء دیوبند کا سلسلہ حضور اکرم ﷺ سے کیسے ملتا ہے؟ ناچیز نے بھی اس شجرہ کی زیارت کی وہ تقریباً چھ فٹ لمبا شجرہ تھا۔ جسکا بیشتر حصہ دیمک نے کھالیا تھا۔

قارئین کرام حیران ہورہے ہوں گے کہ شخصیت کی تعریف تو کررہے ہیں لیکن نام ابھی تک ظاہر نہیں کیا ہے تو لیجئے۔ آپ بھی ان سے ملاقات کریں۔ آپ ہیں بحر العلوم حضرت مولانا حکیم عبدالرشید محمود عرف حکیم نھومیاں صاحبؒ، آپ کو نظافت نفاست اور پاکیزگی حضرت گنگوہی سے ملی تھی۔ آپ نہایت خوبصورت ذہین اور صاحب الکلام تھے۔ آپ کی مجلس میں بڑے بڑے علماء کرام حاضر ہوکر علمی نکات سے واقفیت حاصل کرتے تھے۔ اور قرآن وحدیث کے رموز واسرار سے اپنے دامن بھرتے تھے۔ آپ نہ صرف قادر الکلام تھے بلکہ بحر العلوم کے گراں قدر غواص چن کر حاضرین مجلس کے سامنے پیش کرتے تھے آپ کی مجلس کا رنگ ڈھنگ کبھی امام اعظمؒ کی مجلس کا ہوتا اور کبھی امام احمد ابن حنبلؒ اور کبھی حافظ شیرازیؒ اور کبھی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور کبھی حضرت گنگوہیؒ اور کبھی علامہ انور شاہ کشمیریؒ کی مجلس کی جھلک نظر آتی تھی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ جید اور ذی شعور علماء بھی آپ کے کلام کو سمجھنے سے قاصر رہتے۔ اور محوِ حیرت ہوجاتے کہ کیا بول رہے ہیں؟ کہاں سے بول رہے ہیں۔ آپ کی زندگی میں ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش میں کوئی عالم دین آپ کے مقام ومرتبہ کے برابر نہیں تھا۔

میں نے دیکھا کہ امام الشریعت والطریقت حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور حضرت حکیم صاحب سے ملاقات کیلئے تشریف لاتے

تو عوام کا جم غفیر ہوتا۔ حضرت حکیم صاحب شیخ کو مخاطب کرنے کیلئے فرماتے ''شیخ'' تو حضرت جواب میں فرماتے ''لبیک یا سیدی'' حضرت شیخ حکیم صاحب کا بڑا اکرام فرماتے۔ کیونکہ شیخ کے والد محترم حضرت مولانا محمد یحیٰ صاحبؒ حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں تاحیات رہے خانقاہی نظام کو بحسن خوبی سنبھالا، حضرت گنگوہیؒ کے مزاج سے خوب واقف تھے۔

دو ہستیاں ایسی ہیں جنہوں نے حضرت گنگوہیؒ کی گود میں پرورش پائی ہے ایک حضرت شیخ زکریا صاحبؒ دوسرے حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ ان دونوں حضرات کو بچپن میں حضرت گنگوہیؒ کے پاس رہنا نصیب ہوا اور حضرت کی شفقتیں اور نظرِ عنایات حاصل ہوئیں۔

مزید تیسری شخصیت ہے جنکے بارے میں بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ وہ ہیں حافظ اللہ دیا صاحبؒ جھنجھانوی جو اپنے ماموں کے ساتھ حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں جب حاضر ہوئے تو ان کی عمر صرف آٹھ سال تھی امام ربانی اس وقت (بظاہر) نابینا ہو گئے تھے۔ آپ کے ماموں نے سلام کیا اور خیر و عافیت کے بعد پاؤ دبانے لگے۔ آٹھ سالہ بچے نے بھی سلام کے بعد اپنے ننھے ننھے ہاتھوں کو حضرت کے پاؤں سے مس کیا تو حضرت نے پوچھا کون ہے؟ ماموں نے کہا حضرت یہ میرا بھانجہ ہے اللہ دیا۔ فرمایا۔ یہ تو قطب مدار ہے اور اسی نشست میں بیعت فرمالیا اور خلافت سے نوازا۔ (اللہ اکبر) حالانکہ حافظ اللہ دیا صاحبؒ نہایت معمولی گھرانے کے فرزند تھے اور کمہار برادری سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت گنگوہیؒ کے وصال کے بعد دنیا نے دیکھا کہ یہ تینوں شخصیات عالمِ اسلام کی مخدوم ہوئیں۔

حضرت حکیم صاحبؒ دارالعلوم دیوبند زیر تعلیم تھے۔ تو حضرت شیخ الاسلامؒ ان کے بڑے نخرے برداشت کرتے تھے۔ کبھی کبھی حکیم صاحب کہہ دیا کرتے تھے

آج میں سبق میں نہیں جاؤں گا۔ تو حضرت مدنیؒ ان کے کمرے پر بذاتِ خود تشریف لاکر سمجھا کر اپنے ساتھ درسگاہ لے جاتے۔ اور فرماتے چلئے صاحبزادے میرے ساتھ چلئے۔ کیوں ناراض ہیں آپ؟ کبھی کبھی سبق کے بعد فرماتے صاحبزادۂ محترم آج کی تقریر بطور خاص آپ کے لئے تھی۔ آپ نے سمجھ لیا ہے نا؟

یہ بات تو مشہور ہے کہ سچ کڑوا ہوتا ہے۔ کچھ ایک ایسا ہی سچ میں بیان کرنا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ حضرت حکیم نھو میاں صاحبؒ نے ایک مرتبہ سبق کے دوران شیخ الاسلام کے پاس پرچی بھیجی۔ اس وقت یہ دستور تھا کہ کوئی بھی طالب علم شیخ الاسلام کے پاس سوالات کی پرچی بھیج سکتا تھا۔ چنانچہ سبق کے بعد اس قسم کی پرچیوں کے جواب شیخ الاسلام دیا کرتے تھے جب یہ پرچی شیخ الاسلام نے ملاحظہ فرمائی۔ تو اس میں لکھا کہ حضرت آپ کبھی جلسوں میں کبھی دیگر پروگراموں میں جاتے رہتے ہیں حالانکہ آپ کے جانے سے طلباء کے اسباق کا حرج ہوتا ہے آپ کو اسکا خیال نہیں ہے۔ کیوں کہ پرچی کے آخیر میں پرچی لکھنے والے کا نام نہیں تھا۔ اس لئے معلوم نہ ہوسکا کہ کس نے پرچی بھیجی ہے۔ اس وقت شیخ الاسلام کو سخت ناگواری ہوئی نہیں معلوم آپ کس حال میں تھے۔ ارشاد فرمایا۔ جس نے یہ پرچی لکھی۔ اس کے علم سے نہ اسکو نہ دوسروں کو فائدہ پہونچے گا۔ بعد میں کسی شاگرد نے بتایا کہ حضرت وہ پرچی تو صاحبزادہ محترم نے بھیجی تھی۔ حضرت نے سنا تو افسردہ ہو گئے فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون فرشتے لکھ چکے ہیں۔

اس واقعہ سے میرا مقصد ہرگز حضرت حکیمؒ کی تحقیر نہیں ہے۔ کیوں کہ راقم الحروف کو خود حضرت حکیم صاحبؒ سے طب کے کچھ اسباق پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔ اور نہیں معلوم کس کس نے کیا کیا پڑھا ہوگا۔ حکیم محمد غفران صاحب گنگوہیؒ نے بھی کچھ اسباق طب کے حضرت حکیم صاحب سے پڑھے تھے۔ اور آپ کی مجلس

تو صبح دس بجے سے ایک بجے تک عوام وخواص کے لئے منعقد ہوتی تھی۔ علمائے کرام گروہ کے گروہ آتے اور اپنے اپنے مسائل حل کر کے واپس ہوتے۔ مدارس کے ذمہ داران اور طلبائے عزیز بھی حاضر ہوتے اور کبھی حکیم صاحب ان سے اور کبھی وہ حکیم صاحب سے سوالات کرتے۔ جب تک آپ حیات رہے علمی جواہر پاروں سے طالبین کے دامنوں کو بھرتے رہے۔ آپ اپنی حیات مبارکہ میں علمائے حق کے سرخیل تھے۔ آپ کی ذاتِ مبارکہ سے امت کے ایک بڑے طبقہ نے فیض حاصل کیا اور علمی تشنگی بجھائی۔

لیکن جس مقام کے آپ عالم اور فاضل تھے اس اعتبار سے آپ کسی نہ کسی بڑی درسگاہ کے شیخ الحدیث ہوتے یا کسی بڑے ادارے کے مہتمم اور صدر مدرس ہوتے۔ اس حالت میں آپ سے جو فیض علمائے کرام اور طلباء کو اور امت کو پہونچتا۔ وہ نہ پہونچ سکا اور علم کا سارا خزانہ آپ کے ساتھ قبر میں دفن ہوگیا۔ (شاید اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا) اسکے باوجود آپ نے کئی کتابیں لکھیں۔ آپ کی ایک تصنیف بنام ذکر النبیؐ میرے پاس موجود ہے۔ (جسکا جدید ایڈیشن جلد ہی انشاء اللہ شائع کیا جائے گا) حضرت حکیم نھومیاں صاحبؒ اپنے والد محترم مولانا حکیم مسعود احمد صاحبؒ کی طرح ماہر نباض بھی تھے اور نبض شناس کے ساتھ ساتھ مردم شناس بھی تھے۔ کہتے ہیں کہ ایک انگریز افسر مولانا حکیم مسعود احمد صاحبؒ کے مطب میں آیا اور کہا میرے سر میں دوسال سے شدید درد ہے حکیم صاحب نے نبض دیکھی اور فرمایا بیٹھے رہو، دیگر مریضوں کو دیکھ کر رخصت کرتے رہے۔ اور مطب بند کرنے کا وقت آگیا۔ حکیم صاحب نے افسر سے کہا آپ کل آجائیں۔ میں آپ کو کل دیکھوں گا!

انگریز افسر ناراض ہوکر چلا گیا دوسرے دن مطب کھلتے ہی حاضر ہوگیا۔ حکیم صاحبؒ نے کہا ابھی بیٹھے رہیئے۔ چنانچہ اس دن بھی دیگر مریضوں کو دیکھتے رہے

یہاں تک کہ مطب کا وقت ختم ہونے لگا۔ تو انگریز افسر نے کہا مجھے کب دیکھو گے؟ حکیم صاحب نے کہا کل دیکھیں گے۔ اس پر افسر کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور کہا کل بھی نہیں دیکھا اور آج بھی ایسے ہی بٹھائے رکھا۔ کیا بات ہے؟

حکیم صاحب نے کہا۔ اچھا بیٹھو بیٹھو۔ میں ابھی دیکھ لیتا ہوں۔ چنانچہ حکیم صاحب نے ایک سفوف دیا اور کہا اسکو سونگھو! اس نے وہ سفوف اپنی چٹکی میں لیتے ہوئے ناراضگی سے کہا اس سے کیا ہوگا۔؟ حکیم صاحب نے کہا سونگھو اور جب چھینک آئے تو رومال میں چھینکنا۔ آفیسر نے جیسے ہی سفوف سونگھا تو زور کی چھینک آئی جس کو اس نے رومال میں لے لیا۔ حکیم صاحب نے فرمایا۔ دیکھو چھینک میں کیا نکلا ہے؟ اس نے دیکھا تو ایک لمبا کنکھجورہ تھا۔ وہ ڈر گیا۔ اور کہا حکیم صاحب یہ کیسے نکلا ہے ناک سے؟ تو فرمایا جب یہ باریک کیڑا تھا کسی طرح تمہارے دماغ میں پہونچ گیا اور دماغ چاٹتے چاٹتے بڑا ہوگیا اسی کی وجہ سے درد ہوتا تھا۔ کل اور آج لمبے وقت تک تم کو اس لئے بٹھایا کہ غصہ آئے۔ غصہ آنے پر دماغ ہلتا ہے سکڑتا ہے تو یہ کنکھجورہ اپنے پنجے باہر نکال لیتا ہے۔ اسلئے پہلے غصہ دلایا اور پھر چھینک کے ذریعہ اسکو باہر نکالا۔ افسر نے نہایت ادب سے معافی مانگی اور شکریہ ادا کیا۔ تو ایسے ماہر نباض تھے حکیم مسعود احمد صاحبؒ۔

اسی طرح حضرت حکیم نھومیاں صاحبؒ بھی ماہر نباض تھے۔ ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ ایک خاتون نے اپنی نبض دکھائی حکیم نھومیاں صاحبؒ نے نسخہ تجویز فرما دیا۔ آٹھ دن کے بعد پھر ایک خاتون نے آکر نبض دکھائی اور نسخہ لکھوایا۔ تو حکیم صاحب نے خاتون سے مخاطب ہوکر فرمایا آٹھ دن قبل تمہاری نبض بڑی طاقتور تھی صرف آٹھ دن کے بعد ایسی کمزوری تمہاری نبض میں کیسے آگئی؟ تو خاتون نے عرض کیا حکیم صاحب آٹھ دن قبل میری بیٹی نے نبض دکھائی آج میں اسکی ماں حاضر ہوئی

ہوں تو فرمایا۔ اوہو، ماں، بیٹی کی مماثلت کی وجہ سے نبض کی ساخت اور رفتار ایک سی معلوم ہو رہی ہے اس کی وجہ سے مغالطہ ہوگیا۔ ایک بار کچھ لوگوں نے آپس میں طے کیا۔ اور حکیم نھوں میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ فرمایا۔ کہاں سے آئے ہو؟ عرض کیا فلاں گاؤں سے حاضر ہوئے ہیں۔ پوچھا کیا بات ہے۔ عرض کیا۔ ایک مریضہ کو لائے ہیں۔ وہ باہر بہیلی (رتھ بیل) میں بیٹھی ہے۔ فرمایا اندر لے کر آجاؤ۔ عرض کیا حضرت وہ نہایت ہی پردہ دار خاتون ہیں باہر نکل کر آنا پسند نہیں کرتیں۔ فرمایا۔ چلو ہم ہی چل کر دیکھ لیتے ہیں۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضرت وہ کسی نامحرم کو اپنا ہاتھ دکھانا بھی پسند نہیں کرتیں۔ حکیم صاحب نے فرمایا اچھا۔ پھر ایسا کرو ایک ڈی ایم سی کا دھاگہ ان کے گٹے میں باندھ دو اور دھاگے کا دوسرا سرا میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ بہیلی کے اندر موجود عورت کے ہاتھ میں دھاگہ باندھ دیا گیا۔ اور دوسرا سرا حکیم صاحب کے پاس لیکر آگئے۔ آپ نے ایک منٹ دھاگے کو آنکھیں بند کر کے کچھ ملاحظہ فرمایا۔ اور سخت ناراض ہو کر فرمایا۔ کیوں جھوٹ بولتے ہو۔ بہیلی میں کوئی جاندار نہیں بیٹھا ہے؟ تو حاضرین نے معذرت چاہی کہ حکیم صاحب ہم تو صرف آزمانے کے لئے آئے تھے۔ کہ واقعی آپ نباض ہیں یا نہیں۔ حقیقت میں بہیلی میں کوئی عورت ہے نا مرد ہے۔ بلکہ ہم نے یوں ہی دھاگہ اندر لکڑی میں باند دیا تھا۔

حاجی مصطفیٰ کامل صاحبؒ نے ایک بار ہم لوگوں کو بتایا کہ میرے پیٹ میں ایک مرتبہ ایسا درد ہوا کہ تمام ڈاکٹر عاجز آگئے۔ والدہ نے فرمایا ارے نھو تو ہی دیکھ لے کامل کو۔ اسے کیا ہوگیا ہے سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ حکیم نھوں صاحب نے نبض دیکھی۔ پاؤں کی نبض دیکھی۔ پیٹ پر ہاتھ رکھ کر دیکھا لیکن کہیں بھی درد کا شائبہ نظر نہیں آیا تو حکیم صاحب نے فرمایا بھئی کامل تمہاری ایکٹنگ بہت زبردست ہے

واقعی ہار مان گئے۔ جسم کی بے قرار جھوٹی ہے نبض کی رفتار سچ ہے۔ اور یہ کہہ کر واپس ہوگئے۔ تو ماں نے پوچھا ارے کامل کیا بات ہے، نھو تو کہہ رہا ہے کامل بہانہ کر رہا ہے۔ تو اجان ہنسنے لگے اور کہا اماں میں تو بھائی جان کو آزمار ہا تھا کہ دیکھو کیا کہتے ہیں مجھے درد وغیرہ کچھ نہیں تھا۔ اس قسم کے بے شمار واقعات ہیں اس مختصر سے مضمون میں ان کے لکھنے کی گنجائش نہیں ہے۔

سوئے اتفاق کہ حضرت حکیم نھو میاں صاحبؒ نے ایک شیشی میں سے سفوف لے کر کھالیا۔ پانی سے سفوف پھانکنے کے بعد احساس ہوا کہ یہ تو خطرناک زہر تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں جسم پر آبلے آنے شروع ہوگئے اور تمام جسم بڑے بڑے آبلوں سے بھر گیا۔ زندگی دوبھر ہوگئی۔ اس وقت کے جو بھی ڈاکٹر تھے انہوں نے ہاتھ اٹھا دئے اور کہا ایسا خطرناک زہر کھالیا اس میں یہ جان بر نہ ہوسکیں گے۔

حکیم صاحب نے اہل خانہ سے فرمایا۔ اصل گھی گرم کرو۔ اور صبح شام پاؤ پاؤ بھر گھی نوش فرمایا۔ اور کچھ ادویات بھی اسکے ساتھ استعمال فرمائی۔ زبردست جلاب ہوتے رہے۔ اور برابر گھی اور دیسی ادویات سے مسہل لیتے رہے یہاں تک کہ بحمد اللہ تعالیٰ دو ڈھائی ماہ میں بالکل تندرست ہوگئے۔ لیکن اس حادثہ کے بعد گرمی کے موسم میں آپ کی جسم پر دانے نکل آئے اور تھوڑی گرمی بھی ناقابل برداشت ہوتی تھی۔ ایک بار فرمایا میں نے مغالطہ میں اتنی مقدار میں زہر کھالیا تھا کہ جو دس آدمیوں کو موت کی نیند سلانے کیلئے کافی تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت حکیمؒ کو بڑا رعب عطا فرمایا تھا۔ ایک بار ایسا ہوا کہ محلّہ کا ہی ایک چور آپکے مکان کی دیوار میں نقب لگانے لگا۔ جب ٹھک ٹھک کی آواز آئی تو حکیم صاحب نے اپنی بارعب آواز میں فرمایا کون ہے؟ چور ڈر گیا اور جھٹ پٹ بولا حضرت میں تھا ''برکت'' فرمایا۔ اچھا تیری یہ حرکت۔ چور تھا بھاگ کھڑا ہوا۔

دونوں بھائیوں یعنی حضرت حکیم ننھو میاں صاحبؒ اور حاجی مصطفیٰ کامل صاحبؒ میں ان بن رہتی تھی۔ اسکے باوجود جب کبھی موقع ملتا۔ ایک دوسرے سے ملاقات کرتے تھے۔ میں دونوں حضرات کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ دونوں حضرات ایک دوسرے کے متعلق پوچھتے اور اعتراض کرتے۔ لیکن میں نے کبھی ادھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر نہیں لگائی۔ حالانکہ دونوں ایک دوسرے کو سخت سست کہا کرتے تھے۔ ایک بار حاضرین سے حکیم صاحبؒ نے فرمایا یہ لڑکا اچھی عادت کا ہے چغلی نہیں لگاتا۔ آپ کی خدمت میں گنگوہ کی تمام اہم شخصیات حاضر ہوا کرتی تھیں۔ مدرسہ اشرف العلوم کے ناظم اعلیٰ حضرت مولانا قاری شریف احمد صاحب نور اللہ مرقدہ اور تمام اساتذہ کرام اور طلباء عزیز گاہے گاہے حاضر ہو کر فیضیاب ہوتے۔

پیر جی مقبول احمد صاحب حکیم شفیق احمد صاحب، حکیم جمیل احمد صاحب قاضی مسعود احمد صاحب عرف قاضی سودے خواجہ شبیہ الحسن عرف بھائی چھوٹے۔ مولوی ایوب صاحب مفتی محمود الحسن گنگوہیؒ حکیم ضمیر احمد صاحب۔ حکیم لیاقت احمد صاحب شاہ جی درویش صاحب بھائی شفیع صاحب چھتے والے بھائی محی الدین صاحب چھتے والے جازی بھائی (شاہ اعجاز جہاں جو اس وقت خانقاہ میں بیٹھتے ہیں) سید نذیر احمد صاحب سید محمد حسن صاحب شہر گنگوہ کی تمام اجلہ شخصیات کی باقاعدہ ہفتہ دس دن میں ایک بار حاضری ضرور ہوا کرتی تھی۔ اب تو بہت سے نام بھی ذہن سے مفقود ہوگئے چالیس سال پرانی بات ہوگئی غرض دور دور سے علمائے کرام اور محبین کرام آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر علمی تشنگی بجھاتے۔

صد سالہ جلسہ میں آپ نے شرکت نہیں فرمائی تھی۔ کیوں کہ اتنا بڑا اجتماع حکیم صاحب کی نظر میں غیر ضروری تھا۔ لیکن صد سالہ اجلاس کے بعد فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ نے محمود ہال میں ایک اہم اجلاس بلایا اور صرف آپ کی

تقریر ہوئی تو علماء عش عش کر رہے تھے کہ حکیم صاحب کا کیا علم ہے ایک ٹھاٹیں مارتا سمندر ہے جیسے آپ نازک تھے آپ کا لباس بھی ایسا ہی نفیس اور صاف شفاف بالکل سفید ہوا کرتا تھا۔ اور ترکی ٹوپی اور اونچی ایڑی کے کالے جوتے۔ آپ قد کے اعتبار سے تو یقیناً چھوٹے تھے لیکن علم کے اعتبار سے آپ ایسے قد آور تھے کہ کوئی آپ کی ہمسری نہیں کرسکتا تھا۔ جمعہ کی نماز ہمیشہ مولوی منظور احمد صاحب کی مسجد میں ادا کرتے تھے جو حضرت گنگوہیؒ کے خلفاء میں سے تھے۔

غالباً ۱۹۷۱ء یا ۱۹۷۲ء میں حضرت ناظم صاحبؒ نے جامعہ اشرف العلوم کی نئی جگہ (موجودہ مقام) پر سیرت کا جلسہ منعقد کیا تھا۔ دارالعلوم دیوبند سے بھی علمائے کرام تشریف لائے تھے۔ آخری تقریر حضرت حکیم ننھو میاں صاحبؒ کی تھی۔ مجھ جیسا کم علم اور کم فہم حضرت حکیم صاحبؒ کی تقریر کیسے نقل کرسکتا ہے۔ البتہ اس وقت طالب علمانہ ذہن کے مطابق یہ بات سمجھ میں آئی تھی کہ حکیم صاحبؒ کی تقریر سیرت رسول ﷺ پر تھی۔ اور حکیم صاحب سیرت کو قرآن کے آئینہ میں بیان فرما رہے تھے۔ مثلاً حضرت نے فرمایا تھا سورہ بقر حضور ﷺ کا سینہ مبارک ہے اور اس پر خوب کلام فرمایا۔ پھر فرمایا طٰہٰ حضور ﷺ کی بینی مبارک ہے پھر اس پر خوب کلام فرمایا۔ پھر فرمایا حٰم حضور ﷺ کے گوش مبارک ہیں پھر اس پر طویل کلام فرمایا۔ غرض تقریباً ۳ گھنٹہ کی طویل تقریر تھی جس میں مجمع دم بخود تھا۔ علمائے کرام محوِ حیرت تھے اس وقت حضرت مولانا سید انظر شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا ارے چرتھاولی تیری سمجھ میں کچھ آیا ہے۔ میں نے عرض کیا حضرت ہم لوگ کیا سمجھ سکتے ہیں؟ تو شاہ صاحب نے فرمایا تو کیا سمجھتا ہماری سمجھ میں بھی پوری تقریر نہیں آئی۔ اللہ اکبر۔

بہر حال حکیم صاحبؒ ایک عظیم بحر العلوم تھے۔ ایسا سمندر تھے جس کے ساحلی کنارے عام علماء کرام کی دسترس سے باہر تھے آپ کی دو شادیاں ہوئی۔ پہلی

بیوی کے انتقال کے بعد دوسرا نکاح غالباً پورقاضی کے کسی خاندان میں ہوا مجھے اسکی تفصیلات کا علم نہیں۔ پہلی اہلیہ محترمہ سے دو صاحبزادیاں اور ایک فرزند غالباً ان کا نام ''قیصر'' تھا اجان نے ۱۹۴۷ء میں پاکستان کا سفر کیا بندہ سفر میں ساتھ تھا اس وقت شاید کراچی میں کسی مقام پر وہ اپنے چچا اجان صاحب سے ملے تھے تو میں نے بھی ان کو دیکھا تھا۔ دوسری اہلیہ محترمہ سے دو صاحبزادیاں ہیں۔ میں جس زمانہ میں گنگوہ رہتا تھا۔اور حضرت حکیمؒ کی خدمت میں حاضری ہوتی تھی ان بچیوں کا لڑکپن کا زمانہ تھا۔

حکیم صاحبؒ نے طب حضرت مولانا حکیم عبدالوہاب صاحب نابینا انصاری دہلویؒ سے پڑھی تھی۔ حکیم نابینا حضرت گنگوہیؒ کے مرید اور عاشق تھے انتقال سے قبل وصیت کی تھی کہ مجھے حضرت گنگوہیؒ کے قدموں میں دفنایا جائے۔ چنانچہ ان کو حضرت گنگوہی کے مرقد کے پائینتی دفنایا گیا۔ (راقم الحروف اسی لئے حضرت حکیم مولانا نابینا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے دادا استاد کہا کرتا ہے) حکیم نابینا دہلویؒ نے بطورِ خاص حضرت حکیم نھومیاںؒ کو جواہر مہرہ بنا کر دیا تھا جو اس وقت ڈھائی سو گرام سے زائد تھا۔ حکیم صاحب جب بھی کسی مریض کو دوا دیتے تو اس میں چاول کے بقدر کھرچ کھرچ کر ہر ایک پڑیا میں ضرور شامل فرماتے۔ کہتے ہیں کہ آخیر عمر تک آپ کے استاد محترم کا عنایت فرمایا ہوا جواہر مہرہ کام آیا۔ اللہ تعالیٰ استاد اور شاگرد (حکیم نابینا دہلوی اور حکیم نھو میاں صاحب) پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے آمین!

بہر حال بھولی بسری یادیں حضرت حکیمؒ کے متعلق جو بندہ کے ذہن میں تھیں وہ لکھدیں۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا حکیم عبدالرشید محمود عرف نھومیاں صاحبؒ کی قبر کو نور سے منور فرمائے۔اور آپ کے درجات کو بلند فرمائے۔

آمین ثم آمین یا رب العلمین.

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ .

خادم

محمد ادریس حبان رحیمی رشیدی چرتھاولی

رحیمی شفاخانہ بنگلور۔کرناٹک

۲۲/اکتوبر ۲۰۱۲ء بروز پیر۔

بعد نماز عشاء

دیہاتی متعلقین اوران کے لطائف

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلیٰ رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم اَمَّا بَعد

اجان کی طبیعت میں چونکہ نفاست اور نظافت زیادہ تھی۔ اس لئے چھوٹی چھوٹی اور ہلکی یا معمولی باتوں کو بھی محسوس کرتے تھے خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ گنگوہ میں جمعہ کے دن اور رمضان المبارک میں یا کسی خصوصی دعوتی اور اصلاحی پروگرام ہوتا تو دیہات سے کافی تعداد میں معتقدین اور متوسلین جمع ہوجاتے، اس وقت کوئی نہ کوئی ایسا واقعہ ضرور ہوجاتا جس سے اجان کی طبیعت مکدر ہوجاتی۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی خانقاہ کا رنگ بھی اصلاحی تھا۔ اور اجان کے یہاں بھی اسی طرح روک ٹوک ہوتی تھی۔ اس وقت حضرت تھانویؒ کا طریقہ کار یاد آجاتا۔ ایسا بھی نہیں تھا کہ ہرکس وناکس کو ایک ہی طرح تنبیہ کی جاتی ہو، بلکہ غلطی کرنے والے کی صلاحیت اور مقام ومرتبہ کے اعتبار سے تنبیہ کی جاتی تھی۔

ذیل میں کچھ ایسے چند واقعات کا ذکر کرتا ہوں جس سے اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کیسے کیسے دیہاتی اور ان پڑھ اجان کے پاس آتے اور آپ ان کو کس طرح برداشت کرتے۔ ایک مرتبہ مجلس جاری تھی۔ اور اصلاحی گفتگو ہورہی تھی۔ کہ اتفاقاً

دیہات سے آپ کا ایک معتقد ”فخر الدین“ آگیا، آپ نے برجستہ فرمایا دیکھوا سے دیکھو، یہ اٹھارہ سال سے میرے پاس برابر آرہا ہے۔ لیکن آج تک کسی بات پر عمل نہیں، کورا ہے، ایسے لوگوں کا آنا لاحاصل ہے۔

فخر الدین بھی کنارے پر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا ”آہو، میں تو بات مانو تھاری“ اجان نے کہا، کیا بات مانتا ہے؟ اس نے کہا۔ اجی حوّ ہ (حقہ) تو چھوڑ دیا تھارے کہنے سو، اجان کو جلال آگیا، فرمایا، دیکھا حاضرین کتنا فرمانبردار ہے کہ اٹھارہ سال میں صرف حقہ پینا چھوڑا ہے۔

جمعہ کی نماز کے بعد خصوصی مجلس ہوتی تھی قرب وجوار سے لوگ بڑی تعداد میں حاضر ہوتے۔ اس وقت جو خصوصی حضرات ہوتے ان کو اجان صاحب اپنے ہاتھ سے پان لگا کر عنایت فرماتے۔ ایک مرتبہ خصوصی مجلس میں پان لگا کر اجان اپنے ہاتھ سے دے رہے تھے کہ درمیان میں ایک دیہاتی بھی بیٹھا تھا اس کو پان نہ ملا تو زور سے کہنے لگا۔

اجی ہمیں بھی کدھی گھاس گیر دیا کرو، بڑے بڑے لوگوں کو ہی دے رے پان۔ اس طرح درمیان میں اس دیہاتی کا بولنا اجان صاحب کو ناگوار گذرا۔ مجھ سے فرمایا۔ ”ادریس“ اس اجڈ کا کان پکڑ کر باہر نکال دے۔ میں نے اسکا کان پکڑا اور خانقاہ سے باہر چھوڑ آیا۔ پانچ منٹ کے بعد وہ پھر مجلس میں آکر بیٹھ گیا۔ اجان کی نظر پڑی تو فرمایا، تو پھر آگیا؟ اس نے کہا ”سو بیری بھی کال دے گا۔ اکے جانے کانی۔

فرمایا۔ بیٹھا رہ۔

ایک مرتبہ اصلاحی اجلاس ہوا، اس میں علمائے کرام نے کافی تعداد میں شرکت کی۔ اجان نے ان کے لئے رہائش کا خصوصی انتظام کرایا، چونکہ سردی کا موسم تھا اس لئے پلنگ پر گدے اور نئی رضائیوں کا اہتمام کیا گیا۔ کافی لمبا برآمدہ ہے اس

میں بیس سے زائد پلنگ آجاتے تھے۔ دروازوں پہ سردی کی وجہ سے دبیز پردے ڈالدیئے جاتے تھے۔ رات میں سب مہمان لیٹ گئے۔ تو اجان کی عادت تھی کہ رات میں ایک چکر لگاتے اور معائنہ فرماتے کہ کسی مہمان کو کوئی تکلیف تو نہیں۔ اس رات میں بھی آپ نے مہانوں کو دیکھا۔ ایک پلنگ پر دیکھا کہ دو آدمی لحاف میں سو رہے ہیں آپ نے آواز دی کہ اتنا تنگ پلنگ ہے کون سو رہے ہیں۔ مہمان نے کہا کہ حضرت کوئی صاحب آکر میرے پاس لیٹ گئے ہیں معلوم نہیں کون ہے۔ ان کو آواز دی تو معلوم ہوا کہ بوڑھے کھیڑے کا حکیم الدین ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اٹھ یہاں سے مہمان کو تکلیف دے رہا ہے۔ اور اپنے پاس سردی میں بلالیا۔ خوب تنبیہ کی اس نے کہا کہ اجی مجھے سجا (سزا) دیدو، تو اجان نے کہا تیری سزا یہی ہے کہ جب بھی خانقاہ میں آئے گا تو پلنگ پر نہیں زمین پر چٹائی بچھا کر لیٹنا، اس نے کہا، اجی گھر میں کیسے سوؤں؟ اجان نے کہا گھر میں بھی نیچے ہی لیٹنا، اس نے کہا اجی گمینے میں چلا گیا تو وہاں کیسے سوؤں گا۔ اجان نے کہا وہاں بھی زمین پر ہی لیٹنا۔ میں نے اس کو کان میں کہا۔ بس چپ ہو جاؤ۔ کیوں کہ زیادہ پابندیاں لگوا رہے ہو۔

اجان کے یہاں کھانے کے اوقات کی بڑی پابندی رہتی تھی۔ کہ کوئی مہمان بھوکا نہ رہ جائے۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ سب نے کھانا کھا لیا۔ تو بعد میں ایک دیہاتی آیا، اس نے کہا مجھے کھانا نہیں ملا۔ اجان نے پوچھا اب تک کہاں تھا۔ اس نے کہا۔ میں مہجت (مسجد) میں نپھل (نفل) پڑھ رہا تھا۔ اجان نے فرمایا۔ ایسے ایسے بدھو میرے پیچھے پڑے ہیں۔ رات زیادہ ہو گئی تھی۔ باورچی کھانا پکا کر جا چکا تھا اس لئے اجان نے خود اپنے ہاتھ سے آٹا گوندھا اور برا بھلا کہتے رہے۔ پھر موٹی موٹی روٹی یعنی پاؤ کلو کی ایک روٹی کچی پکی پکا کر دی اور کہا اس میں نمک ڈالدیا کھالے۔ میں نے کہا، اجان اسکو تھوڑا سا دودھ بھی دیدیں تا کہ حلق سے اتر

جائے۔ روٹی تو اس نے کھالی۔ لیکن دوسرے دن دست لگ گئے۔ اور اسے دست لگے کہ کئی دنوں تک لگے رہے۔ نہایت لاغر ہو گیا۔ میں نے عرض کیا اجان اب آپ کسی اور کو روٹی پکا کر نہ دیں۔ تو اجان خوب ناراض ہوئے۔ ارے وہ بھوکا تھا میں نے اسکے لئے ہمدردی کا کام کیا ہے!

● آپ کے خدام میں ایک حاجی رفیق صاحب تھے۔ ان کے دو بچے تھے۔ پیار سے ان کو کالو "بھورا" کہا کرتے تھے۔ اجان نے ان کو ایک مرتبہ اپنی گود میں بٹھالیا۔ ایک صاحب دیہات سے آئے ہوئے بیٹھے تھے۔ اجان ان بچوں سے شوخی فرما رہے تھے کہ وہ صاحب خوش ہو کر بولے یہ تو ایسے بیٹھے ہیں جیسے سلیمہ میں بیٹھے ہوں۔ یعنی پکچر ہاؤس میں۔ تو اجان نے فرمایا دیکھو اس کمبخت کو دیکھو مثال بھی کیسی دی ہے۔ "اللہ بچائے جاہل کی تعریف سے" خوب خوب ناراض ہوئے اور کہا اس جاہل کو نکال یہاں سے، پیر کی گود کو سلیمہ بتا رہا ہے۔

● خانقاہ میں ایسا دستور تھا کہ ایک ایک چیز کو ایک ایک سال چھ چھ ماہ تک پکایا جاتا۔ مثلاً گوشت پک رہا ہے تو چھ ماہ تک گوشت ہی پکتا تھا۔ کبھی میتھی کی بھاجی گوشت کے ساتھ پکاتے تو چھ ماہ تک۔ کبھی بطخ کا گوشت پکاتے تو روزانہ بطخ ہی بنائی جاتی۔ کبھی پلاؤ بناتے تو چھ ماہ تک۔ ایک مرتبہ انڈوں کا حلوہ بنایا تو روزانہ چھ ماہ تک انڈوں کا حلوہ صبح ہی صبح بنا کر تمام مہمانوں کو کھلایا جاتا۔ ایک ہی چیز کو کھا کر اچھے اچھے لوگ بیزار ہو جاتے ہیں۔ ایک بڑے میاں تھے حبیب احمد نام تھا کمزور بھی تھے۔ اور غصہ والے بھی، ایک مرتبہ انہوں نے اجان سے کہا "باوا" یہ روزانہ گوشت کھا کر پیشاب میں چڑنگ ہو گئی ہے۔ کچھ اور پکالیں تو اچھا ہے اس وقت کسی دوسرے مہمان سے بات کر رہے تھے۔ فوراً ناراض ہو گئے۔ اچھا، خانقاہ کے سالن سے چڑنگ ہوتی ہے تو جاؤ کہیں اور جا کر رہو۔ یہاں اجازت نہیں۔

● دیہات سے ایک صاحب آئے اور کہا لے ہجرت یو پیڑا پڑھ دے۔ پوچھا کس کیلئے اس نے کہا تیری دُوا سے گھر میں دو سُورِی مُوت دیں۔ کل انہوں نے بند کر دیا۔ اجان نے مجھ سے کہا، کیا کہہ رہا ہے یہ بدتمیز؟ میں نے کہا، یہ بتا رہا ہے کہ میرے گھر میں دو بھینس دودھ دے رہی ہیں کل سے انہوں نے دودھ نہیں دیا شاید نظر ہوگئی ہوگی۔ آپ اس آٹے کے پیڑے پر دم کر دیں تا کہ بھینس دودھ دیدے۔ تو اجان نے سر پکڑ لیا اور کہا، ان جاہلوں سے اللہ تعالیٰ بچائے۔ اچھے خاصے جانور کو سُور بنا دیا۔ اور دودھ جیسی پاکیزہ نعمت کو مُوت یعنی پیشاب بنا دیا۔ نصیحت کی اور کہا آئندہ اس طرح مت کہنا۔

● دیہات سے ایک گوجر آیا۔ اس نے کہا اجی ایک ''درکھاس'' لکایا ہیں۔ یعنی ایک درخواست لے کر آیا ہوں۔ اجان نے پوچھا بتا کیا ہے؟ اس نے کہا میرے کھیت میں بھٹے۔ چنے، گنّے مٹر، گاجر، وغیرہ ہوتی ہیں۔ میں آپ کی کھِجّ مَتُ (خدمت) میں لانا چاہتا ہوں ''اکے'' بی بی نی لانے دیتی (مگر بیوی لانے نہیں دیتی) تو ایسی دعا کر دو جو اسکا دل نرم ہو جا اور مجھے وہ منع نہ کرے اور میں لیکر آجاؤں۔ اجان نے کہا اس جاہل کو دیکھو۔ میں اسکی بیوی کے لئے دل نرم ہونے کی دعا کروں تا کہ دیہات کی بچی کھچی چیزی لاکر یہ مجھے دے۔ ارے بیوقوف مجھے اگر لینا ہے تو میں اپنے رب سے لوں گا۔ میں تو اپنے رب سے ڈاریکٹ لوں گا۔ جا۔ اپنا کام کر۔ مجھے تیرے ہدیوں کی ضرورت نہیں ہے۔

● آپ کے ایک مرید صغیر احمد تھے وہ سائیکل رکشہ چلاتے تھے، عقیدت اور محبت زیادہ تھی۔ اس لئے جب بھی موقع ملتا تو حاضر ہو جاتے۔ اور اجان کو کہیں جانا ہوتا۔ تو اپنے رکشہ میں بیٹھا کر لے جاتے۔ ایک مرتبہ سواری کو بٹھایا تو اسکے ساتھ بکری بھی تھی۔ اس نے رکشہ میں بکری کو بھی بٹھالیا۔ اتفاق سے کسی نے آ کر بتا

دیا کہ بھائی صغیر احمد صاحب اپنے رکشہ میں بکری کا بچہ لے کر جا رہے تھے۔ اجان نے سنا تو خاموش رہے۔ لیکن صغیر احمد آئے تو اجان نے کہا، صغیر آئندہ میں تیرے رکشہ میں کبھی نہیں بیٹھوں گا انہوں نے عرض کیا اجان۔ مجھ سے کیا غلطی ہوگئی؟ تو فرمایا۔ تیرا رکشہ آدمیوں کے لئے ہے یا جانوروں کے لئے۔ آج تو نے بکری بٹھائی کل سور کا بچّہ بھی بٹھالیگا۔ اس لئے اب تیرا رکشہ آدمیوں کے لئے نہیں رہا۔

● صوفی عبدالرزاق صاحب سٹھلے والے کبھی کبھی اپنے مریدین کے ساتھ خانقاہ میں آیا کرتے تھے۔ ان کے پاس ایک ایمبیسڈر کار بھی تھی۔ صوفی جی اسکی ڈکی میں کبھی اُپلے کبھی سوختہ، کبھی بلی کا بچہ، کبھی بھینس کا ''لوارا'' (جو بھی ہدیہ ملتا اسے کار میں رکھ لیتے۔ ایک مرتبہ انہوں نے کہا۔ اجان میری خواہش ہے کہ آپ میری کار میں بیٹھ کر دعا کریں۔ اجان نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ تمہاری کار کار نہیں بلکہ کچرا خانہ ہے میں ہرگز تمہاری کار میں بیٹھ کر اپنے آپ کو پراگندہ نہیں کرسکتا۔

(محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی)

☆☆☆

اجان کی زبانی

کچھ عجیب وغریب سوالات

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم اَمَّا بَعْد

● حق تعالیٰ جل شانہ سے حقیقی محبت کا آغاز کب ہوتا ہے؟

● اللہ رب العزت کو ''عبدیت'' بے حد پسند ہے مگر حضرت علی کرم اللہ وجہ کے ساتھ ''عبدیت'' کا لفظ استعمال نہ کرنے میں کیا راز ہے؟

● حٰمٓ ، عٓسٓقٓ ، کٓھٰیٰعٓصٓ کے کیا معنی اور اسرار ہیں؟

● یٰسٓ اور صٓ کے کیا معنی ہیں؟

● رضائے الٰہی کے مقام کو کس طرح سمجھتے ہو؟

● جناب نبی کریم محمد ﷺ سے کتنا ''تعلق'' محسوس کرتے ہو۔

● جناب رسول اللہ ﷺ نے ''معراج'' میں کیا دیکھا اور کیا پایا؟

● محمد ﷺ کا حضرت موسیٰ کلیم اللہ سے معراج کی شب یہ فرمانا کہ ''اب میرا رب میرا الٰہی ہوگیا'' بھلا کیا مطلب ہوا؟

● جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کمبل مبارک میں چھپا کر کان میں کیا سرگوشی فرمائی تھی وہ کیا الفاظ تھا؟

● جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ''ابوتراب'' کیوں فرمایا ابن تراب کیوں نہ کہا جب کہ سب کو مٹی سے پیدا فرمایا۔ شیعہ حضرات توجہ فرمائیں؟ ● روح علم مشاہدے کی دولت ونعمت کو قلب کس قدر محسوس کرتا ہے؟

● -نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ کا راز فاش ہوگیا؟ ● ''باب بسم اللہ''، ''کنجی'' اور ''نیت'' کو کس طرح پہچانتے ہو؟ ● کونسی عبادت کیلئے ''انسان'' اور ''جنات'' کو پیدا فرمایا گیا ہے؟ ● ''ارادت''، ''عقیدت''، ''حقیقت'' پر کب فائز ہوتا ہے؟

● پانی میں غرق ہوکر مرنے والے کی روح خود رب العزت قبض فرماتے ہیں خواہ وہ غیر مسلم ہی کیوں نہ ہو۔ ملک الموت نہیں بھلا کیوں؟

● جناب نبی کریم ﷺ صوفی کے کان میں کیا فرماتے ہیں؟

● جس سے صوفی کے قلب کی حالت بھی قابل سوال بن جاتی ہے؟ کچھ دونوں باتوں کا علم ہے؟

● حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت محبوب سبحانی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں تین مرتبہ وہ کیا الفاظ فرمائے تھے۔ جس کے جواب میں (ندائے الٰہی) آواز آئی تھی کہ ''یہ ہمارا ہے ہزار مرتبہ بھی کہے گا تو کچھ اثر نہ ہوگا''۔

● ایک طرف ''باب کنز'' ہے اور دوسری طرف ''باب فقر'' درمیان کا راستہ یا فاصلہ کس طرح طے ہوگا؟ ● جب دربار خدا میں حاضری ہوگی وہاں پہنچ کر اپنے رب کو کیا تحفہ پیش کروگے؟ ● جو ''امانت'' تم نے اپنے رب سے لی ہے وہ جانتے ہو کیا ہے؟ ● جس امانت کو زمین آسمان اور پہاڑوں نے عاجزی ظاہر کر کے لینے سے انکار کیا، وہ اپنے رب کو کیسے اور کس طرح پیش کروگے؟

● وحدۃ الوجود اپنے اندر موجود اور پھر بے خبر؟.....افسوس صد افسوس؟

● زم زم کے کنویں پر ارواح کی آوازیں محسوس ہوتی ہیں یا نہیں؟

● دل کی آواز، روح کی آواز، باطن کی آواز، الہام کی آواز، فرشتہ کی آواز، شیطان کی آواز، نفس کی آواز میں امتیاز حاصل کر چکا ہے یا نہیں؟

● پہچان کی ادراک پر پرواز کا حصول محسوس کرتے ہو یا نہیں؟

● حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہر لمحہ ورد تھا صَبَرَ صاَ اَبرَصا صُورَصا ان الفاظ کے اثر اور معنی کیا ہیں؟ بالخصوص عیسائی حضرات کو تفکر کی ضرورت ہے؟

● کرشن جی مہاراج نے اوم، کرینک، شرینک، اونک اور سینت پانچ نام تعلیم دیئے ہیں ان کے اثرار اور معنی کیا ہیں؟ ہندو حضرات غور فرمائیں۔

● عالم سے ملاقات علم کے ساتھ ● صوفی سے ملاقات تصوف کے ساتھ

● اہل شریعت سے ملاقات شریعت کے ساتھ ● اہل طریقت سے ملاقات طریقت کے ساتھ ● عارفین سے مل خاموش تصویر کے مانند

● اہل محبت سے عجز والفت کے ساتھ

گذارش

آپ اپنے کو قلندر کہتے تھے۔ اور درج بالا اقوال اور گفتگو قلندرانہ مزاج اور مرتبہ سے ملتی ہے۔

بندہ صرف ایک ناقل ہے۔ اقوال کی گہرائی تک پہونچنا باکمال اور روحانی شخصیات کا کام ہے۔ مجھ جیسا فقیر اقوال پر کیا تبصرہ کرسکتا ہے؟ اور کیا تشریح؟

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

☆☆☆

مجلس مبارک

۲۳؍صفر المظفر یوم سہ شنبہ ۱۳۹۶ھ صبح ۱۱ بجے

نَحمَدُهُ وَ نُصَلِّیُ عَلٰی رَسُولِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

اپنی قیام گاہ (سہ دری) میں تشریف فرما تھے آج حاضرین کی تعداد زیادہ تھی کیونکہ حضرت قریب ہی حج بیت اللہ شریف سے واپس تشریف لائے ہیں چنانچہ حاضرین میں سے ایک نے درخواست پیش کی حضرت شیخ دامت فیوضہم نے پیش کردہ درخواست نظر ثانی فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ اپنا عیب، اپنی ہر بات اپنے معالج سے بیان کرنا ضروری ہے۔ اگر بیان نہ کیا تو ایک دن پھوڑا پھوٹ جائے گا، خون پیپ بہہ نکلے گا عجب نہیں حکیم اس کو چیر کر دیکھے۔ حکیم سے مراد مرشد ہے، اصل حکیم مرشد ہی ہوتا ہے۔ مرید کو چاہئے کہ اپنا قول وفعل اپنے مرشد سے عرض کرے اس میں اس کا فائدہ ہے۔ مرید وہ ہے جو اپنی تمام مرادوں کو بھول جائے اور پیر کے اشارے کنارے کیساتھ ساتھ رہے۔ یعنی جس طرف پیر کی نظر اٹھے اسی طرف مرید کی نظر بھی اٹھے جس چیز سے پیر نفرت کرے مرید بھی نفرت کرے جس چیز سے پیر

خوش ہو یا جو چیز پیر پسند کرے مرید بھی اس کو دل وجان سے پسند کرے جس بات کا پیر حکم دے اس کی تعمیل نہایت جلدی کرے اور جس کام یا جس بات کی طرف اشارہ کرے جس طرف نظر کرے یا گھوم جائے مرید بھی اسی طرف گھوم جائے ، شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں ، گھوم جاؤ جس طرف میں گھوموں اسی میں تمہارے لئے فلاح ہے ، مرید وہ ہے جو اپنی ہر بری بھلی بات پیر سے عرض کرے اور اس کی دواء کی درخواست کرے ۔ مرید وہ ہے جو اپنی تمنا اور آرزو کو نیست کر کے پیر کی مرضی پر پیر کے طرز وطریق پر ڈھل جائے مرید وہ ہے جو پیر کے حکم سے باپ کے سر قلم کرنے میں بھی کوئی دریغ نہ کرے ۔ جیسا کہ ایک بزرگ نے گفتگو کے درمیان اپنے ایک مرید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ۔ مرید ایسا ہوتا ہے کہ اگر میں اس کو یہ کہوں کہ اپنے باپ کا سر قلم کرنے میں بھی کوئی دریغ نہ کرے ۔ جیسا کہ ایک بزرگ نے گفتگو کے درمیان اپنے ایک مرید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ۔ مرید ایسا ہوتا ہے کہ اگر میں اس کو یہ کہوں کہ اپنے باپ کا سر قلم کر کے لا ؟ تو یہ لے آئے ۔ مرید نے جب یہ سنا تو وہ تھوڑی دیر بعد چپکے سے گھر گیا تو دیکھا کہ دروازہ لگا ہوا ہے اس نے دروازہ کھلوانے کا بھی انتظار نہ کیا ۔ جماع کی حالت میں ہی باپ کا سر قلم کر کے ایک کپڑے میں لپیٹ کر پیر کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا ۔ یہ کپڑے میں کیا ہے ؟ عرض کیا ۔ حضرت باپ کا سر ۔ شیخ نے فرمایا ! میں نے تو ویسے ہی کہا تھا ۔ عرض کیا ، حضرت میں آپ کی بات کو ایسی ویسی نہیں جانتا حقیقت جانتا ہوں ۔ فرمایا اچھا اس کو حجرہ میں رکھ دو ۔ ادھر گھر پر مشہور ہو گیا کہ رات چور آئے تھے غلام کا سر کاٹ کر لے گئے ۔ کچھ وقفہ کے بعد شیخ نے جب کپڑا کھول کر دیکھا تو باپ کی بجائے غلام کا سر تھا ۔ تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ باپ کسی جگہ باہر گیا ہوا تھا ۔ غلام آقاء کی بیوی سے ملا ہوا تھا گویا آقا کی خیانت کر رہا تھا ۔ جس کو پیر نے محسوس فرما لیا کہ

غلام قابل قتل ہے بس مرید کی فرمانبرداری کا اظہار کرنے کے لئے غلام کو زنا کی سزا دینے کے لئے اور ماں کا پردہ رکھنے کے لئے اور والدین کو تفرقہ سے بچانے کے لئے آپس میں پیار محبت رکھنے کے لئے پیر نے ایسا طرز گفتگو اختیار کیا ۔

اور یہ راہ جس کو پیر اختیار کرتا ہے شاہراہ ہے اس میں گھاس ، بیل کی ضرورت نہیں ، یہ راہ نہایت پاکیزہ راہ ہے یہ راہ حرام کھانے والوں کو دنیا کے متوالوں کو نہیں ملا کرتی ۔ یہ راہ بڑی بلند وبالا ہے ایسی لمبی راہ ہے کہ اس کو طے نہیں کر سکتا کوئی بغیر خدا کے فضل وکرم کے اس راہ میں نہ پاؤں سے چلنا پڑتا ہے نہ دل سے چلا جاتا ہے اس راہ میں روح سے چلا جاتا ہے یہ راہ روحانی ہے نہ کہ جسمانی وقلبی یہ راہ نہایت لطیف ہے اس کی لطافت کو اہل راہ خوب جانتے ہیں اس راہ میں وہ چلتا ہے جو جنت کا طلب ہو نہ دوزخ سے خوف ہو ، بلکہ خدا کا طالب ہو اور خدا سے خوف ہو اور بہتر یہ ہے کہ خدا سے محبت ہو اہل محبت خدا کی محبت کے نشہ میں مست ہو کر منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں اس راہ میں سب سے پہلے ان حسیات کو جگانا پڑتا ہے جو حسیات مرنے کے بعد جاگیں گی ۔ اس راہ میں ایسا حس دار بن کر چلنا پڑتا ہے کہ عوام اس کو نہیں جانتے اور ایسا بے حس بن کر چلنا پڑتا ہے کہ کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا ہر طرف سے تیر وتفنگ سہتا ہے اور اف بھی نہیں کرتا ۔ پیر وہ ہے جو تمہارے چہرے سے تمہارے اندرونی ارادوں کو پوری طرح جان لیتا ہو ۔ کیونکہ دل کا آئینہ چہرہ ہے ۔

پیر کو کبھی باپ نہ کہو بلکہ مقدس باپ کہو کہ پیر کا مقام ماں باپ سے کہیں زیادہ ہے ۔ پہلے وضو کرو پھر خط کو بوسہ دو آنکھوں سے لگاؤ سینہ سے لگاؤ سر پر رکھو پھر پڑھو اور مرید کو چاہئے کہ پیر کا حکم اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم جانے اور اپنے پیر کو دنیا کے تمام پیروں بزرگوں سے اعلیٰ سمجھے ، اے مجھ سے متعلق لوگو ! کبھی در بدر نہ پھرنا کہ ایسا شخص مکھی اور

سانڈ کے مانند ہے۔مکھی کبھی حلوے پر کبھی زخم پر کبھی پاخانہ پر جاتی ہے، اس لئے مکھی کی کوئی قیمت نہیں اور سانڈ بھی ایسا ہے، کبھی کسی کے کھیت میں کبھی کسی کے، حتی کہ مار پیٹ کر باہر نکال دیا جاتا ہے یہ در بدر پھرنے والے لوگ بھی مکھی اور سانڈ سے کم نہیں ایک سے اپنا ناطہ جوڑ و اور پڑے رہو اسی کے دروازے پر کہ خیر ہے بھلائی ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم

بقلم: محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاوَل

مجلس مبارک

۱۷/ جمادی الثانی یوم آدینہ ۱۳۹۵ھ بعد نماز مغرب

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمُ اَمَّابَعْدُ. قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی. فَاذْكُرُوْنِیْ اَذْكُرْكُمْ وَشْكُرُوْلِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

سیدنا پیارے مرشد رشیدی اعرابی دام فیوضکم حسب معمول حجرہ شریف سے باہر خانقاہ عالیہ کے روشن صحن میں معہ حاضرین مجلس تشریف فرماتھے حاضرین مودب خاموش منتظر بیٹھے تھے کی عالی جناب دام ظلکم العالی اب ارشادات اللہ ورسول اللہ ﷺ بیان فرمائیں گے چند لمحہ بعد پیارے شیخ دامت برکاتہم حاضرین کی جانب مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا آدمی کی شرافت انسان کی انسانیت کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ اپنے محسن کا شکرادا کرے اور وہ محسن خدا ہے جس سے اچھا جس سے بڑا کوئی محسن نہیں اور اس کا کوئی شکر اور حق ادا نہیں کرسکتا۔مگر وہ شخص جو کرتا ہو قرآن وحدیث پر عمل اور عرض ومعروض کرتا ہو خدا سے کہ اے خدا میں تیرا کسی بھی طرح سے شکراور حق ادانہیں کرسکتا پس یہی اس کا شکرادا کرنا ہے حق ادا کرنا ہے اور جس

نے کی خدا کے دوستوں کی بے ادبی بے عزتی خدا اس کو ذلت میں پھنسا دیتا ہے اور جو بھاگتا ہے حق، سچ کہنے والے سے وہ خا کی انڈا ہے۔ اور شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو مجھ سے اور مجھ جیسے حق سچ کہنے والے سے بھاگا اس کو کبھی خیر نصیب نہیں ہوسکتی اور مت کرو کسی کی غیبت۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے کسی نے غیبت کرنی چاہی آپ نے فرمایا اے شخص مت کر غیبت کہ یہ دوزخ کے کتوں کا سالن ہے۔ مدرسہ کے یہ طالب علم بیٹھے ہیں ہماری کھری بات سیدھی سچی بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی ان کے استاد کو مدرسہ کے ناظم کو بلا کر بھی کہا ان کا یہاں آنا بہتر نہیں ابھی یہ علم تحصیل کر رہے ہیں۔ جب مدرسہ کی تعلیم سے فراغت پالیں تب ہمارے پاس آویں اگر خدا کی محبت کا عشق کا درد ان کے دل میں ہو اور علم کا نور علم کی برکت علم کی خوشبو حاصل کرنا چاہتے ہوں لیکن ان کا تو حال یہ ہے کہ اگر استاد ڈانٹ بھی دیتے ہیں تو ان کو سلام تک نہیں کرتے ادب سے بالکل خالی ہیں اسی لئے میں ایسے طالب علموں کو طالب علم نہیں کہتا بلکہ طالب نفس طالب شیطان کہتا ہوں جو طالب علم اپنے اساتذہ کا احترام نہیں کرتے وہ علم کی برکت اور نور وخوشبو سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اس لئے استاد کا احترام نہایت ضروری ہے اس کے بغیر علم سے کوئی نفع نہ ہوگا ادب بڑی پیاری چیز ہے، ادب بڑی پیاری نعمت ہے، ادب ایسی پیاری چیز ہے کہ بدصورت کو بھی حسین بنا دیتا ہے اور بے ادبی سے خوبصورت بھی بدمزاج اور بدصورت ہو جاتا ہے۔ جس نے جو کچھ بھی حاصل کیا ادب سے ہی حاصل کیا ادب کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا اسی لئے کہتے ہیں کہ جس نے لیا اپنے بزرگوں کا ادب وعزت خدا اس کو دنیا وآخرت کی عزت اور نعمت سے نوازتا ہے جس نے کی جوانی میں کسی بزرگ کی خدا کے دوست کی خدمت حق تعالیٰ اس کو بڑھاپے میں عزت دیتا ہے اس کے خورد اس کا ادب عزت اور خدمت کرتے ہیں جس نے ستایا اپنے ماں

باپ کو اس کی اولاد اس کو ستائے گی اور جس نے کی مشائخ کی بے ادبی، بے ادبی کی اس نے اللہ کی اور رسول اللہ ﷺ کی کیوں کہ مشائخ کا تعلق مانند زنجیر کے ہے جیسے زنجیر کا سرا پکڑ کر اگر ہلاؤ تو پوری زنجیر ہل جائے گی۔

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ پاؤں پھیلائے لیٹے ہوئے تھے کہ اچانک ایک شخص نے آکر آپ کے پاؤں پر اپنا پاؤں رکھ دیا اور کہا اے شخص یہ کیا گستاخی کرتا ہے اس بدبخت شخص نے جواب دیا کہ برکت حاصل کرنا چاہتا ہوں پس ایک ماہ بعد اس شخص کے پاؤں میں جزام (یعنی کوڑھ) ہو گیا اور وہ کوڑھ اس کے ساتھ پشتوں تک چلا۔ ادب کا تقاضہ تھا کہ ہاتھ لگاتا چہرہ لگاتا مگر بے وقوفی اور بدقسمت کا کہنا۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے جس سے ہم خوش ہوتے ہیں ہم اس کو برکت دیتے ہیں اور ہماری برکت کی کوئی انتہا نہیں اور جس سے ہم ناراض ہوتے ہیں اس پر ہم لعنت کرتے ہیں اور ہماری لعنت سات پشتوں تک چلتی ہے اسی لئے مشائخ کو تکلیف دینا اللہ کو ناراض کرنا ہے۔ اور برباد ہے وہ شخص جو خدا کے دوستوں کے شکستہ دل کو لرزائے، میں نے کبھی نہیں دیکھا کبھی نہیں سنا کہ خدا کے دوستوں کو ستانے والوں نے کبھی آرام سے زندگی بسر کی ہو۔ گنگوہ شریف میں دو مشہور خاندان تھے انہوں نے حضرت رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت کی آج وہ خاندان تباہ ہیں خدا نے ان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ بزرگوں کی بے ادبی کرنے والا ناحق مخالفت کرنے والا۔ ستانے والا دنیا میں بھی آخرت میں بھی تباہ ہو جاتا ہے۔ حق تعالیٰ اس کو ذلت کے گھاٹ اتار دیتا ہے اور چھین لیتا ہے سکون اس سے دنیا ہی میں پھرتا ہے چین جگہ جگہ مارا مارا اور اس کا بھگتان ان کی اولاد تک چلتا ہے۔ اور اے طالب علموں جاؤ اپنے کام میں لگو، کتاب کا مطالعہ کرو، خالی وقت مدرسہ سے باہر مت پھرو، ہمارے یہاں مت آؤ اور اگر آنے کا شوق ہی ہے تو اس وقت آنا جب تم اپنی تعلیم سے

فراغت حاصل کر چکو اس سے پہلے نہیں۔اب تو صدقہ زکوٰۃ خیرات فطرات کا مال تم طالب علم کھاتے ہو جو یتیم، بیواؤں کا حق ہے اسی لئے تمہارے عادت میں مزاج میں طرز وطریق میں حرامی پن ہے یہی وجہ ہے کہ تم میں شرافت نہیں، اپنے سے بڑوں کا ادب، احترام تم میں نہیں ایسے ہی اساتذہ ہیں کہ وہ بھی مال کا میل کھاتے ہیں حرام کھاؤ گے تو حرامی تاثرات ظاہر ہوں گے۔آدمی کے اعمال کی اصل بنیاد حلال کھانا ہے۔حلال کھائے گا، حلالی پن یعنی پاکیزگی شرافت ظاہر ہوگی اور حرام کھائے گا۔حرامی پن یعنی بدکاری عیاری مکاری اس سے ظاہر ہوگی۔آنے والے ایک شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ارے تو کیوں آیا۔ہمارے یہاں سے جو چلا گیا سو چلا گیا آ گیا سو آ گیا جو ہوا پیر سے بے پرواہ گویا ہوا بے پرواہ۔ رسول اللہ ﷺ سے اور خدا سے خدا بھی ایسے شخص سے لاپرواہ ہوجاتا ہے۔ وہ بڑی بے نیاز ذات ہے ڈرتے رہنا چاہئے اس پیارے رب سے۔ جو بھاگا پیر سے وہ بھاگا مشائخ عظام رحمۃ اللہ علیہ سے خدا اور رسول سے بھلا ایسے شخص کو کب فلاح نصیب ہوسکتی ہے۔جو بھاگتا ہے پیر سے وہ ذلیل ہوتا ہے خدا کی نظر میں یعنی خدا اس کو ذلیل کرتا ہے، آخرت کا تو کیا دنیا کا مال بھی اس سے چھین لیتا ہے۔اور اس بات کے باوجود بھی وہ اگر عیش وعشرت میں رہے تو سمجھ جاؤ کہ خدا اس کو اپنی طرف سے غافل کرنا چاہتا ہو اور خدا جب مال دیتا ہے کسی کو یا تو اپنی طرف بلانے کے لئے کہ وہ میرا شکر ادا کرے میری طرف متوجہ ہو اور ایسا بہت کم ہوتا ہے۔الا ماشاء اللہ اور یا مال دیتا ہے آزمائش کے لئے یا تباہ وبرباد کرنے کے لئے اور یاد رکھو! جس نے چھپایا اپنی بات کو پیر سے بڑھایا اپنے پھوڑے کو اس سے اور بڑھے گا پھوڑا تو پک جائے گا اس میں کچ لہو خون پیپ اکٹھا ہوگا۔ جب اسے چیرا جائے گا تکلیف ہوگی اس لئے شروع ہی میں حکیم سے اس پھوڑے کی دوا کر لے یعنی پیر سے اپنی ہر بات کو

کہدے خواہ جسمانی ہو یا روحانی۔ایک بزرگ نے یہ بات فرمائی ہے کہ جو پیروں کی بات کا پاس نہیں کرتا اس کے گوشت کو کتے ہی کھایا کرتے ہیں حقیقت ہے یعنی وہ طرح طرح سے ذلیل ہوجاتا ہے ہم نے دیا اس کو مشورہ اس نے ہمارے مشورہ کو کمر کے پیچھے ڈالا اور اپنے نفس کی بات کو پورا کرنا چاہا نتیجہ یہ کہ طمانچہ کھائے۔اسی لئے پیرومرشد کی بات کو پیرومرشد کے حکم کو جلدی انجام دے کہ اس میں خیر ہے ہم بتلاتے ہیں تمہیں سچی بات ہم دکھلاتے ہیں تمہیں سیدھی راہ ہم بجاتے ہیں گھنٹی کو کہ ہٹو بچو اگر نہیں ہٹتے تو ہم کیا کریں جیسے موٹر یا سائیکل والا گھنٹی بجاتا ہے بچو ہٹو کرتا ہے اگر کوئی نہیں ہٹتا تو ایکسیڈینٹ ہوتا ہے مرتا ہے اگر مرتا نہیں تو ٹانگ ٹوٹ جاتی ہے جس کی کمی ساری عمر نہیں جاتی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے ہم چاہتے ہیں ہر ایک کو خدا کے پیار میں لانا نہیں چاہتے۔ہم کسی سے کسی کی برائی ہاں جو کرتا ہو جو چلتا ہو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے خلاف عمل ٹوکتا ہوں اس کو اور اپنے مرید کو برا بھلا بھی کہتا ہوں اسی کی فلاح کیلئے کہ سنوارے اپنے آپ کو تاکہ خدا کی خوشنودی حاصل ہو۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے پیر خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مرید مر گیا اس کو جب لے جانا چاہا فرشتوں نے دوزخ کی طرف تو خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے روکا کہ اس کو دوزخ کی طرف نہیں لے جاسکتے یہ ہمارا مرید ہے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ہارون یہ گناہ گار ہے آپ نے فرمایا اے اللہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ یہ گنہگار ہے لیکن یہ مجھ سے محبت رکھتا ہے فرمایا حق تعالیٰ نے اچھا اگر یہی بات ہے تو ہم نے بخشا سبحان اللہ پیری مریدی بھی کیسی چیز ہے بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ پیری مریدی غلط ہے حالانکہ حضور ﷺ نے مختلف موقعوں پر بیعت لی صحابہ سے کبھی موت پر کبھی جہاد پر اور حضور ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیعت لی پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی کرم اللہ

وجہہ نے بیعت لی۔ بیعت کو تو حق تعالیٰ نے بھی فرمایا اے محمد ﷺ جب بیعت کرتے وقت آپ کا ہاتھ اوپر ہوتا ہے تو کیا تمہارا ہاتھ ہوتا ہے نہیں ہمارا ہاتھ ہوتا ہے۔اللہ قرآن میں فرماتا ہے کہ ہم بغیر مرشد کے کسی کو کچھ نہیں دیتے۔

حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کا ایک دھوبی مر گیا جب قبر میں منکر نکیر نے سوال کیا کہ من ربک، من دینک تو اس نے گھبرا کر کہا کہ اساں تو فریداں دا تو دھوبی وہ گھبرا گیا اور گھبراہٹ میں اس کے منہ سے اس کے سوا کچھ نہ نکلا۔حق تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ اسے چھوڑو ہم نے بخش دیا یہ کیوں ہوا؟ کیونکہ اسے محبت تھی حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ سے، حق تعالیٰ نے فرمایا جو ہمارے دوستوں سے محبت رکھتا ہے وہ بھی ہمارا دوست ہی ہے خواہ کتنا ہی گناہ گار کیوں نہ ہو۔تیرہ ۱۳ حدیثیں حضور صلوٰۃ والسلام نے اس طرح کی بیان فرمائی ہیں، سچ ہے جو خدا کے دوستوں سے محبت رکھتا ہے وہ خدا کے دوستوں ہی میں شمار کیا جاتا ہے اور مت متوجہ ہو بغیر اپنے پیر کے سوا کسی پیر بزرگ کی طرف کے یہ اپنے پیر کی توہین ہے اور جو مرید اپنے پیر کے علاوہ دوسرے پیر بزرگ کو زیادہ مراتب کا سمجھے یا اپنے پیر کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے پیر بزرگ کی طرف نظر کرے اس نے گویا اپنے باپ سے زیادہ اچھا دوسرے کے باپ کو جانا اور اپنے باپ کو گھٹیا یا خراب جانا اس کو کبھی فلاح نصیب نہیں ہو سکتی یاد رکھو۔ جب جنتی لوگ جنت سے باہر آ کر خدا کا دیدار کرنے کے لئے پہنچیں گے تو راستے میں ایسی حسین سے حسین صورتیں ملیں گی اور جو ان حسین صورتوں کی طرف نظر اٹھا کر بھی دیکھے گا ان کو دیدار خدا نہ ہوگا ان کو راستہ ہی سے واپس کر دیا جائے گا کیونکہ خدا غیور اور غیرت والے کو ہی پسند بھی فرماتا ہے وہ نہیں چاہتا کہ ہمارا دیدار کرتے ہوئے کسی اور کی طرف متوجہ ہو اسی لئے کہتا ہوں کہ صرف اپنے مرشد کے سوا کسی اور کی طرف مت نظر رکھو کہ یہ عادت تمہیں اس وقت کام

دے گی جب تم دیدار خدا کے لئے جنت سے باہر آؤ گے در بدر پھرنا یہاں بھی تمہارے لئے نقصان کا باعث ہے اور وہاں بھی بڑی ندامت اور شرمندگی ہوگی اور بڑا خسارہ اٹھانا پڑے گا ایک خدا کے دوست کعبۃ اللہ میں آنکھیں بند کئے لیٹے تھے اور ان کا آخری وقت تھا وہ اسی حالت میں آنکھیں بند کیئے خدا کا دیدار کرتے تھے کہ اچانک اسی حالت میں انہوں نے اپنی آنکھیں کھول کر خانہ کعبہ کی دیوار کو دیکھا فوراً ایک اونٹ نے اپنی لات ان کے سر پر ماری جس سے ان کا سر پھٹ گیا اور آنکھیں باہر نکل گئیں ایک صاحب نسبت بزرگ دیکھ رہے تھے عرض کیا اے خدا یہ تو تیرا بہت بڑا دوست تھا آواز آئی اس نے ہمارا دیدار کرتے ہوئے ہمارے گھر کی طرف کیوں دیکھا بے ادب نے گستاخی کی ہے اس کی یہی سزا ہے۔اسی لئے کہتا ہوں کہ ہر پیر میں نسبت خداوندی ہوتی ہے یہ آج کل کے ڈھونگی پیر نہیں جو اپنا پیٹ پالتے ہیں بلکہ جو حقیقت میں واقعی پیر ہیں بزرگ ہیں ان کی بات کرتا ہوں وہ بھی پسند نہیں کرتے کہ ہمارا مرید کسی دوسرے پیر کی طرف توجہ کرے۔وہ مرید ہی نہیں جو اپنے پیر کے علاوہ دوسرے پیر، مرشد سے ملے یا انکی طرف توجہ کرے ایسا شخص تو کتا ہے در بدر کا، مارا مارا پھرتا ہے اس کی کوئی عزت نہیں اسکی کوئی خیر نہیں اس کیلئے تکلیف ہے بے عزتی ہے ذلت ہے رسوائی ہے۔اپنے باپ کی جائداد میں ہی سے تو کچھ حصہ تجھے مل سکتا ہے کسی کے باپ کو کیا غرض پڑی کہ وہ اپنے مال میں سے تجھے کچھ حصہ دے مرید کو جو کچھ حاصل ہوتا ہے اپنے پیر سے حاصل ہوتا ہے اگر کسی دوسرے پیر یا بزرگ کی طرف سے بھی کوئی دولت ملتی ہے تو پیر کی اجازت بغیر نہیں ملتی۔اسلئے اپنے پیر سے تعلق رکھو کہ یہ خدا اور اسکے رسول سے تعلق رکھنا ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم

بقلم: محمد ادریس حبان رحیمی

مجلس مبارک

۱۲/ربیع الاول ۱۳۹۹ھ بروز جمعہ بعد نماز عصر

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم اَمَّا بَعْدُ

حاضرین میں سے کسی نے تصوف کا سوال کیا آپ نے باغور دیکھتے ہوئے فرمایا کیوں راہ سلوک طے کرتا ہے یا آزماتے ہو؟ اس نے عرض کیا معلومات درکار ہے تصوف اصل کیا ہے۔ فرمایا تصور کو مت پوچھا کرے کوئی کہ بے ادبی ہے مشرب تصوف میں، بس اتنا سمجھو۔ ظاہر اندرون قلب روح کو ہر طرح کی نجاست سے پاک وصاف بنالینا اور پھر روح یعنی باطن میں گم یعنی فنافی اللہ ہو جانا تصوف ہے۔ لیکن تم نے ستار پر مضراب لگادی تو سنو سرمدی ساز سر شعور کے مطابق اہل تصوف کو لوح محفوظ میں نہ پاؤ گے۔ یہ قوم اللہ کے علم میں موجود ہے صوفی علم ومعرفت میں اس قدر کمال رکھتا ہے مثال کے طور پر سمجھو بال اس کی کھال اس کا گودہ اس کا روغن اور بو یعنی تصرفاتِ الٰہی ہر سمت سے لئے ہووے۔ اگر ایسا نہیں تو شیطان کے چنگل میں گرفتار ہے اسی طرح عالم چھ سمت کے علوم سے واقف نہ ہو تو حجاب اور گمراہی کا شکار ابلیس کی گود نشست گاہ ہے۔ تصوف رنگ دار لباس لمبی

داڑھی دراز گیسو ماتھے پر بیل کندھے جیسا داغ تصوف کی باتیں کتابوں سے رٹ کر اولیا کے قصے جھوم جھوم کر بیان کرنا نعرہ بلند کرنا، آنکھیں چڑھا کر مستانہ وار حال کا حالی بالدی بند دکھلانے کا نام تصوف نہیں یہ دھوکہ، مکاری اور حرام ہے۔ بلکہ تصوف میں سینہ کباب حالت حُباب وحُباب ہو جاتا ہے عشق کی انتہا بغیر فنافی اللہ ناممکن ہے صوفی دراصل اللہ کے دام تلے پوشیدہ۔ اللہ کی قبا کا تکمہ گھنڈی لیس کمثل۔ اللہ کی دستِ قدرت میں قیام۔ اللہ کی چنی ہوئی پسندیدہ قوم اللہ کے پیارے حقیقی گوہر موتی۔ یہ اس راز کی بات کے جان کار جو حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں فرمائی تھی جب تیسری بار فرمائی تو آواز یہ آئی اگر ہزار مرتبہ بھی کہے گا تو اس پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ یہ ہمارا ہے آپ نادم ہوئے توبہ کی۔ یہ ہی داد ونیاز والی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کمبل میں چھپا کر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کان میں فرمائی۔ اس راز کا حامل صوفی ہوتا ہے جو سریانی زبان میں سمجھایا جاتا ہے بغیر اس کے صوفی نہیں کیونکہ صوفی کے مرشد خود جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں اس کی اصلاح تو اب قلب وروح سے ہوتی رہتی ہے جب بیداری میں اصلاح کا نمبر آتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرش کے نیچے حاضر ہو کر واپس آتے ہیں کہ تو جان اور تیرا خدا پھر وہ ذات قدس جو چاہتا ہے سو کرتا ہے یا قطبیت کا تاج پہنا رخصت کرتا ہے پھر گفت اللہ بود والا معاملہ چلتا ہے۔ صوفی کا آغاز یہ ہے کہ اس کو پکارا جاتا ہے آوازیں آتی ہیں امر اور نہیں کا اشارہ دیا جاتا ہے۔ پھر صوفی الہام الٰہی باطنی روحی آواز کو جدا جدا پہنچانتا ہے فرشتہ کی قلب کی نفس وشیطان کی آواز کو خوب طرح الگ سے پہنچانتا ہے۔ دھوکہ نہیں کھاتا۔ اللہ کی محافظت فرماتا ہے صوفی سنتا ہے اس آواز کو جو دنیا کے ساتھ پیدا کی۔ سوز وساز داد، صوفی جب ذکر کی حد کو پہنچتا ہے تو سلطان الاذکار شروع ہوتا ہے جو نہایت سوز وگداز سرمدی جھنکار لئے ہوئے ہوتا ہے اگر غالب رہا تو

سالک ورنہ جذب کی طرف مائل ہوکر مست بھی بن جاتا ہے۔ایسی حالت میں ارواح انبیاء علیہ السلام واولیاء کرام اور فرشتے گھیر لیتے ہیں، مانند دلہن کے، یادرکھنا نبی اور رسول مجذوب نہیں ہوتے کیونکہ ان کا ظرف نہایت قوی ہوتا ہے اللہ اور مخلوق سے یکساں تعلق رہتا ہے بجز وحی کے نزول میں وہاں ان کا ادراک ہر سمت سے قطع کردیا جاتا ہے تاکہ بغیر زیرزبر کے فرق پر مخلوق کو سنا سکیں سمجھا سکیں۔صوفی کو ایمان اور نور حرارت سکینہ پن برکت خوشبو اور اسرار کا واقف کار بنایا جاتا ہے تجربہ عطا کرکے اپنی نوازش سے انس کی شراب میل ومحبت کا کانٹا لگا دیا جاتا ہے اگر عاشق ہے تو سرخ نکتہ اور معشوق ہے تو سبز نکتہ قلب پر لگا کر بااختیار بنا کر واپس فرماتا ہے تب وہ ایمان واحسان کی روشنی میں علم ومعرفت زہد تقویٰ اور ورع سے گزر کر قرب مشاہدہ، فنا وبقا کے مقام پر پہنچتا ہے پھر ہر عمل اور ہر کلام حدیث قرآن یعنی بولتا قرآن وحدیث جزدان میں رکھا ہوا قرآن گونگا ہے اس کا حامل اور عامل بولتا قرآن ہوتا ہے اسی وجہ سے ایسے صوفی کی طرف پشت کرنا گناہ ہے اگر میں تم سے سوال کروں کہ ایمان کا نور کس طرح پر ہے کیسے دمکتا ہے؟ کس چوٹ پر نکھرتا ہے؟ اور کس قدر؟ تو تم ہرگز نہ بتلا سکو گے کیونکہ قلہ سے ہی نہیں ایمان ہی اول اول آخیر یاد رکھو! اللہ کے ذاتی اور صفاتی توڑتے، جب میل کھایا تو ایمان کا نور ظہور پایا۔اللہ کا جمال جب جدال کی زد میں آیا تو روح نے ظہور پایا اب تصوف کے مدعی سے دریافت کرو کہ کیسے پکارے گئے ہو تم بغیر ثبوت مانند شیطان گمراہ کن مخلوق کہلائے گا!

اگر فقیری کا دعویٰ کرے کوئی تو کذاب ہے فقیر نہیں سوچتا کل کیا ہو گزرا۔ اور کل کیا ہوگا۔حال پر نظر قائم ہوتی ہے دنیا وآخرت کی دولت لایعنی ہر آن مشغول بحق، ہر شے میں حق ہی حق پاتا ہے تمام خزائن اس کے علم میں اسی لئے جمع تمع سے فارغ۔فقیر باب کنز اور فقر کو فقر اللہ کا نادر اسرار ہے اس کا صفاتی نام ہے فقیری

نہایت کمالیہ صفت ہے۔ باوجود ہر شے میں ظاہر پھر پوشیدہ خود آدمی کا وجود پھر اس میں موجود وحدۃ الوجود نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡد. پھر نہ جانے نہ سمجھے بدنصیبی نہیں تو اور کیا۔

حقیقتاً عالم یا علامہ وہ ہے جو ہشت پہلو کے علوم سے بخوبی واقف ہو چکا ہو۔ عالم معلوم تک پہنچ گیا ہو یعنی اللہ کے لئے فانی اور صاحب قرآن سے ہم کلام ہوتا ہو اور سیکھ لیا ہو پڑھنا اور سمجھنا۔یعنی حسبی اللہ الحسیب کے معنی روحی باطنی نور اور اسرار کی واقفیت حقیقی توکل بھروسہ کو سمجھ چکا ہو۔آغاز عالم یہ ہے کہ جوں جوں علم کو ترقی ہو ویسے ویسے اپنے کو ہیچ در ہیچ جانے۔ پتا پگھلنے لگے۔خوف الٰہی سے اور رہے لرزاں وترساں برق تبسم ہر دم لرزاں آہ ترنم چراں چراں والا معاملہ ہوا!

معرفت کا دعویٰ وہ کرے جس کا ہر بال ایک ایک ہزار معرفت رکھتا ہو اپنے اور خدا کے درمیان سے نفس کو ہٹا دیا ہو۔ مانند سانپ کی کینچلی سے جیسے باہر آجاتا ہے۔معرفت اَن پڑھ امی کی ہوتی ہے عالم کی معرفت اس قدر کمال کو نہیں پہنچتی۔علم ظاہری اپنے میں مشغول رکھتا ہے دوسرے امی پن نسبت رکھتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے، یہ وجہ تھی کمالِ معرفت وعلم جو حضور کو ملا ہے وہ کسی اور نبی کو نہ تھا۔ایک ایک کمال ہر نبی کو عطاء کیا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے کمالات عطا کئے گئے ۔کسی کو کمال درجہ صبر کسی کو شکر، کسی کو حسن مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں سب کچھ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر بال پر ایک کروڑ معرفت تھی ۔ جو روز بروز بڑھتی رہی۔آخیر وفات کے وقت پوری معرفتیں یک لخت آپ پر ڈالدیں یعنی اللہ نے اپنے علم ومعرفت میں چھپا لیا حیران کھڑا دیکھتا رہ گیا۔ ملک الموت، فرشتوں کو کب اتنی طاقت کہ روح مبارک کے حامل ہوں خدا خود لے گیا اپنے حبیب معشوق کو۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امام استاذ مرشد خدا ہی تھا۔قلندر کے پیر ومرشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہوتے ہیں اس کو کہاں طاقت جو حامل بنے جسم

مبارک کی جب کہ پیدائش عین اور اندر کعبہ کے ہوئی۔ اگر اعتراض کرے کوئی کہ حضور ﷺ کو تو زمین آغوش میں رکھ سکے۔ علی کو کیوں نہیں؟ ہاں یہ ایک عظیم اور کبیر راز ہے جو کتاب اور خواب سے بعید ہے۔ اس فرمان رسول کو کیوں بھولتے ہو میں شہیر ہوں اس کا دروازہ علی ہے حضور ﷺ کا عکس علی ہیں۔ دلیل یاد رہے کون تھا کہ میں ہجرت کے موقعہ پر بستر پر آرام کرنے والا، آئینہ میں نقش آئینہ کا عکس یکجا نہیں رہ سکتا۔ باوجود بعد کے نہایت قریب سر اور پیر برابر نہیں مگر ہوتا ہے ایک۔

مواحد کا پیر خداوند ہوتا۔ وہ بندہ کی اصلاح ہر طرح پر فرماتا ہے۔ خواب سے مثالیہ صورت سامنے آ کر حالات حادثات سے رنج و غم سے ڈر رکھو جس قدر مخلوق ہے اتنے ہی راستے خدا کی طرف پہنچنے کے ہیں جب پکارا جاتا ہے اس نام سے جو آسمان پر ہے تب تن تنہا رہ جاتا ہے پھر علم و معرفت کی ہوا آ کر انس کا جام پلا مست بنا دل لیجاتی ہے پھر کبھی دل واپس نہیں دیا جاتا۔ بس وہ ہر ماسوا سے بے نیاز اور بیزار رہتا ہے اللہ کی محبت میں مستغرق رہتا ہے مدعی سے معلوم کریں کہ حق تعالیٰ مرید کو کس طرح متوجہ فرما کر کیا حکم اور کون سا وزن رکھتا ہے۔ مراد کو کن القاب سے نوازتا ہے کیا دلاسہ دیتا ہے؟ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہرگز ایسے پیر سے بیعت مت ہو جو گھر مال جائیداد رکھتا ہو بلکہ ایسے سے ہو جس کے بیوی بچے یتیم، بیوہ کی طرح پل چکے ہوں اور اسکا پیشاب اور آنسو خون کے مانند بہہ چکے ہوں۔ سنت اور تقویٰ طبیعت ثانیہ بن گیا ہو۔ اور خیر خواہ اللہ اور رسول اللہ کے دین اور اسلام مسلمانوں کا اور قرآن کا ہو۔ مجاہدہ اس قدر کیا ہو نظر اٹھائے عرش کو دیکھ پائے جھکائے تو اٹھارہ ہزار عالم نظر آئیں اس حال کو قرآن سمجھائے اگر ایسا نہیں تو پیر و مرید خسارہ اٹھائیں وہ خدا کا بندہ نہیں بلکہ درہم دینار کا بندہ ہے اور بندہ ہے اپنے مریدوں کا جو اس کے کفیل ہیں ایسا پیر مشرک ہے پیر نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اے محمد ﷺ بیعت کے وقت کے ان کے ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہیں ہوتے ہمارے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔ غور کرو کس سے بیعت کرنا چاہئے۔ اہل دنیا نے پیری مریدی کو کھیل بنالیا۔ روٹی کمانے کا دھندا بنالیا۔ کیونکہ اصل نقل کی شناخت نہیں ہے۔ پیر وہ ہے جو مردانیت سے گزر فرد ہو چکا ہو اپنی صفت سے بے وصف بن گیا ہو۔ اللہ میں زم نسبت حاصل کر پھر ہمدم ہر دم۔

اللہ فرماتا ہے ڈر شیطان سے یہ تمہارا اور آدم کا دشمن ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عرض کرنے پر حضور ﷺ نے ابلیس کو حاضر کیا اور معلومات کی اے ابلیس تو کہاں رہتا ہے کہا پاخانہ یا غسلخانہ میں۔ بیٹھتا کہاں ہے؟ بازار میں شغل کیا ہے؟ اشعار کہنا اور مزامیر، کھانا کیا ہے؟ کہا جو لوگ تول میں کمی کرتے ہیں وہ میرا اور میری اولاد چیلوں کا حصہ ہے اگر یہ ایسا نہ کریں تو بھوک سے مر جائیں۔ کس قدر ہیں چیلے کہا کہ جس قدر آدمی ہیں جنات ہیں جتنے پرندے درندے، چوپائے ہیں جس قدر فرشتے یاجوج ماجوج ہیں ان سب کے دس دس گنا ان سب کو ملا کر پھر ان کے دس گنا میری ذریات اولاد چیلے ہیں یا محمد ﷺ مجھ سے کوئی نہیں بچ سکتا بجز جس پر اللہ کا فضل اور حفاظت ہو وہاں میں بے بس ہوں۔ فضل و کرم شرک سے بچنے والے اور اللہ پر بھروسہ کرنے والے پر ہوگا۔ اندازہ کرو ابلیس کی عمر چھ لاکھ چھتیس ہزار کچھ سو کی ہے عبادت اتنی کہ زمین کے ہر حصہ پر سجدہ کئے علم اتنا فرشتوں کا معلم رہا۔ معرفت اس قدر ایک ہزار معرفت سات سو درجہ تک حاصل درجہ کو اللہ ہی جانے۔ اس بوڑھے خرانٹ تجربہ کار عیار سے بن خدا کے فضل و کرم بچنا محال ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر ستر ہزار فرشتے آئے۔ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے قبر میں رکھا۔ بند کی یک لخت آنسو بہنے لگے چہرہ مبارک زرد ہو گیا صحابہ نے پوچھا یہ کیا حال ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا بڑا بھاری شفیع لایا ہے۔ کھڑا ہے

تیری قبر پر محمد، طاقت ہو تو روک لے۔ ضغطۂ قبر شروع ہو گیا، ہم پر بھروسہ نہ کیا ضغطۂ اس کو کہتے ہیں کہ قبر دونوں طرف سے مردہ کو دبا کے پسلیاں قینچی کے مانند کر لے لیکن اپنے حبیب پر رحم کرتے ہوئے چھوڑتے ہیں اب تم لوگ سوچ لو محمد سے بڑھ کر پیر کو کہاں طاقت ہوگی۔ شیطان کی غیرت دیکھو طوفان کے وقت کشتی پر سوار تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا معافی مانگ لے ابلیس نے کہا، کرو کوشش عرض کیا اللہ سے جواب ملا۔ یہ مکار ہے کس کی بات میں آیا اگر ایسا ہی ہے تو کہو کشتی کے عرشہ پر آدم کا تابوت رکھا ہے۔ سجدہ کرلے معاف کردیں گے۔ جب حضرت نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یوں سجدہ کو فرماتا ہے۔ شیطان بولا اے نوح پتلے کو اور زندہ کو نہ کیا مردہ کو کیسا اور کب؟ سوچو عقل پکڑو؟ جب عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا دیکھا بیٹھا ہے جنگل میں ایک لکڑ پر اور روتا ہے پوچھا کیا بات ہے شیطان نے کہا روتا ہوں خدا کی یاد اور خدائی میں۔ حضرت نے فرمایا اب بھی مانگ لے معافی، کہا، کرو سفارش جب التجاء کی گئی وہی جواب ملا کہ اب قبر کو سجدہ کرلے معاف کردیں گے ابلیس کھڑا ہو گیا ہنسا اور بولا اے عیسیٰ علیہ السلام عقل کی کہو سوچو پتلے کو زندہ تابوت کو نہ کیا بھلا مٹی کے ڈھیر کو کیسا سجدہ؟ اور غائب ہو گیا۔

کس قدر غیور مغرور کیسا فتوت مروت لعنتی بنا مگر غیر اللہ کو سجدہ نہ کیا۔

آدم زادوں کو قبروں پر بتوں پر سورج اور آگ پر سجدہ کرادئے جس عمل کو شیطان گوارہ نہ کرے آدمی نہ سمجھے تو حیرت ہے افسوس ہے۔ اے لوگو! بچو شرک سے اور پرہیزگاری اختیار کرو جو کہ فرض ہے، سچ بولو جو کہ فرض ہے، حلال کھاؤ یہ فرض عین بنیاد ہے جس کے بغیر کوئی عمل قبول نہ کیا جائے گا۔ حرام سے پلا ہوا جسم کو دوزخ ہی پاک کرے گی۔ اگر اور تشنگی ہو تو مزید معلوم کر لینا وقف ہوں اللہ کے نام اور کام پر جو حق کہنے

والے سے بھاگا وہ بدنصیب ہے اس کو کبھی فلاح نصیب نہ ہوگی۔

حدیث نبوی یوں ہی ہے۔

اے اللہ تعالیٰ ہم سب حاضرین اور جو غائب مسلمین ہیں سب پر اپنا رحم کرم فضل فرما اور دوزخ سے بچا دنیا و آخرت کی راحت عطاء فرما۔ آمین ثم آمین! الحمد اللہ رب العالمین۔

بقلم: محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

☆☆☆

مجلس مبارک

۱۹شوال المکرّم ۱۳۹۸ھ بمطابق ۱۹۷۸ء بعد نماز جمعہ

سیدی مرشدی اعرابی ورشیدی دام اللہ ظلہٗ حسبِ معمول امامت نماز جمعہ ادا فرما کر سہ دری قدوسی ورشیدی میں جلوہ افروز ہوئے حاضرین بدستور موجود تھے۔ پیارے مرشد حاضرین کی جانب مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا!

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنَ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

میرے بھائیو اور نوجوانو! آج کل عورتوں کو بچوں کو جہاں ذرا سی کوئی بیماری ہوئی اور کسی مرض کا دورہ پڑا تو سمجھتے ہیں کہ آسیب کا اثر ہے اور پھرتے ہیں تعویذ گنڈے کرانے۔ ایسے بھی تعویذ کرنے والے ہیں کہ ان کو معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ جنات کا اثر ہے یا کوئی جسمانی مرض ہے اور ان کو اس بات کا خیال کیا وہ تو دل سے چاہتے ہیں کہ کوئی تعویذ گنڈے کے لئے آئے اور ہماری روٹی کا کام بنے۔ اللہ سے جو جس طرح مانگتا ہے وہ اس کو اسی طرح رزق پہنچاتا ہے جنات تمہاری عقول پر

ہنستے ہیں اور مذاق اڑاتے ہیں کہ ہم کو خواہ مخواہ ہی بدنام کر رکھا ہے حالانکہ جنات ہر کسی پر فریفتہ نہیں ہوتے ہزاروں لاکھوں میں ایک ایسا مرد یا عورت ہوتی ہے کہ جس میں خربوزے جیسی سی خوشبو ہوتی ہے اس پر جن عاشق ہوتا ہے وہ اس کو اٹھا کر لے جاتا ہے جب اس کی خوشبو کو چوس لیتا ہے اپنے اندر جذب کر لیتا ہے پھر اس کو اس کے مقام پر چھوڑ جاتا ہے ایسی عورتوں پر بھلا جن کیسے عاشق ہوسکتا ہے جن کے کپڑوں میں جسم میں بدبو اٹھتی ہے ایسی عورتوں سے کہیں زیادہ حسین تو ان کی پریاں ہوتی ہیں وہ اپنی حسین پریوں کو چھوڑ کر تمہاری بدصورت عورتوں پر کیوں عاشق ہوں۔ مکار ہیں وہ عورتیں جو اپنے آپ پر جنات یا بھوت پریت بتلاتی ہیں آج امراض ایسی ایسی وضع کے پیدا ہوگئے ہیں کہ یعنی حکیم یا ڈاکٹر نہیں پہچانتے مقدر کی روٹی کھاتے ہیں عورتوں کو زیادہ تر امراض ماہواری بند ہونے سے لگتے ہیں دوا کھانے سے جب ماہواری ہونے لگتی ہے پھر وہ امراض بھی ختم ہوجاتے ہیں ان مکار عورتوں کے خاوند بھی ایسے بیوقوف اور کم عقل ہوتے ہیں کہ ان کے آگے آگے چپر قنات بنے پھرتے ہیں ہمیشہ کسی اچھے حکیم یا ڈاکٹر کو دکھلانا چاہئے کہ مرض کا صحیح پتہ لگ سکے۔ تعویذ گنڈے والوں کے پاس جانا حماقت ہے۔ آج نہ عامل عامل ہیں نہ حکیم حکیم ہیں سب کے سب مقدر کی روٹی کھاتے ہیں۔ ہماری مجلس میں تم لوگوں سے زیادہ جنات ہیں اور جنات سے زیادہ فرشتے ہیں ہم تم لوگوں کو اپنے یہاں گھسنے نہیں دیتے تم میں سے بعض لوگوں کے دلوں کی خباثتیں سامنے رہتی ہیں وہ ہمیں محسوس ہوتی ہیں منافقت سے ہم ملنا پسند نہیں کرتے جو کچھ کہنا ہوتا ہے وہ ہر خاص وعام کو منہ پر کہتے ہیں بہت سے لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ نماز کے لئے مسجد میں نہیں آتے؟ ہاں ہم کہتے ہیں کہ خدا محفوظ رکھے ہمیں تمہارے جیسی نمازوں اور روزوں سے اور ہم نہیں آتے مسجد میں اس وقت تک جب تک کے سجن کی طرف

سے بلاوانہ آوے۔ مجھ پر نماز کا وقت اس قدر گراں اور بار گزرتا ہے کہ جیسے پہاڑ میرے سر پر ہو اور جی چاہتا ہے کہ اپنے کپڑوں کو پھاڑ کر چیخ مار کر بھاگ جاؤں میں نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں جاتا ہوں تو یہ سمجھ کر جاتا ہوں کہ میں نماز آدمیوں کو نہیں پڑھاؤں گا بلکہ چوپاؤں کو پرندوں کو سانپ سرندوں کو درندوں کو نماز پڑھاؤں گا یہ شریعت کا پاس ہے کہ میں نماز کے لئے مسجد میں جاتا ہوں اور تم لوگوں سے میل اور ملاقات کرتا ہوں حالانکہ جی نہیں چاہتا کہ کسی سے ملوں مگر میرے مشائخ عظام نے مجھے یہاں چورا ہے پر (خانقاہ میں) بٹھایا ہے اور فرمایا کہ نصیحت کر خدا کی مخلوق کو ہم پر کسی کا کوئی زور نہیں ہم تابع ہیں اللہ کے اور تابع ہیں رسول اللہ ﷺ کے۔ ہمارا جی چاہے گا ملیں گے نہیں جی چاہے گا نہیں ملیں گے ہم نے دنیا کو طلاق دیدی اور آخرت کو دل سے نکال دیا اب تو دل میں بس اللہ ہی ہے کسی غیر اللہ کی اس دل میں گنجائش نہیں تم لوگوں کے اچھا کہنے سے میرا کچھ سنورتا نہیں اور برا کہنے سے کچھ بگڑتا نہیں تمہارے خیالات تمہاری درستگی اور بربادی کے لئے کافی ہیں۔ اچھا کہو گے اچھا پھل پاؤ گے آج ہم سے زیادہ خدا کا پیارا تختِ زمین پر نہیں اٹھارہ ہزار عالم میں سب سے یگانگت لئے ہوئے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اپنے اٹھارہ ہزار عالم کو میرے ہاتھوں پر رکھ دیا ہے اٹھارہ ہزار عالم کی باگ ڈور ہمارے ہی ہاتھوں میں ہے۔ معلوم ہو جائے گا آج میری چاہت اس کی چاہت ہے اس کی چاہت میری چاہت ہے۔ (ایک صاحب کی طرف سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) تم عصمت اللہ ہو؟ آج تقریباً پینتالیس سال بعد تمہیں دیکھا ہے بوڑھے ہو گئے ہو مگر افسوس تم نے اب تک اپنے رب کو راضی نہیں کیا اب تمہاری اولاد جوان ہو گئی ان کے بیاہ شادی ہو گئے اب اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جاؤ یہ آخری وقت ہے موت تمہارے سر پر ہے وہ وقت قریب ہے کہ تم اس دنیا سے رخصت ہو جاؤ گے کب تک اس دنیا

کے چکروں میں پھنسے رہو گے تمہاری عمر ستر سال سے زیادہ آ گئی۔ خدا کا شکر کرو کہ اس نے تمہیں اس عمر میں بھی صحت سے نوازا ہے۔

نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ ''میری امت کی عمر ساٹھ ستر کے درمیان ہوگی''، سو تمہاری وہ عمر بیت چکی، ''تم چراغ صحر ہو بجھا چاہتے ہو'' ایسا نہ ہو کہ تم اپنے رب کے دربار میں حاضر ہو کر شرمندہ ہو تمہارا یہ رونا اور احساس دل سے کرنا تمہارے گناہوں کی معافی ہے واللہ اس وقت تک تم نے جو گناہ کئے تھے سب معاف ہو گئے اور جب تم مرنے لگو تمہارا آخری وقت ہو تو میرے پاس کہلوا دینا کہ عصمت اللہ کا آج آخری وقت ہے۔ میں حق تعالیٰ سے تمہارا تھوڑا سودا بنادوں گا کیونکہ تمہارا نام خدا کی ایک خاص صفت بھرا نام ہے وہ کیا ہے؟ عصمت، عصمت بھرا خزانہ اللہ رب العزت ہے۔ عصمت مآب حضور ﷺ ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام ہیں عصمت مآب اولیاء کرام ہیں عصمت مآب ملائکہ ہیں اس عصمت کو جو ایک زبردست دولت ہے زمین و آسمان پر اگر ڈالا جائے تو رائی کھائی ہوئی اس عصمت کو لے کر آگ میں کود جائے تو آگ بھی نہیں جلا سکتی پانی میں اس عصمت کو لے کر اگر کودے پانی نہیں ڈبا سکتا تلوار کا وار اگر عصمت مآب پر کیا جائے تو تلوار نہیں کاٹ سکتی کیوں کہ یہ دولت حق تعالیٰ کی بڑی صفات میں سے ہے۔ (ایک صاحب کی طرف سے متوجہ ہو کر فرمایا) تم کو ابھی تک مجلس کے آداب کا بھی معلوم نہیں تم استاد کہلاتے ہو تمہارے انداز سے لڑکپن ظاہر ہوتا ہے تمہیں تمیز تہذیب نہیں پھر تمہارے شاگرد کیسے تہذیب یافتہ ہو سکتے ہیں یہ حجرہ ہے شیخ عبدالقدوس قطب عالم اور مولانا رشید احمد قطب الارشاد اور امام ربانی کا میں اس کو بت کہتا ہوں تم علماء اسکے پجاری ہو کیا رکھا ہے اس حجرے میں، یہ تکیہ مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے تمہارے لئے یہ بھی ایک بت ہے ذرا اس حجرے کی دیواروں سے اور اس تکیہ سے

معلوم تو کرواے حجرے کی دیوارو! اے مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی کمرے کے لگنے والے تکیے ذرا انکے کچھ حالات بیان کرو یہ حجرہ یہ تکیہ انکے کچھ حالات بیان نہیں کرسکتے تو پھر کا ہے کو ان کی پرستش کرتے ہو البتہ اگر تمہارے دل کی آنکھیں روشن اور تمہیں نورِ علم نورِ معرفت حاصل ہو تو بے شک اس حجرے کی زیارت کرو اس میں نوافل پڑھو کہ ان بزرگان دین کے مشائخ عظام کے روحانی تاثرات حاصل ہوں۔ اور بحث ومباحثہ میں مت پڑو۔ تمہاری تمنا ہے کہ مصافحہ کرو پس مصافحہ کرو۔ اور جاؤ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ رب العزت کا سایہ ہیں مثال اسطرح سمجھو کہ میرا یہ ہاتھ ہے اس کو میں نے روشن کیا تو میرے اس ہاتھ کا سایہ ہو گیا اب غور کرو میرے ہاتھ کا تو سایہ ہو گیا لیکن اس سایہ کا بھی سایہ ہوسکتا ہے۔ نہیں ہوسکتا بس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی سایہ نہیں ہوتا کیوں کہ حق تعالیٰ کا سایہ یعنی عکس حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور عکس کا سایہ نہیں ہوتا ایسے ہی آپ کا بھی سایہ نہیں ہوتا یا دوسری مثال اس طرح سمجھو یہ آئینہ لگا ہوا ہے میں اس میں اپنا چہرہ دیکھتا ہوں اس میں میرا عکس معلوم ہوتا ہے بس جس طرح آئینہ میں چہرہ کے عکس کا عکس نہیں ہوتا ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم عکس ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آپ کا سایہ نہیں ہوتا تھا اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا نور ہیں خصوصی نور ہیں اور نور کا یعنی روشنی کا سایہ نہیں ہوتا اس لئے آپ کا بھی سایہ نہیں ہوتا تھا اور اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیراہن مبارک جو آج کل کراچی پاکستان میں موجود ہے جو اس پیراہن کو اپنے سر پر رکھ لیتا ہے یا پہن لیتا ہے اس کا بھی سایہ نہیں پڑتا اور یہ نسبت یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جس میں پیوست ہو جاتی ہے جو فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام حاصل کرتا ہے اس کا بھی سایہ نہیں ہوتا البتہ جب وہ فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام سے آگے نکل جاتا ہے اور فنافی اللہ کے مقام کا راہی بن جاتا ہے پھر اس کا سایہ ہوتا ہے۔ عکس پڑتا ہے اور فنافی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام پر جب پہنچتا ہے تو مکھی

بھی اس کے جسم پر نہیں بیٹھتی یہ شان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اور معجزہ بھی ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور میں کہتا ہوں کہ ہر آدمی حق تعالیٰ کا سایہ ہے ہر مخلوق خدا کا سایہ ہے مثال اس طرح سمجھو کہ روشنی میں اگر تم اپنے ہاتھوں کو ہلاؤ گے تو تمہارے ساتھ ہی تمہارا عکس بھی حرکت کرے گا اس کا ہاتھ ہلے گا اگر تم چلو گے تمہارا سایہ بھی چلے گا ٹھہر جاؤ گے تو سایہ بھی ٹھہر جائے گا بس کارگزاری تمہاری ہوتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ سایہ خود بخود حرکت کرتا ہے حالانکہ وہ سایہ بے جان بے بس حس ہے سایہ محتاج ہر دم تمہارا ہے بس حق تعالیٰ نور ہے اس کے یہ تمام سائے ہیں عکس ہیں وہ طرح طرح سے نمایاں ہے اور پوشیدہ ہے وہ ذرے ذرے میں سمایا ہوا ہے اور ذرے ذرے سے نمایاں ہے اور میں بھی جو کچھ کرتا ہوں خود سے نہیں کرتا بلکہ جو کچھ کرتا ہے حق تعالیٰ ہی کرتا ہے مجھ میں اور تم میں فرق صرف اتنا ہے کہ میں اس راز کو بخوبی جانتا ہوں ہر وقت احساس کرتا ہوں ہر بات کا اور تم اس راز سے واقف نہیں احساس نہیں کرتے۔ اور ایسا ہونا بھی ناممکن ہے کہ سب پر یہ راز عیاں ہو اگر ایسا ہو جائے تو پھر عام وخاص اور خاص الخاص کی پہچان ہی نہ رہے۔

میں بے دھڑک ہوں قلندری قادری نسبت پر ہوں اس لئے کھول کھول کر ہر بات کو کہہ دیتا ہوں اگر چہ اصل بات اور اصل مقام اصل حال کو بیان کرنے کی طاقت اللہ نے زبان میں رکھی ہی نہیں بس سطحی چیزیں بطور مثال شروع سے انبیاء علیہم السلام اولیاء کرام سمجھاتے بتلاتے چلے آئے ہیں اصل پتہ اس وقت چلتا ہے جب ان راہوں سے گزرنا پڑتا ہے جیسے کھانے پینے کی چیزوں کا ذائقہ اگر معلوم کیا جائے تو سوائے اس کے کہ اچھا لگتا ہے میٹھا لگتا ہے کڑوا لگتا ہے نمکین لگتا ہے نہیں بتلایا جاسکتا معلوم کرنے والا پھر کہے گا کہ کیسا ذائقہ ہوتا ہے فلاں مٹھائی کا یا حلوے

کا تو بتلانے والا آخر میں یہ ہی کہے گا کہ جب تو کھائے گا اسی وقت صحیح پتہ چلے گا بس مٹھائی کھانے والا اور مٹھائی کا ذائقہ معلوم کرنے والے میں فرق جس طرح ہوتا ہے اس طرح کا فرق بلکہ اس سے زیادہ پاکیزگی اور صفائی لئے ہوئے ظاہری علماء اور لدنی علم رکھنے والے صوفیاء میں اولیاء میں ہوتا ہے۔

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ازقلم: محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

☆☆☆

مجلس مبارک

۹ شعبان المعظم ۱۳۹۵ھ یوم دوشنبہ

سیدنا حضرت پیارے شیخ دام اللہ ظلہ

نَحْمَدُهُ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمُ اَمَّا بَعْدُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

خانقاہ (عالیہ قدوسیہ، رشیدیہ قطب عالم وقطب الاشاد) کے روشن صحن میں فرش پر تشریف فرما تھے حاضرین مودب دوزانو بیٹھے تھے۔ چنانچہ ایک شخص دیارام حاضر خدمت ہوئے اور سلام کیا اور مٹھائی پیش کی۔ حضرت عالی دام فیوضہم نے ارشاد فرمایا جب تم اپنی بیوی کے پاس جاؤ تو اس کے لئے زیور کپڑا لے کر جاؤ علم دوست کے پاس اگر جاؤ تو کتاب قلم دوات لے کر جاؤ اور پیر گرو کے یہاں جب حاضر ہوا کرو تو عقیدت محبت لے کر حاضر ہوا کرو کیونکہ پیر عقیدت سے خوش ہوتا ہے۔ اللہ کے لئے اور علم دوست کتاب وغیرہ سے خوش ہوتا ہے عورت زیور کپڑے سے خوش ہوتی ہے بچہ مٹھائی سے خوش ہوتا ہے جس قسم کا آدمی ہو اس کو اس کی پسندیدہ چیز ہدیہ کرنا یا دینا چاہئے۔ آدمی کو قیافہ شناس ہونا چاہئے جس کو ماحول کا آدمی کے طرز

وعمل کا اندازہ بھی نہ ہو وہ کیا آدمی؟ عقیدت بڑی اعلیٰ اور عمدہ چیز ہے۔ عقیدت آدمی کے ہر کام سنوار دیتی ہے عقیدت آدمی کو کہیں سے کہیں پہونچا دیتی ہے لوگوں نے مشائخ کی خدمت میں کچھ نہ کچھ ہدیہ نذرانہ دینے کا معمول بنا رکھا ہے بس سب سے عمدہ اور اعلیٰ ہدیہ نذرانہ یہی ہے کہ پاک اور صاف دل لے کر حاضر ہونا چاہئے کہ دنیاوی آخروی مفاد حاصل ہوں۔ عقیدت بھرا دل مہا پھرا دل پھول سا من دھوپ لگے کمھلائے پیر کو تمہارا عقیدت بھرا دل محبت بھرا دل دیکھ کر خوشی ہوتی ہے اور ہندو مسلمان ایک دوسرے کے بغض میں پھنس کر رہ گئے۔ مسلمان ہو کہ ہندو سکھ ہو کہ عیسائی یہودی ہو کہ یا نصرانی سب خدا کے بندے ہیں جس نے اس سے پیار کیا وہ اس کا پیارا اس کے یہاں کسی ذات پات کی قید نہیں سب اولاد ہیں آدم علیہ السلام کی۔ اور سب امت ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ ایمان والے تابعدار امتی کہلاتے ہیں۔

تم لوگ نہیں جانتے کہ حقیقت کیا ہے۔ ایک شخص نے دیکھا کہ ایک پیپل کے پتے پر اللہ لکھا ہوا ہے پھر دیکھا کہ ایک پتہ پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا ہے۔ میں اس لئے کہتا ہوں کہ کسی کو برا مت کہو جو لوگ ایک دوسرے کے مذہب کے اولیاء انبیاء کو اوتاروں کو برا کہتے ہیں ان کا انجام خراب ہوتا ہے۔

اے لوگو! مت ستاؤ کسی کو کہ بے ایمان ہی ستاتا ہے۔ ستانے والا بادشاہ ہو کہ افسر ہو کوئی عہدہ دار ہو۔ کئے باشد۔ سمجھ لو کہ اس میں ایمان نہیں۔ دور ہو ایسے علاقہ سے ایسے آدمی سے کہ جس پر خدا کا عتاب ہو۔ خدا کا غضب نازل ہو رہا ہو۔ اس کا ساتھ دیگا وہ بھی غضب الٰہی میں پھنس جائے گا۔ الامان والحفیظ۔

یہ جو کچھ میں بتلا رہا ہوں آج تمہیں کوئی نہ بتلائے گا۔ اس لئے میری ہر بات کو یاد رکھو۔ کہ تمہارے موقع بہ موقع کام آئیں گی۔ صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔

☆☆☆

مجلس مبارک

۲۴ شعبان المعظم ۱۳۹۵ھ بمطابق ۱۹۷۵ء بروز پیر صبح ۱۰ بجے

سیدنا شیخ المشائخ پیارے اجان دام فیوضہم نمازِ فجر ادا فرما کر سہ دری میں تشریف فرما تھے متعدد بیرونی مقامات کے مہمان بھی حاضر خدمت تھے۔ حاضرین میں سے کسی ایک نے عبادت کے بارے میں سوال کیا۔

گلستانِ ولایت کے مقدس رہنما نے ارشاد فرمایا!

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمُ اَمَّا بَعْدُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی هُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لاَ اِلٰہَ اِلاَّ ھُوَ عَالِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

ہر وقت خدا کا دھیان رکھو یہ سب سے بڑی اور اعلیٰ عبادت ہے اور اس کو مرتبہ احسان بھی کہتے ہیں زیادہ وظائف کے چکر میں مت لوگ جس نے اپنے جسم کو زیادہ تر وظائف اور چلہ کشی میں پھنسایا کیا دور اس نے اپنے آپ کو حق تعالیٰ سے یعنی اصل مقصد سے۔ عبادت محتاج ہے احسان کی اور احسان محتاج ہے خدا کا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی حال تھا کہ جب وہ مسلمان ہوتے ان کو فوراً مرتبہ احسان حاصل

ہوجاتا تھا۔یعنی جب ان کی نظر حضور ﷺ کے چہرہ انور پر پڑتی تھی فوراًمرتبہ احسان حاصل ہوجاتا تھا اور یہ معجزہ ہے نبی کریم ﷺ کا آج یہ مرتبہ احسان مجاہدات سے حاصل ہوتا ہے صحابہ کرام دھیان رکھتے تھے ہر وقت خدا کا۔ وہ ہر وقت ہر کام میں خدا کا حکم تلاش کرتے تھے اوراس کے مطابق سب کچھ کرتے تھے وہ بازاروں میں رہتے تھے وہ جنگلوں میں بکریاں چراتے تھے وہ مزدوری کرتے تھے لیکن خدا کا دھیان ان کو ہر لمحہ رہتا تھا۔ وہ ہمہ وقت اس کی مرضی کے متلاشی رہتے تھے۔ وہ سنت نبوی ﷺ پرعمل کرتے تھے۔ یہی ان کا تقویٰ تھا اور یہی ان کا مجاہدہ تھا اور یہی ان کی عبادت تھی اوراے نوجوانوں دھیان رکھ ہر وقت کہ ہر چیز فانی ہے مگر خدا باقی ہے جس نے مجھے اور تجھے اورکل کائنات کو ہست کیا۔عبادت مزدور کرتے ہیں بڑے لوگ اس کا دھیان گیان رکھتے ہیں، اعلیٰ لوگ فنافی اللہ ہوتے ہیں۔ جیسے دودھ میں پانی مل جاتا ہے اور وہ سب ایک ہوجاتا ہے شریعت یہ ہے کہ محمد ﷺ کی سنت کا اتباع کرے۔ جس نے اپنایا سنت کو یعنی جس کی عادت ثانی بن گئی سنت پر عمل کیا وہی دین دار ہے وہی شریف النسل ہے وہی بامراد ہے،اور جس نے شک وشبہ کیا سنت میں وہ کافر ہے، خطا وار ہے،سزاوار ہے بے ادب گستاخ نہایت ذلیل وخبیث ہے اس کے لئے فلاح کے دروازے کھلنا ناممکنات میں ہے۔ ہاں توبہ کرکے اللہ اوراس کے رسول ﷺ کی محبت اس کے دل میں پیدا ہوجائے۔ اے رب تو خوب جانتا ہے کہ یہ سب میری گفتگو، لوگوں سے، ریل میل صرف تیرے ہی لئے ہے۔ الٰہی تو خوب جانتا ہے کہ میں تیرے دین کوفروغ دینے کے لئے کیسے کیسے کام کرتا ہوں الٰہی میرا سونا بیٹھنا اور ہر کام تیرے لئے ہے۔ حتی کہ میرا بناؤ سنگھار بھی تیرے ہی لئے ہے، الٰہی تیرے لئے میں جیتا ہوں تیرے لئے مرتا ہوں اور جب تیرا حکم ہوتا ہے سوتا ہوں جاگتا ہوں۔ چلتا ہوں پھرتا ہوں۔ الٰہی تو خوب جانتا

اور پہچانتا ہے کہ تو نے مجھے نازک پدمنا بنایا الٰہی اور زیادہ طاقت دے کہ تیرے دین کوفروغ دوں۔ الٰہی تو خوب جانتا ہے کہ میں نزاکت اور لطافت کو پسند کرتا ہوں اے میرے پیارے رب میں تیرے پیار میں ہر کسی کو لانا چاہتا ہوں تو مجھے ہمت دے کہ تیرے دین کا جھنڈا آسمان تک بلند کروں۔ الٰہی تو خوب جانتا ہے کہ میں حق سچ کہنے میں اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں رکھتا۔ الٰہی میں کسی سے حیاء وشرم نہیں کرتا مگر تجھ سے۔ الٰہی میں دھیان نہیں دیتا کسی طرف مگر تیرے لئے جس طرف تیرا حکم ہوتا ہے متوجہ ہوتا ہوں ظاہری کانوں اور ظاہری اعضاء سے لیکن میرا قلب اور روح محو رہتے ہیں تجھ ہی میں۔ الٰہی تو خوب جانتا ہے کہ میرا پیار کسی سے نہیں مگر تجھ ہی سے میرا پیار قائم ہے۔ اے لوگو! کرو اس خدا سے پیار کہ اس میں تابعداری ہے اور تابعداری ہی اصل عبادت ہے۔

صلی اللہ علیہ والہ وسلم

ازقلم: محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

☆☆☆

مجلس مبارک

۷ شعبان المعظم یوم شنبہ ۱۳۹۵ھ بمطابق ۱۹۷۵ء بعد نماز مغرب

سیدنا شیخ المشائخ پیارے اجان صاحب دام ظلکم العالی خانقاہ (قدوسیہ رشیدیہ) کے کشادہ صحن میں تشریف فرما تھے حاضرین بھی مودب دوزانوں بیٹھے تھے۔حضرت شیخ دامت برکاتہم حاضرین کی جانب مخاطب ہوئے اور ارشاد فرمایا!

نَحمَدُهُ وَ نُصَلِّیُ عَلٰی رَسُوُلِهِ الْکَرِیُم اَمَّا بَعُدُ قَالَ اللّٰهُ تعالٰی یَسُئَلُوُنَکَ عَنِ الرُّوُحِ قُلِ الرُّوُحُ مِنُ اَمُرِ رَبِّیُ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیُمُ.

مت ڈرو کسی سے مگر ڈرو خدا سے کہ ہر چیز یعنی سب ڈریں گے تم سے اور اگر ڈرو گے خدا کے سوا کسی اور چیز سے تو سب چیزیں تم کو ڈرائیں گی، اور یہ دنیا وبال ہے آخرت جنجال ہے اور خدا کا ملنا نہایت محال ہے اور وہی اصل تمنا ہے اور وہ ہر کسی کو نہیں ملتا۔کوئی جاتا ہے عبادت میں، کوئی جاتا ہے کشف و کرامات میں۔خدا تک وہی پہنچتا ہے جس پر اس کا فضل و کرم ہوتا ہے اور اصل عبادت وہ ہے کہ جب عارف باللہ خدا کا ذکر کرتا ہے زمین دہل جاتی ہے دریا رک جاتا ہے سمندر کی مچھلیاں

ٹھہر جاتی ہیں کیوں کہ وہ خدا کی عبادت بڑی لطافت اور پاکیزگی کے ساتھ کرتا ہے۔اور مت ٹکراؤ کسی حقانی مرد سے کہ تباہ ہو جاؤ گے اور حق کا ساتھی کوئی نہیں مگر حق اور جس کا ساتھی حق ہو اس کے لئے کیا کمی ہے سب کچھ اسی کے پاس ہے۔حق بات سب کو کڑوی لگتی ہے مگر حق والا اس بات کا قدر دان ہوتا ہے۔آج تم کسی کو اچھی بات کہو حق سناؤ لوگ تمہارے دشمن ہو جائیں گے اور برے کام بری بات کرو کوئی تمہارا مخالف نہ ہوگا لیکن سب سے بڑی ہمدردی یہ ہی ہے کہ جس میں کوئی بری بات دیکھو بری عادت بری خصلت دیکھو فوراً ٹوک دو۔فرشتے نور سے بنائے گئے جنات نار سے بنائے گئے اور ان کے دل نہیں ہوتے اور دل حق تعالیٰ نے اپنے لئے بنایا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں قلب مومن میں سما سکتا ہوں اور کسی جگہ نہیں۔اسی وجہ سے فرشتوں میں اور جنات میں کوئی نبی نہیں پیدا کیا اور وہ امانت چھپانے کی جنات میں بھی طاقت نہیں کیوں کہ وہ آگ کے ہیں اور آگ نور کا تلچھٹ ہے۔سمندر اور پہاڑ سے دریافت فرمایا؟ عرض کیا الٰہی ہم میں طاقت نہیں۔مٹی نے عرض کیا الٰہی میں چھپا سکتی ہوں اپنے اندر تیرے گوہر کو نور کو بے شک تو نے مجھے یہ طاقت دی ہے۔بس حق تعالیٰ نے مٹی سے حضرت آدم علیہ السلام کا پتلا تخلیق فرمایا اور اپنا گوہر آدم علیہ السلام میں چھپایا اور اشرف المخلوقات کا خطاب بخشا۔وہ گوہر کیا ہے؟ وہ امانت کیا ہے؟ فرمایا باطن، یہ باطن روح کی روح ہے یعنی ایک جسم پورا آدمی کا اس کے اندر قلب، قلب کے اندر روح اور روح کے اندر باطن ہے پس قیامت میں اس کی پوچھ ہوگی کہ ہم نے جو تم کو ایک گوہر ایک امانت دی تھی اس کی کس قدر حفاظت کی؟ اور حق تعالیٰ اپنے نور کو فرشتوں میں رکھتا تو نور میں نور مل جاتا اور زیادہ نور ہو جاتا، پوشیدہ نہ رہتا۔پہاڑ سمندر اس کو برداشت نہیں کر سکتے اور ان کو اگر دیا جاتا ریزہ ریزہ ہو جاتے لیکن خاک نے اس کو قبول کیا اور ہوا بھی نہ دی۔اسی خاک میں

کیسے کیسے خدا کے دوست، انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام آرام فرما رہے ہیں۔ یہ اس زمین کی قوت برداشت ہی تو ہے سب سے اعلیٰ اور افضل حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس زمین میں آرام فرما ہیں یہ سعادت زمین کو ہی حاصل ہے۔ یادرکھو! جس گھر یا بستی میں جس قصبہ یا شہر میں یا ملک میں لڑائی ہوگی فساد ہوگا اس میں تباہی بربادی آجاتی ہے یعنی خدا کا غضب نازل ہوجاتا ہے اے لوگو! کسی کو سہارا ہے اپنی زندگی کے لئے دوائی کا کسی کو سہارا ہے مال کا کسی کو سہارا ہے اپنے عزیز رشتہ داروں کا، خدا کا سہارا کس کو ہے؟ ارے جس نے سہارا پکڑا خدا کا اس کا ہر کام درست ہوجاتا ہے۔ اغیار کو پکار نے سے کیا حاصل وہ کسی بھی تکلیف کو رنج وغم کو دور نہیں کر سکتے۔ ہر موقع پر مددگار اور سہارا اللہ ہے۔ تم لوگ میرے پاس اگر آتے ہو تو سنا کرو میری ہر بات کو ظاہری اور قلبی کانوں سے ہمہ تن متوجہ ہوکر اور رکھا کرو اس کو یاد اور لکھ لیا کرو جو کچھ بھی میں کہوں یا جو مجھ سے کہلوایا جائے۔

اے ہندو بھائیو!

بھگوان پربھو، ایشور، اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے یہ سب نام الگ الگ زبانوں میں ہیں۔ پیارے رب کے نام اس قدر ہیں کہ کوئی شمار نہیں کرسکتا اور جو کام کرو اس کے سہارے پر کرو کہ آسانی ہو اس کام میں اور خیر ہو بھلائی ہو اور اگر گناہ بھی کرو تو پکارو پہلے پیارے رب کو کہ اے خدا نفس باز نہیں آرہا ہے اور میں گناہ کرنے کو تیار ہوں الٰہی تو توفیق دے کہ میں اس گناہ سے باز آؤں پس اگر اس کا فضل وکرم ہوگا تو ضرور توفیق دے گا اور ایسی بات نہیں کہ اس کو پکارو اور وہ پیارا رب مدد نہ فرمائے۔ فرماتا ہے خوب مدد فرماتا ہے اللہ تعالیٰ سے جیسا گمان خیال رکھو گے اس کو ویسا ہی پاؤ گے۔ جس نے گناہ کیا اور پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تائب ہوگیا تو وہ اس آدمی سے بہتر ہے کہ جس نے کبھی گناہ نہیں کیا ہو کیوں کہ اس نے گناہ کی لذت اور لطف کو

دیکھا اور پھر خدا کے ڈر سے توبہ کرلی اس کو فراموش کردیا۔ اس لئے اس کا مقام اولیٰ ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ گناہ کرو اور پھر توبہ کرلو۔ بلکہ شرافت یہ ہی ہے کہ اس خدا کے خوف سے کوئی گناہ نہ کرو جان بوجھ کر۔ شریف آدمی وہ ہی ہے جو ہر بری بات سے بچے اور ہر اچھی بات پر عمل کرے۔

صلی اللہ علیہ و الہ و سلم

از قلم محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

☆☆☆

مجلس مبارک

۲۵ صفر المظفر یوم پنج شنبہ ۱۳۹۶ھ بعد نماز مغرب

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى مُحَبَّةً مِّنِّيْ وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِيْ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

سیدنا شیخ المشائخ پیارے اجان صاحب دام ظلکم العالیٰ خانقاہ عالیہ کے روشن صحن میں مع حاضرین مجلس جلوہ افروز تھے اور توحید کا بیان حاضرین سے مخاطب ہو کر بڑے جذبہ وشوق کے ساتھ فرما رہے تھے کہ اچانک ایک شخص تھانہ بھون کا حاضر خدمت ہوا، سردارِ اولیاء نے دریافت فرمایا۔ تم کون ہو کہاں سے آئے ہو؟ عرض کیا اس شخص نے حضرت آپ مجھے بھول جاتے ہیں جب بھی میں آتا ہوں اجنبی کی طرح اپنا تعارف کراتا ہوں، پیارے مرشد نے یہ سن کر فرمایا!

میں تمہیں کیوں یاد رکھوں! یاد کے لائق کافی ہے مجھے میرا پیارا رب، اللہ اللہ کر کے اس دل سے تم لوگوں یعنی اہل دنیا اور دنیا کو جنت دوزخ کو دور کیا ہے دل سے باہر نکال کھڑا کیا ہے۔ اب پھر مجھے کیا حاجت کہ میں تمہیں یا پھر کسی کو یاد کروں،

اللہ نے اپنے فضل وکرم سے مجھے دنیا اور اہل دنیا سے بھلا دیا، اس خدا کا لاکھ لاکھ بار شکر ہے کہ اس نے میرے دل سے مال، اولاد، بیوی، دنیا، اہل دنیا، آخرت ومافیہا کو باہر نکال کر پھینک دیا، اب دل میں کسی کی جگہ باقی نہیں، بجز خدا کے میرے دل سے سب کو اس طرح نکال دیا جیسے گولر کے اندر سے بھنگے نکل کر باہر ہو جاتے ہیں اور گولر بالکل صاف ستھرا ہو جاتا ہے اور اس نے میرے دل میں ایسی خوشبو بسائی ہے کہ آج کے بڑے بڑے مشائخ کو اس خوشبو کی ہوا نہیں۔ خدا کے احکام خدا کے فرمان کو اپنی عادتِ ثانی بنالو اور سلگا دو اپنے قلوب کو خدا کے پیار سے، جیسے اگر بتی سلگتی ہے اور خوشبو دیتی ہے پیار میں جلنے والے کی بھی ایسی مثال ہے چونکہ پیار ایک عجیب روشنی ہے، خوشبو ہے، اہلِ محبت خود خوشبو ہوتے ہیں اور وہ خدا کی مخلوق کو خوشبو پہنچاتے ہیں یعنی خدا کے پیار کی طرف بلاتے ہیں۔

صلی اللہ علیہ والہ وسلم

از قلم محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

☆☆☆

مجلس مبارک

۲؍ربیع الاول ۱۴۰۱ھ ۹؍جنوری ۱۹۸۱ء بروز جمعہ بعد نماز مغرب

نَحمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْم اَمَّا بَعْدُ

بعد مغرب تسبیح حسبِ معمول پڑھتے تھے کہ پانچ اجنبی شخص حاضر ہوئے۔ اجازت ہونے پر سہ دری میں داخل ہوئے اور دوزانوں ہو کر مؤدب انداز میں بیٹھ گئے۔ حضرت نے بیٹھنے پر دریافت فرمایا کہ کون ہو اور کہاں سے آئے ہو، پھر خود ہی فرمایا اچھا اچھا مَرحَبا مَرحَبا صَلِّی عَلٰی مُحَمَّدٍ وہ صاحب مسکرائے اور گردن جھکا لی، پھر آپ نے ان کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا الطرق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق کے کیا معنیٰ ہیں ان سب حضرات نے عرض کیا حضور ہی بیان فرمائیں۔ حکم شنیدن ہے گفتن نہیں۔

فرمایا خوب خوب تو سنو! اس کے معنیٰ مرے قلب میں یہ آتے ہیں کہ ہر ایک کے لئے ایک کام مقرر ہے اور وہی کام اس کے واسطے طریق موصل الی المطلوب ہے یعنی جس کام میں مشغول ہے وہی کام کرتے کرتے فنا ہو گیا، جہاں سے آیا تھا، وہیں پر جا پہونچے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ. پس کون ہے جو خلاف مرضی خدا کر سکے یعنی خدا نے واسطے عبادت کے پیدا کیا، اور وہ برخلاف کرے کہ نقش نقاشی کے خلاف نہیں کر سکتا، اس سے صاف ظاہر ہے کہ جو شخص جس کام میں ہے اس کے واسطے وہی عبادت ہے۔ پس جب سب کی چوٹی خدا کے ہاتھ میں ہے اور میرا پروردگار راہِ مستقیم پر ہے یعنی جس کے ہاتھ میں سب کی چوٹی ہے وہ راہِ راست پر ہے تو ظاہر ہے سب راہِ راست پر اور سب کا منتہیٰ حق تعالیٰ ہے وَاِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی آپ نے فرمایا سمجھ گئے انہوں نے کہا سمجھے ہیں مگر کچھ نہیں البتہ حیرانگی بڑھ گئی۔

فرمایا نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ یہ ہی تو نادر و نایاب ایک آئینہ ہے جس میں بندہ اور خدا تعالیٰ کا راز افشاں ہوتا ہے ایک بات یہ ہے کہ پاس کہوں تو پاس سے اور دور کہوں تو دور، جان انجان، جہان میں سب میں ہیں بھرپور، دور کہوں تو دور ہے اور پاس کہوں تو پاس، روم، روم میں رم رہی جُون پھولن میں باس۔

پس ہادی اور مرشد صرف تعلیم کر دیتا ہے ورنہ جو بات ہے وہ غلام اور جاہل سب کے لئے برابر ہے اور ہر ایک ذات میں موجود ہے سمجھ اپنی اپنی جدا ہے، کسی کو علم ہوتا ہے، اور کسی کو نہیں کوئی جلدی سمجھ جاتا ہے کوئی دیر سے سمجھتا ہے جیسے زمین میں پانی ہر جگہ ہے کہیں دور نکلتا ہے اور کہیں پاس۔

عزیزوں! فقیری ایک بات ہے کان میں کہنے کی یا تو انسان ادھر تھا یا ادھر ہو گیا۔ گویا کہ آگ میں پھونک ماردی نہ اس کیلئے وقت کی الجھن ہے اور نہ زمانہ درکار ہے نہ وظائف وغیرہ نا ہی آسان سمجھ اور نا ہی مشکل، یہ فقیری، لیکن ظرف قوی، اور شریف چاہیے۔ ذات قوم مذہب سب سے جدا مقام ہے۔ کروڑوں میں ایک کسی کو فقر حاصل ہوتا ہے اور جب حاصل ہو گیا پھر کسی طور سے زائل نہیں ہوتا۔ نہایت پائیدار اور بے زوال شے ہے۔ حالانکہ فقیر نہایت باشرع ہر طرف اور طرح پر ہوتا ہے۔

حق تعالیٰ کا عکسِ عظیم ہے فقیر کی مجلس عین مجلسِ خدا ہے فقیری کا حاصل کرنا اور بننا آسان بات نہیں ہے جب تک دین ودنیا کے تمام مقاصد مراتبِ مدارج کشف وکرامت سے الگ نہ ہو، اور نامرادی ناکامی کے لقّ ودق میدان میں قدم نہ رکھے۔ ترک نہ کرے فقیر کی ہوا بھی نہیں لگتی۔ بڑے بڑے ہوشیار اور علمائے فضیلت شعراء اور زاہد اور پرہیزگار، مدارج منازل اور مقامات کشف وکرامات پر فریفتہ ہوکر فقر سے محروم رہ جاتے ہیں اور اس کو معراج کمال سمجھ کر بیٹھ رہتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں تو فقیری مرید ہوتے ہی حاصل ہوجاتی ہے جہاں رنگین کپڑے پہنے اور حال کھیلا پھر تو کچھ شک وشبہ ہی باقی نہیں رہتا۔ پورے قطب، غوث اور شیخ وقت بن جاتے ہیں! خَیْرًا مِّنْ کُلِّ الْمَوْجُوْدَاتِ کا دم بھرنے لگتے ہیں۔

جب تک خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ کا مرتبہ حاصل نہ ہو، تب تک واصل بحق نہیں ہوتا۔ **الفقر سواد الوجه فی الدارین** ۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ہر ایک سے تحفہ طلب کرے گا پس جو **تطهیر القلب عن ماسوی** ۔ اللہ کا آئینہ پیش کرے گا جو قلبِ سلیم زنگار دونی سے صاف وپاک شفاف کیا ہوا پیش کرے گا۔ پسند اور قبول کرے گا۔ ورنہ شرم سے پانی پانی ہوجاتے ہیں!

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ ۔ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے دوست نے آئینہ پیش کیا تھا۔ حضرت کو آپ کے لئے آپ کو ہی پیش کرتا ہوں یعنی آئینہ۔ پس ایسے قلوب ایسے حالات فقیری اور توحیدی حضرات کو حاصل ہوتے ہیں باقی سب بہت دور اور محروم ہوتے ہیں، فقیری اللہ سے ہے، فقیری خدائی ہے۔ خدا کی ذات اور صفات کے لئے فقر لازم ولزوم ہے، اگر فقر اٹھالیا جائے تو کوئی سرزمین پر کافر مشرک منافق نہ رہے۔ اگر فقر نہ ہو تو کچھ قائم نہ رہے کل کائنات فنا ہوجائے۔

وہ خدا کب اور کیسا اور کہاں جو فقیر نہ ہو، فقر خدا سے جدا نہیں خدا فقر سے الگ نہیں فقر نَحْنُ اَقْرَبُ کی روح ہے فقر اللہ کا نام عظیم عصمت مآب ہے، فقر اسم اعظم کا جوہر ہے اور گنجِ خاص وعام ہے۔ جو سمجھے اس پر اللہ کا عظیم انعام واکرام ہے۔ بلکہ یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ہے۔

فقر ایک راز ہے، فقری نکتۂ توحید کا اسراء ہے، جو نہایت بُردبار باوقار ہے، فقیری شہنشاہیت ہے فقر اسلام کی روح ہے۔ اور روح کی روح ہے، یعنی باطن کی بوئے خوش۔ فقیری سے زمین اور آسمان اور جو کچھ اس میں ہے پوشیدہ ہے اور قائم ہے۔ فقیری سے عرش کی کرسی کو قرار ہے فقیری خدا کے لئے استوار ہے فقر کی بنا پر اللہ رحمان وحیم رازق ومتین، مقیم، مبین ومعین ہے، ستاریت لئے ہوئے ظاہر ہے۔ اظہارِ مثالیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو صفات مہ ذاتِ کبریائی لئے ہوئے فقیری تاج پر انمول ہیرا جڑا پہنے ہوئے وہی خاص الخاص نور کا جسم اطہر پھر اسی فقر سے روح کو باطن سے سجائے ہوئے محمد ہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جس کی دلیل ہے عید الفطر پر فرمایا تھا۔ الحمد للہ میرا فقر انتہاء کو پہونچا یہ ہی بول تو نادرِ اسرار ہے جس کو سمجھنا ہر ایک کو دشوار ہے۔

ارے بھئی! سمجھے! ہرگز نہیں سمجھ پاؤگے جب تک قلب میں سوزش نہ سلگ اٹھے محبت کی آگ سے تو جہنم کی آگ بھی راکھ بن جائے گی۔ محبت بڑے کام کی چیز ہے۔

دیکھ آئے نر سے نوری بن جانے والے عزیز بھائیوں! جو شخص اپنی بساط کے مطابق کمالِ توحید حاصل کرتا ہے حقیقت میں وہی اللہ تبارک وتعالیٰ پر فریفتہ بن جاتا ہے۔ اس سے زیادہ کوئی عشق ومحبت میں آگے پہونچ نہیں پاتا۔ چاہے وہ قطبِ عالم ہو۔ یا قطبِ ارشاد ہو۔ فقر توحید محبت ہر ولی کو حاصل نہیں ہوا، اور جس کو ہوا، اسی کا نام فردِ اعظم ہوا، صرف یہی ایک ہے جو انفرادیت کے میدان پر کھڑا کیا جاتا ہے، جو نہایت عجیب وغریب نادر، حسین نور کا مقام خاص ہے۔ جسے صرف

حضور سرورِ کونین ﷺ کو معراج میں اس مقام پر لا کر ستر ہزار حجابات زرّین کے
اندر قاب وقوسین سے کہیں زیادہ قریب کیا گیا۔اوران کی برکت اور طفیل میں ان کی
ہی امت کے فرد کو وہاں کھڑا کر کے حجابات اٹھا کر انس ومحبت کی شراب سے مست
بنا کر طور سینا کا منظر دکھلاتا ہے کیونکہ فرمان حضورا کرم ﷺ ہے کہ میری امت کے
ایسے افراد بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہوں گے تو پھر کون ہے جو شک کے زہریلے
دریا میں غوطہ لگائے۔اور بلاوجہ کمزوریٔ عقیدہ کا باعث بنے۔ ؎

نہیں تابِ شنیدن داستاں میری
خموشی گفتگو ہے بے زبانی ہے زباں میری

حضور سرور کائنات ﷺ نے فرمایا کہ میں غیور ہوں۔ مجھ سے زیادہ اللہ
غیرت رکھتا ہے۔ **یَآاَیُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّکَ بِرَبِّکَ الْکَرِیْمِ.** جو کوئی عبارت
میں توحید کی خبر دے وہ ملحد ہے۔اور جو کوئی اس کی طرف اشارہ کرے وہ دو خدا
مانتا ہے۔اور جو ایماء کرے وہ بت پرست ہے۔اور جو گمان کرے کہ میں اس تک
پہونچ گیا تو وہ بے حصول ہے۔توحید میں ہر ایک کو ایسی باتیں نہ کرنا چاہیے ٹھیک
نہیں بس قرآن کریم اور سنتِ ﷺ کے طریقہ پر توحید کو اختیار کرے،صرف مجھ نا
بکار کو چھوڑ کر ہر شخص پر لازم ہے کہ ایسی گفتگو سے بچے کیونکہ بہت سے لوگ سن سنا کر
گمراہ اور ملحد بن جاتے ہیں اور واہی تباہی بکنے لگتے ہیں۔

حالانکہ قطعاً بے خبر، نابلد اور غافل ہیں،ایسی باتیں شمشیر بے نیام ہیں۔راہِ
سلوک کی انتہائی گہرائی سے گزرنیکے بعد بہت بعد بے حد بعد کا کلام ہے **نَعُوْذُ
بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا** ۔صراط مستقیم صرف وہی ہے جو
کلام الٰہی اور حدیث سے بظاہر ثابت ہے۔پس ہر کلام کو معیارِ قرآن وسنت پر جانچ
لینا بہت ضروری ہے۔یہ ہی طریقہ کار علماء کرام اور بزرگانِ دین کا رہا ہے اور بس۔

آؤ نوجوانو! غور سے سنو،لوگوں کے عقائد تین قسم کے ہوتے ہیں۔ایک فرقہ کہتا ہے
جو کچھ ہے خدا ہی کے اختیار سے ہے بندہ کا کچھ اختیار نہیں۔

دوسرے فرقہ کا یوں خیال ہے کہ کچھ تو بندہ کا اختیار ہے باقی خدا کا، تیسرا
گروہ قائل ہے کہ نیکی خدا کی طرف سے ہے۔اور بدی اپنی طرف سے مگر اصل میں
محض جھوٹ ہے۔جو کچھ ہے اسی کی طرف سے ہے۔ بھلا شیطان کو کس نے پیدا کیا
اور اس کو تعلیم کس نے دی۔اور پیغمبر خدا کو کس نے پیدا کیا اور کس نے تعلیم کی کسی کو
مذلی کی تعلیم دی۔اور کسی کو شان معزی کی تعلیم فرمائی استاذ دونوں کا ایک ہے پس یہ
امر تقدیر الٰہی سے وابستہ ہے۔**لَاتَتَحَرَّکُ ذَرَّۃٌ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ۔**

اگر انسان غور کرے تو سب کچھ اپنے آپ میں موجود ہے۔کیونکہ رازِ بطون
نہ کسی پر ختم ہوا اور نہ ہوگا۔

وَلَا رَطْبٌ وَلَا یَابِسٌ اِلَّا فِیْ کِتَابٍ مُّبِیْنٍ کتاب مبین سے مراد جسم
انسان ہے اللہ تعالیٰ نے جسم انسان میں دونوں جہان پیدا کر دیئے یہ کیا کم ہے جو
دوسری جگہ جائیں۔اور ڈھونڈ بھال کریں۔ **جَلَّ جَلَالُہٗ عَمَّا نَوَالُہٗ**۔اذان عشاء کی
ہونے پر فرمایا کافیا کافی است آگے در دِسر سمجھ،شعور عقل سلیم فہیم کے لئے عمل نجات
رضائے الٰہی خوب در خوب اور خدا ہی خوب تر ہے۔

بس وہ اجنبی جوان بعد سلام مصافحہ کر کے چلے گئے اور ہم سب مسجد میں
پہونچ گئے بعد نماز ہم نے معلوم کیا یہ کون تھے حضرت نے فرمایا۔ میں کیا جانوں،
کون تھے تمہارے سامنے ہی رہا باتیں ہوئیں۔اور سن کر چلے گئے۔

ہم نے عرض کیا مرحباء اچھا اچھا کیوں فرمایا آپ نے سخت لہجہ میں فرمایا جاؤ
جاؤ اپنا کام کرو۔واللہ اعلم بالصواب۔

راقم الحروف ''مزمل وقاعی''

مجلس مبارک

مظفر نگر میں ۱۱ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ مطابق ۱۷ جنوری ۸۱ء بروز ہفتہ
بعد نماز عشاء حضرت شیخ الحاج محمد مصطفیٰ کامل قلندر مدظلہ نے ایک جلسہ میں فرمایا

نَحمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمُ

اللہ تعالیٰ اپنے کلام میں فرماتا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ میں نے انسان کو بہتر تقویم اور اسکیم سے پیدا کیا ہے میں نے اپنی صورت پر بنایا ہے اللہ تعالیٰ ہماری صورت کا نہیں ہے وہ بے مثل ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اپنی نہایت پسندیدہ اسکیم پر تقویم فرمایا، پیدا کیا جتنی مخلوق ہیں، ان کی طرح طرح کی شکل پر بنائی ہیں، ایسے ہی فرشتے کوئی فرشتہ گھوڑے کی شکل وصورت پر سانپ کی صورت پر غرضیکہ ہر شکل وصورت کا بنایا کسی کا آدھا جسم برف کا اور آدھا جسم آگ کا ہے لیکن جب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو فرشتے دیکھ کر حیرت کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے حسن وجمال اور نور کو دیکھ کر دانتوں میں انگلی دبا کر تعجب کرتے تھے، کیونکہ سو میں سے ننا وے درجہ کا حسن آدم علیہ السلام کو عطا کیا اور ایک حصہ میں سے سوواں حصہ تمام

عالم میں تقسیم کیا سوویں میں سو درجہ کئے اس میں سے ننا وے حضرت یوسف علیہ السلام کو عطاء فرمایا ایک درجہ تمام دنیا کے لوگوں میں تقسیم کیا، پھر شرافت وکرامت کا تاج پہنایا اسی لئے انسان اشرف المخلوقات کے لقب سے پکارا جاتا ہے۔ اور پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو ایک ہاتھ سے بنایا انسان کو دونوں ہاتھ سے بنایا یعنی پوری توجہ اور محبت اور خصوصیت سے نوازا۔

اللہ تعالیٰ سراپا ہاتھ ہے دستِ قدرت ہے، ارشاد فرماتا ہے: اے لعین کون چیز تیرے مانع آئی یعنی روکا جو تو نے سجدہ نہ کیا جب کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے بنایا؟ تو انسان کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے انس پکڑنے والا صرف آدمی ہی ہے جس کو انس دیا گیا۔ اور کسی مخلوق کو انس عطا نہیں کیا۔ انسان بنا کر مراتب اور مدارج پر فائز فرمایا کسی فرشتے کو نبی یا ولی نہیں بنایا کسی اور کو ستر ہزار حجابات کے اندر حاضر نہیں فرمایا بجز انسان کے وہ بھی تمام انسانوں کے سردار محمد ﷺ کو اگرچہ اولیاء کو ستر ہزار حجابات اٹھا کر مشاہدہ کراتا ہے روحانی اعتبار سے، مگر کسی اور مخلوق کو چاہے فرشتہ ہو پردہ اٹھا کر دیدار نہیں کراتا نہ کرایا نہ کرائے گا یہ طاقت تو زمین کی مٹی کو ہی حاصل ہے کہ ہر شے بری بھلی کو جذب کرے، چھپالے کھپالے۔

اب غور کرو انسان کو کب روا ہے جو غیر کے سامنے جھکے مگر یہ نادان آدمی سورج چاند، بتوں، قبروں کے آگے جھک جاتے ہیں۔ اگر پوجنے کے لائق ہوتا تو آدمی ہی ہوتا آدمی انسان کے آگے ہی جھکتا، کیونکہ یہ تمام مخلوق پر افضل ہے، یہ کس قدر بے وقوفی کی بات ہے کہ اپنے سے کمتر کے آگے جھکے بس پوجنے کے اور عبادت کے لائق اللہ تعالیٰ ہے غیرت کے تقاضوں سے دور ہے جو غیر اللہ کے سامنے جھکے۔

کیا کوئی یہ گوارا کرسکتا کہ اس کی بیوی دوسرے مرد سے پیار کرائے بغل گیر ہوجائے۔ زنا کرلے اگر اس پر شوہر کو ناگوار ہوا اور غصہ غضب بے حد ہو تو سمجھ لو اللہ

تبارک وتعالیٰ کے سامنے اس کی سرزمین پر اس کا رزق کھاتے ہوئے اور اس کی ملک میں رہتے ہوئے غیر کے آگے جھکنا سجدہ کرنا اور پوجنا کب گوارا کرسکتا ہے کس قدر غصہ کا کام ہے، کیسے شرک کو پسند کرسکتا ہے اللہ تبارک تعالیٰ نہایت غیرت رکھنے والا ہے اور نہایت غیور ہے۔

بس تقویٰ پرہیزگاری ہر بالغ مرد وعورت پر فرض ہے اس کو اختیار کرو، حرام کھانے والے جھوٹ بولنے والے مومن کو ستانے والے لعنت والے لوگ ہیں لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ مُنَافِقِيْنَ مُشْرِكِيْنَ، قَاتِلِيْنَ، كَافِرِيْنَ، ظَالِمِيْنَ ان سب کو لعنتی فرمایا۔ اور لعنتی کا مقام جہنم ہے، آدم کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا اپنی بہن عنق سے نکاح کیا جو شرع کے موافق حرام تھا زنا تھا۔ اسی کی اولاد سے یاجوج ماجوج کی نسل چل رہی ہے۔ (واللہ اعلم)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’اے آدم! تو نے میری نافرمانی کی تھی باوجود منع کرنے کے گندم کھایا اور پھر اپنی بیوی حوّا سے محبت کی اس نطفہ سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ تو تیری اور میری نافرمانی ہی کرے گا اگر تمہارے کپڑے اور جسم ناپاک ہو اور وضو نہ ہو تو تم لوگ قرآن پاک کو ہاتھ لگا سکتے ہو یا مسجد میں داخل ہو سکتے ہو؟ ہرگز نہیں جب حرام کھایا جسم کا خون ناپاک بن گیا تو جنت میں پھر کیسے داخل ہو سکتے ہو؟ جب تک غسل خانہ میں پاک نہ ہو جاؤ گے تو ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے آخرت میں ایک غسل خانہ تیار کر رکھا ہے جس کا نام دوزخ ہے جہنم ہے اس میں پاک ہونا پڑے گا۔ کیا تم طاقت رکھتے ہو جلنے اور تڑپنے کی؟ وہاں تو موت بھی نہ آئے گی۔

اس لئے توبہ کرلو آج استغفار کرلو تاکہ وہاں کے غذاب سے بچ سکو، اگر دوزخی کے پسینہ کا ایک قطرہ سمندر میں گر جائے تو پوری دنیا کے آدمی اور سب جاندار بناتات جمادات اس کی گرمی اور بدبو سے مرجائیں کچھ باقی نہ رہے تو پھر پرہیز

گاری کو اختیار کرو۔ حرام کھانے کمانے کے بہت طریقے ہیں غور سے سنو! دھوکہ دینا جھوٹ بولنا اور کمانا اپنے کو بزرگ، صوفی، عالم، نیک، پیر بنا کر دکھلا کر کمانا، اپنے مال کے عیب کو چھپا کر بیچنا، اپنے مال میں کسی طرح کی ملاوٹ کرنا، اپنے کو غریب دکھلانا دین کا ڈھونگ رچا کر کمانا، قرآن پڑھ کر وعظ بیان کر کے تراویح میں قرآن سنا کر اپنے کو بزرگ سمجھ کر ہدیہ نذرانہ لینا، بزرگی علم ومعرفت کو وسیلہ بنا کر دام کم کرانا، سودے میں جھوٹ بول کر چند جمع کرنا، زکوٰۃ، فطرہ، صدقہ کو گڑھ مڑھ کر تملیک کرنا، حالانکہ تملیک کا موجودہ طریقہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینا ہے، اپنے مقروض کے گھر کھانا، کسی کے ساتھ بن بلائے جا کر کھانا۔

بھاتی، تیجہ، چالیسواں کا کھانا، غیر اللہ کے نام کا کھانا۔ رشوت سٹہ اور بیاج کا کھانا بغیر بسم اللہ پڑھے کھانا، بلا شرعی عذر کے وقف کا مال کھانا یہ سب کے سب حرام کے دائرہ میں ہیں۔ ایسے کھانے سے دل سیاہ، اندھا اور بے حس ہو جاتا ہے یہ سب دنیا اور آخرت کا خسارہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دھوکہ دینے والا ہم میں سے نہیں ہے یعنی مسلمان نہیں ہے، وہ اپنا خدا اور رسول دوسرا ڈھونڈ لے پس پورا قرآن اور حدیث تقویٰ تقویٰ پکارتا ہے۔ ہٹو بچو، سچ حق کی طرف آؤ جھوٹ اور باطل سے بچو اور پھر کسی بات پر بار بار اس قدر اصرار نہیں۔

میرا بندہ متقی، میرا پیارا بندہ متقی، میرا بندہ حقیقی متقی میرا خاص بندہ متقی، میرا خاص الخاص بندہ متقی، اس کے سواء اور کسی عمل کو اتنا نہیں سراہا اگر اس کے خلاف ہے تو نمک حرام احسان فراموش ہے، بے حیاء ہے، ایمان اور حیا دو جڑواں بھائیوں کے مانند ہے ایک جائیگا تو دوسرا بھی جائیگا، حقیقت میں عبادت کا مغز حلال کھانا ہی ہے۔ بس اختیار کرو سچ کو اور کسی مومن کو مت ستاؤ کہ کچھ مقبول نہ ہوگا اگرچہ فرائض ہوں کلمہ اور توبہ بھی قبول نہیں ہوتے جب تک مومن کو راضی نہ کرے یا معاف نہ

کرائے، ایک مولوی صاحب نے سوال کیا کہ حضرت صابر علیہ الرحمۃ کو جب کوئی پکارتا تو گھبرا کر آنکھ کھولتے تھے اور پوچھتے تھے کہ کیا قیامت آ گئی، یہ کیا وجہ تھی کہ اس قدر خوف غالب تھا آپ نے فرمایا تصفیہ ماسواء اللہ سے پہلے استغراق وارد ہو گیا تھا۔ ورنہ قیامت یاد نہ رہتی۔ ایک درویش نما شخص بعد مغرب آیا سلام کر کے ہونق دیکھنے اور تکنے لگا پھر بولا۔

حضرت جی! کچھ معلوم کرنا مانگتا ہوں، حضرت نے فرمایا ضرور ضرور پوچھو! وہ درویش بولا حضرت جی! کفر اور اسلام میں کچھ فرق ہے، فرمایا کچھ نہیں، دونوں شانیں سرکاری ہیں، اندھیرے اور اجالے کا سا حال ہے پھر بولا آپ کس طریقہ پر ہو، فرمایا کسی میں بھی نہیں، سردی میں دھوپ اچھی لگتی ہے، گرمی میں چھاؤں بھلی معلوم ہوتی ہے ویسے کلمہ توحید اور رسالت پر یقین، عین الیقین باطن کا حال خدا جانے کوئی کہے کہ اس کے اندر خدا ہے کوئی کہتا ہے شیطان اور نفس بھی ہے اگر خدا ہے تو ان دونوں کا گذر کب ہو سکتا ہے۔ ہاں اگر خدام کی طرح رہیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ وہ درویش اٹھا اور آ کر مصافحہ کیا اور قدموں پر سر رکھنے کو تھا کہ حضرت نے اس کے سر کو اپنے سینے سے لگا لیا وہ روتا تھا ہائے رب یا رب کرتا تھا پھر حضرت نے اس کو ایک کپڑا دیا اور سو کا نوٹ دیا اس نے وہ کپڑا اپنی انکھوں سے لگایا اور یک لخت چلا گیا اور پتہ نہ چلا اور نہ ہی حضرت نے بتلایا کہ وہ کون تھا۔

بیان کے ختم ہونے پر ایک شخص نے سوال کیا حضرت آپ نے کہاں تعلیم حاصل کی فرمایا کہ مدرسۃ الہام الاسلام کا میں طالب علم ہوں پھر پوچھا کہ کہاں ہے یہ مدرسہ اور کیا معنیٰ ہیں اس کے، جواب دیا، یہ مدرسہ قرآن کریم کے زیر سایہ ہے، اور اس مدرسہ کا مالک اللہ تعالیٰ ہے اور محدث مہتمم معلم اعظم حضور ﷺ ہیں۔ اس کے معنیٰ یوں ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی آواز پر سرِ تسلیم خم اللہ تبارک تعالیٰ کی نداء پر فریفتہ

ہو کر قربان ہو جانا اللہ کے فرمان پر سجدہ ریز ہو جانا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کو سنکر بے دلیل مان لینا۔ اللہ کی شریعت اور طریقت میں مٹ کر فنا ہو جانا۔ اللہ کی شریعت کو تہِ دل سے قبول کرنا۔ اللہ کی ذات وصفات کے اثرات کو جذب کر لینا قرآن اور سنت کا عمل طبیعت ثانیہ ہو جنا۔ اور بہت سے معنی ہیں جو قلب اور روح اور باطن سے متعلق ہیں جو تم سمجھ نہیں سکتے۔ اور میں قوتِ گویائی نہیں رکھتا جو بتلاؤں۔

بس اتنا سمجھو کہ اس مدرسہ کے اول طالب علم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جو آخری سانس تک علوم حاصل کرتے فرماتے معلوم تک پہونچ گئے یعنی جو عین علم ہے؟ اللہ؟؟۔

راقم الحروف مزمل وقاعی

☆☆☆

مجلس مبارک

۲۵ محرم ۱۴۰۶ھ بروز جمعہ، ۱۳؍۱۰؍اکتوبر ۱۹۸۶ء

نَحمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمُ اَمَّا بَعْدُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَلاَ تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰی مَا مَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

بعد نماز جمعہ سنت ونوافل سے فارغ ہوئے۔ اور سہ دری میں تشریف فرما ہوئے۔ بیس سے زائد حاضرین موجود تھے ایک صاحب نے دریافت کیا۔

حضرت جی! سعادت مندی اور نیک بختی کی کچھ علامات ارشاد فرما دیں۔

سکوت فرما کر پیشانی پر شہادت کی انگلی رکھی اور گویا ہوئے۔

”اس میں اللہ کا نور چمکتا ہے، اور جھکاؤ عاجزانہ طور پر، انسان کے لئے سعادت اور نیک بختی کی تین علامات ہیں۔

نمبر ایک یہ کہ جوں جوں اس کی عمر زیادہ ہو حرص کم ہوتی جائے۔

نمبر دو یہ کہ جوں جوں مال میں زیادتی ہو اور اس کی سخاوت بڑھتی جائے۔

اور نمبر تین یہ کہ جوں جوں اس کی قدر ومنزلت اور عزت لوگوں میں بڑھتی جائے

اپنے نفس میں اس کی تواضع بڑھتی جائے۔ نیک بخت اس وقت بنتا ہے جب سنت کا اتباع کرے گا۔ پھر سعادت حاصل ہوگی۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفتِ طاہری کا عکس محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑا وہ آج تک دائم اور قائم ہے تو جو بھی آپ کی پیروی کرے گا اس پر حضور کی طاہری اور پاکیزگی کا عکس پڑے گا بس نیکی کے انوار اس کو سعید یعنی سعادت مند بنا دیں گے۔ اور وہ بدبختی سے دور بہت دور ہو جائیگا بغیر نیکی کے کسی قسم کی سعادت کا حاصل ہونا ناممکن ہے، اور اے شخص سن! جس نے سعادت حاصل کی خدمت سے کی، کیونکہ دین اور دنیا کی نعمت مشائخ اور پیروں کی خدمت سے حاصل ہوتی ہے۔

حضرت خواجہ عبدالقادر جیلانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک بوڑھا حاضر ہوا، اور دنیا کی تکلیف کی شکایت کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا کیوں نہ جوانی میں کسی اللہ والے کی یا پیر ومرشد کی خدمت کی جو آج آرام اٹھاتا، جا اب یوں ہی تڑپتا پھرتا رہ۔

سعادت مند آدمی وہ ہے جس کا دل دنیا سے نفرت کرتا ہو سرد ہو گیا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ سے محبت و پیار کرتے ہوئے گرم ہو گیا ہو اللہ تعالیٰ کی پہچان سے آدمی سعادت مند بن جاتا ہے اور پھر وہ اسکی عبادت میں لگ جاتا ہے تمام سعادتوں کی سرداری یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کو اپنا تابعدار بنائے۔ آدمی کی سعادت اس میں ہے کہ وہ فرشتہ صفت ہو جائے کیونکہ وہ فرشتوں کا ہی گوہر یعنی ایک موتی ہے اپنے والدین کی رضا مندی سب کام پر مقدم رکھنا چاہیے۔ یہی اولاد کی سعادت مندی ہے۔

جو بھی عمل تجھ کو خدا سے غافل بنا دے وہی دنیا ہے وہ ہی گناہ ہے بدبختی ہے جو چیز تجھ کو اللہ تعالیٰ سے غافل کر دے مانع ہو جائے وہ ہی تیرا بت ہے معبود ہے۔ دل انسان کے جسم میں بادشاہ ہے۔ دل ارادہ کیلئے دماغ وزیر ہے تدبیر کیلئے اور ہاتھ پیر عمل کے لئے ہیں جس دل میں اللہ سے محبت پیار نہیں وہ ہی برباد ہے بدبخت ہے جب دل دنیا کی محبت سے خالی ہو جاتا ہے تب اس میں حکمت اور نور پیدا ہو جاتا ہے۔

نیک صحبت میں بیٹھنا نیک بختی اور سعادت ہے نیک کام کرنے سے زیادہ افضل ہے تین قسم کے لوگوں سے پرہیز کرو، غافل علماء مداہنت کرنیوالے مغلین سے (یعنی چشم پوشی کرنے والے) اور کاہل سست درویش سے جو علم دین کے فرائض سے پہلے مجاہدات اور نفلی عبادات میں لگ جائے، یہ اقوال حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں۔ بدعت شیطان کی ایجاد ہے، بدعت اسکو کہتے ہیں جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے نہ کیا ہو جو جو جس طرح پر آپ نے عمل کیا کر کے دکھایا سکھلایا پڑھایا اسکو سنت کہتے ہیں جو بدعتی کی صحبت میں بیٹھتا ہے اس سے سنت کا نور چھین لیا جاتا ہے جو بدعتی سے لپٹتا ہے اس سے ایمان کا نور چھین لیا جاتا ہے، اصل خطرناک بدعتی وہ لوگ ہیں جو اصحاب رسول اللہ ﷺ پر تبرہ بھیجتے ہیں بغض رکھتے ہیں یہ فرمان یہ قول حضرت سہیل تستری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے شیخ کی صحبت سعادت اور نیکی ہے کیمیا ہے، مانندِ سرخ گندھک ہے اسکی نظر دوا ہے، اسکی بات شفاء ہے اللہ تعالیٰ کی عادت یونہی جاری ہے کہ اپنے بندوں کو مرشد کے وسیلے سے ہدایت کریں اور جس کو مرشد نہیں ملتا اسکو گمراہ کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُّرْشِدًا مرشد کو اختیار کرنا اشد ضروری ہے، عالم کا سلوک پورا نہیں ہوتا نہ ہی ہوسکتا ہے جب تک کسی رفیق صالح یا شیخ ناصح کی صحبت میں باادب رہ کر اپنی طبیعت اور مزاجِ نفس کا تزکیہ حتی کہ ماسوا کا تزکیہ نہ کرلے یہ بھی سعادت نیکی اصل ہے شیخ یا پیر کی صحبت میں رہ کر شہوات مغلوب ہوکر فرشتہ کے اوصاف پیدا ہوجاتے ہیں۔ اگر کسی شیخ کی صحبت میں دنیا سے نفرت اور عقبیٰ سے رغبت ہوتی ہو تو یہ شیخ کامل کی علامات ہیں، یہ ہی نیکی اور سعادت ہے، اے لوگو! سنو! بدبخت اور شقی وہ لوگ ہیں جن کو کبھی ہدایت نصیب نہ ہوگی جو اہل اللہ سے بغض رکھتے اور اعتراض وتنقید اور تنقیص کرتے ہیں بدزبانی

بدگمانی اور بدعنوانی کرتے ہیں۔ اور گستاخی، بے ادبی اور طعن کرتے ہیں ان کا سوئے خاتمے کا اندیشہ ہے بلکہ یہاں تک فرمایا بزرگان دین نے کہ اگر بے ادبی سے خدمت کرتا ہے تو اس کا خاتمہ خراب ہوتا ہے، دنیا میں بھی انجام دردناک ہے۔ اور ہلاک ہوجاتا ہے۔ یہ اقوال ہیں حضرات مشائخ عظام کے مثلاً شیخ مدین رحمۃ اللہ علیہ، شیخ عبداللہ قرشی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الاسلام ہردی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ، بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ، ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ، بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔ یادرکھو جب قلب اللہ تعالیٰ سے معاذ اللہ اعتراض کرنے کا عادی ہوجاتا ہے تو اس کے ساتھ یہ بھی ہے کہ اولیاء کرام کی برائی اور دشمنی کرنے لگتا ہے یہ سب علامتیں بدبختی اور شقاوت کی ہیں اللہ رب العزت ہم سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ (آمین ثم آمین)

پیٹ بھر کھانا نصف عبادت ہے، اور کم کھانا پوری عبادت ہے، یہ حضور کا فرمان کیمیائے سعادت میں ہے، اس سے بڑھ کر کوئی سعادت نہیں کہ بھوکوں کو کھانا کھلائے اور ان کو آرام دیکر دل راضی کیا جائے یہ قول حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ پیر شیخ یا مرشد سے آگے چلنا نہ چاہئے تین قدم پیچھے رہنا چاہیے ورنہ بدبختی پھیلنا شروع کردے گی اور نہ ہی اپنا سایہ مرشد پر ڈالے بلکہ پیر کے سائے میں رہنا خوش بختی ہے۔ یہ فرمان جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ہیں پیر سے ہر کسی کام میں پہل کرنا عذاب الٰہی آنیکا خطرہ ہے کیونکہ ایک بار کسی شخص نے حضور ﷺ سے پہلے جلدی سامنے آکر ایک دم سلام کرلیا تو آپنے جواب نہ دیا اور فرمایا کہ تو اللہ کے رسول سے پہل کرتا ہے اب یہ مشائخ حضرات پیر مرشد حضور ہی کے تو پیش دست ہیں خبردار اولیاء اللہ سے بغض رکھنا زہر قاتل ہے، ان پر طعن کرنا ہمیشہ کی مایوسی کا باعث ہے، اور دین و دنیا کا برباد ہوجانا مسلم بات ہے، اولیاء درویشوں کے پاس کوئی لاٹھی ڈنڈا نہیں ہوتا۔ جس سے ماریں بلکہ ان کا دل مکدر ہوجاتا ہے، دین

کی بربادی کا سبب ہو جاتا ہے۔ تمام انبیاء اولیاء نے دنیا کو ترک کیا ہے، بیزاری ظاہر کی ہے، پھر جو شخص ان کی خلاف ورزی کرے وہ کیونکر مسلمان ہو سکتا ہے۔ خوب سمجھ لو! یادِ الٰہی سے غافل رہنے کا نام دنیا ہے اور دنیا کی محبت زہر قاتل ہے، جو بچتا ہے وہی نیک اور سعادت مند ہے، پیر کی تابعداری اللہ اور رسول ﷺ کی تابعداری ہے، حضور ﷺ، جب تک شیخ کی تابعداری نہ حاصل ہو تب تک اللہ کی تابعداری سیکھ ہی نہیں سکتا بندہ کا بندہ بنے بغیر بندگی کا حقیقی راز معلوم ہونا نہ ممکن ہے بہت سے لوگ بیعت کے منکر ہیں یہ غلط گمان ہے حضور ﷺ نے ایمان پر توحید پر جنگ پر وفا پر عہد پر غرض طرح طرح پر بیعت لی ہے یعنی زبان سے اقرار کرانا دل کا بھید خدا جانے اور گواہ بنانا اللہ کے نیک صالح بندوں کو کہ میں توبہ کر کے اچھے اعمال کرونگا، سب سے پہلے مرشدین باپ اور ماں ہے پھر قرآن وحدیث پڑھانیوالا استاد ہے پھر روحانیت پر راہِ سلوک طے کرانے والے پیر یا شیخ ہے، ماں باپ کا احترام قرآن پاک میں کسقدر واضح ہے۔

پھر روحانیت میں چلانیوالے کا یقیناً کس مقام کا ادب واحترام ہونا لازم ہوگا جبکہ پیر کی تابعداری اللہ اور سول ﷺ کی تابعداری ہے ان معاملات پر نظر اور عقل و ادراک کی پرواز بلند کرتے ہوئے سوچیں، حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں خبردار کبھی پیر کی طرف پشت مت کرنا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو دوزخ کے عذاب سے بچائے۔ آمین اور نیک عمل کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ (راقم الحروف، مزمل وقاعی عفی عنہ)

☆☆☆

مجلس مبارک

۴/ جمادی الاول ۱۴۰۰ھ ۲۵/ مارچ ۱۹۸۰ء بعد نماز ظہر دو بجے

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْد

دارالعلوم دیوبند کے صد سالہ جلسہ کے لوگوں کا آج بھی تانتا بندھا رہا۔ کابل سے آئے ایک صاحب نے عرض کیا۔ حضرت دعا فرماؤ ہمارے لئے یہ سنکر فوراً دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور ﷺ پڑھ کر دعا شروع کی۔ اے اللہ اے تمام جہانوں کے پالنے والے رب اے غفار کریم مطلق تو دیکھتا ہے کہ ہم ضعیف کمزور وناتواں ہیں عاجز بیچارہ ہیں مصائب اور بلاؤں میں رنج وغم میں گھرے ہیں اور تجھ کو پکارتے ہیں اے قادر مطلق سن ہماری فریاد، تیرے سوا کون ہے جو ہماری فریاد سنے اور ہم کہاں جائیں کس کے سامنے دامن پساریں تو ارحم الراحمین ہے اور ہم تیرے حبیب رحمت اللعالمین کے امت مرحوم ہیں پھر کس لئے مغموم ہیں؟ اگر ہم برے ہیں اور تو برائی کا بدلہ برائی سے دے تو یہ تیری شایان شان سے بعید ہے۔ جب کہ تیرا حبیب ﷺ بدی کا بدلہ نیکی سے دیتا تھا اور تو تو کہیں زیادہ رحیم وکریم اور غفور الرحیم ہے یہ غریب الوطن مسافر حالانکہ ہم سب ہی مسافر ہیں دنیا سے کوچ کرنے والے ہیں مگر

اے رب ان پر رحم فرما آسانی فرما عافیت وآرام، دارین کی نوازش فرما، اور حفاظت فرما شیر خوار بچے کی مانند جیسے ماں کرتی ہے اگر چہ بچہ اپنی ماں سے اسقدر باخبر نہیں ہوتا بھلا بندا تیرا کس طرح احاطہ کرسکتا ہے۔ اے اللہ تو اپنے عظیم کبیر پوشیدہ نام کے صدقہ سے جھٹ پٹ قبول کرتا ہے اور عطا کرتا ہے سو قبول کرا ور عطا فرمادے۔ تو بڑا رحم والا امین ہے۔ دعا کے وقت تمام حاضرین زار وقطار ہڑکی سبکی سے رو رہے تھے۔ راقم الحروف نے دس سال کے عرصہ میں اس قدر تاثرات نہ دیکھے تھے۔

پھر کابل کے ایک دوسرے مہمان نے عرض کیا حضرت یہ وقت سخت آزمائش کا ہم پر ہی نہیں بلکہ تمام مسلمانوں پر گزر رہا ہے مگر ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی ہمدردی نہیں رہی۔ یہی وجہ کہ ہم پریشان ہیں حیران ہیں افسوس ہے مگر آج آپ کی زیارت وملاقات سے قلب پر یہ تاثر ہو رہا ہے کہ گویا ہم نبی محمد ﷺ کے دربار میں حاضر ہیں اور ان کا کلام سن رہے ہیں اور ویسا ہی سکوت اور وقار ہے رعب ہے۔ (واللہ اعلم)

فرمایا حضرت نے اے مزل وقاعی ہوشیار بن، نوٹ کرلے جس قدر ممکن ہو۔

حضرت نے سنکر آہ سرد بھری اور فرمایا۔

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر امت کے لئے ایک آزمائش ہے اور میری امت کی آزمائش مال ہے تا کہ جانچا جاسکے کون ہمارا تابع دار ہے اور کون نمک حرام ہے اور کون عاشق زار ہے۔ رہی ہمدردی تو بھائیو! جس کے دل میں خوف خدا نہ ہو محبت نہ ہو شرم نہ ہو وہ دل تو برباد ہے برباد، قطعاً، واللہ، حضور ﷺ نے تین بار یہی فرمایا کہ دین خلوص اور خیر خواہی کا نام ہے اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کس کی خیر خواہی کا نام دین ہے حضرت نے فرمایا اللہ کی ...... خیر خواہی اس کے رسول کی خیر خواہی اور اس کی کتاب قرآن کی خیر خواہی مسلمین کے

حکام اور تمام مسلمانوں کی۔ اللہ کی خیر خواہی یہ کہ اس پر ایمان لائے اور اس کے دین میں کجروی نہ کرے عمل کو ریا سے خالص کرے اس کے حکموں پر اچھی طرح عمل کرے۔ نافرمانی سے بچے۔ اس کے رسول ﷺ کی خیر خواہی یہ کہ اس کی تصدیق کرے اور سنت پر چلے اور بدعت سے بچے۔

قرآن کی خیر خواہی یہ کہ اس کے حروف کو اچھی طرح ادا کرے کمال تعظیم سے پڑھے اس کے مطالب پر غور کرے محکم پر عمل کرے متشابہ پر ایمان لاوے اس پر اعتراض نہ کرے کرنے والوں کی مدافعت کرے۔ مسلمین کے حکام یعنی امام حضرات کی خیر خواہی یہ کہ شرع کے موافق ان کی اطاعت کرے ان کی مخالفت سے بچے۔ اور مسلمانوں کی خیر خواہی یہ کہ مقدور بھر ان کو فائدہ پہنچائے ان کو رنج نہ دے نیک کام سکھلائے بدکام سے روکے ان کے واسطے وہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہو۔

بوڑھے مسلمانوں کی توقیر عزت کرنا خدا کی تعظیم میں سے ہے۔ نماز، روزہ، صدقہ سے افضل صلح کرانا دو میں کہیں زیادہ بہتر ہے یعنی نفلی عبادات میں فساد ڈالنا دین کی جڑ اکھاڑنا ہے۔ بیاجوں کا بڑا بیاج زبان درازی ہے مسلمان کی آبرو میں ناحق غیبت کرنا، گالی دینا، ایک سال تک اگر نہ بولے نہ ملاقات کرے تو گویا قتل کیا ہے۔ اللہ فرماتا ہے ذاتی بزرگی میری چادر ہے صفاتی بزرگی میرا تہبند ہے۔ یعنی کبریائی اور عظمت اللہ کو خاص ہیں جس سے بزرگ تر کوئی نہیں۔ آدمیت اور بندگی ادب کا نام ہے اور بے ادبی شیطان کا کام ہے بقول شاعر ؎

بندگی نبود بجز عجز وادب
بے ادب محروم شد از فضل رب

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں ایسا نہیں ہوں کہ ہر دانا کے کلام کو قبول کرلوں گا، سکوت کو حمد تعظیم کردیتا ہوں اگر چہ وہ کچھ نہ بولے اس کا قصد اور خواہش میری

طاعت میں ہو یعنی نیت واخلاص پر مدار ہے۔ اللہ جب کسی بندہ کو دوست رکھتا ہے تو دنیا کو روکتا ہے جیسے طبیب بیمار کو۔

اللہ کے بندے اچھے وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آئے۔ برے بندے وہ ہیں جو چغلی کرتے پھریں نیک لوگوں پر تہمت دھریں جوان میں نہ ہو۔ ماں باپ کو گالی دینا یا مارنا اور قطع تعلق قرابت کرنا باغی ہو جانا ان کو دونوں جہان میں عذاب دیا جائے گا۔ آخیر زمانہ میں یہ حال ہوگا۔ ظاہر میں بھائی باطن میں دشمن ہوں گے کھلی منافقت ہوگی۔ یاد رکھو! منافق دوزخی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے دوستو میں سے میرے نزدیک رشک کے لائق وہ مومن ہے جو سبکار ہو مال وعیال کم ہو نمازی ہو پوشیدہ تابع داری کرتا ہو مشہور نہ ہو۔ لوگوں میں ضرورت کا رزق ہو صابر ہو اور پھر جلدی مر جائے اس پر رونے والے بھی کم ہوں اس کی میراث کم ہو۔ جانوروں کی آواز پر شگون لینا جائز نہیں جیسے کوا اگر صبح کو بولے کہے آج مہمان آئے گا۔ فال لینا کفر کا خطرہ ہے۔ غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دیو بھوت یا آدمی کچھ نہیں کرسکتا اگر جن بھوت دیکھے تو آذان بلند آواز سے پڑھے حضرت نے فرمایا میراث نہ لے کافر مسلمان کی اور مسلمان کافر کی۔ داہنے ہاتھ سے اپنے ناڑے کو نہ پکڑو، پیشاب کرتے وقت قبلے کی طرف منہ کر کے پیشاب پاخانہ نہ کرے نہ تھوکے نہ ہی پشت کر کے بیٹھے گور مارتا ہوا بھاگتا ہے شیطان جب اذان کی آواز سنتا ہے بخاری اور مسلم میں ہے کہ جو مسلمان کہ امام سے باغی ہو اس کا قتل درست ہے یعنی ملعون اور مردود ہے۔ مسلم میں ہے جس نے امام سے بیعت توڑی اس کو اللہ تعالیٰ رسوا کرے گا یعنی وہ دوزخی ہے۔ ایران اور روم کی جب بادشاہت ختم ہوگی تو پھر قیامت تک نہ ہوگی۔ جب سنو گدھے کی آواز تو پناہ مانگو کہ شیطان کو دیکھا اس نے اور سنو مرغ کی بانگ تو مانگو خدا کا فضل وکرم کیونکہ اس نے دیکھا فرشتہ کو، گدھا

بسبب حماقت اور زیادہ کھانے کے شیطان سے مناسبت رکھتا ہے اور مرغ شجاعت وسخاوت اور کم خوابی کے فرشتے سے مناسبت رکھتا ہے دیکھا ہوگا کہ جب مرغیاں ہوتی ہیں تو کٹ کٹ کر کے بلاتا ہے وہ کھانے میں مشغول ہوتی ہیں۔ یہ مردانہ وار فاتحانہ انداز سے کھڑا رہتا ہے۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی مرد نے پوچھا قیامت کب آئے گی تو حضرت نے فرمایا جب امانت ضائع کی جائے گی تو انتظار کر قیامت کا اس نے پوچھا امانت کیسی آپ نے فرمایا جب سپرد ہو حکومت نالائق کو یعنی بے علم کو، کم عمر ظالم حاکم کا ہونا قیامت کی نشانی ہے کسی نے حافظہ کی شکایت کی تو فرمایا گناہوں کو چھوڑ دو۔ کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ کا فضل گنہگاروں کو عطا نہیں ہوتا یعنی علم کا نور اور روح شاید امام شافعی نے اپنے استاد وکیع سے پوچھا تھا۔ جب تمہارے سردار تم میں بہتر لوگ ہوں گے اور تمہارے دولت مند سخی ہوں گے اور تمہارے کام آپس کے مشورے سے ہوں گے تو زمین پر رہنا۔ تمہارے حق میں بہتر ہے اس کے اندر رہنے سے اور جب تمہارے سردار بد لوگ ہوں اور تمہارے تونگر بخیل اور تمہارے معاملات تمہاری عورتوں کے سپرد ہوں تو زمین کے اندر رہنا تمہارے حق میں بہتر ہے اس کے اوپر رہنے سے۔ مسلم اور ترمذی میں ہے کہ ایک لقمہ حرام کھانے سے چالیس دن تک دعا قبول نہیں ہوتی تین روز تک نماز قبول نہیں، آہستہ دعا کرنا ستر درجہ افضل ہے چیخ اور پکارنے سے، اگرچہ ذکر میں آواز بلند کرنا مسجد میں ناجائز ہے۔ بعض علماء کے نزدیک اگر کوئی دوسرا شخص موجود نہ ہو تو روا ہے۔ حدیث میں ہے کہ بکھرے بال گرد آلود یا رب یا رب پکارے کیسے قبول ہو دعا، حالانکہ کھانا پینا حلال نہیں۔ حرام غذا سے پالا ہوا جسم ہے۔ مسلم میں ہے کہ رومی نصاری لوگ سب سے زیادہ ہوں گے۔ قیامت کے قریب اکثر زمین پر حاکم ہوں گے، سچے کا خواب سچا جھوٹے کا خواب جھوٹا ہے۔

حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ حشر ہوگا جن سے محبت رکھتا ہے۔انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اَنْتَ مَعَ مَنْ اَحْبَبْتُ محبت کے تقاضوں کونظر انداز نہ کرنا جان مال اولاد سب پر فوقیت فرض ہے۔محمد ﷺ سے محبت اور آپ کے نواسے حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے خون کے پیاسے ظلم وستم کے درپئے آزار لوگوں کا ایمان معتبر نہیں، قرآن وحدیث کے عمل کو فراموش کرنا یہ دھوکہ ہے سراسر۔

مسلم اور بخاری میں ہے جو اپنے باپ کو چھوڑ کر دوسرے کو باپ بنائے یعنی نسب جوڑے جان بوجھ کر اس نے کفر کیا۔ بخاری میں ہے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہ بعد حمد صلوۃ کے البتہ یہ انصار کا قبیلہ روز بروز گھٹتا جاوے گا۔انصار کے سوا اور لوگ بڑھتے جاویں گے سو جو شخص حاکم ہو امت محمد ﷺ کا پھر اس کو اتنی طاقت ہو کہ کسی کو نقصان یا فائدہ پہنچا سکے تو چاہئے کہ انصار کے نیکوں کی نیکی قبول کرے اور ان کے بدکاروں سے درگزر کرے۔حدیث میں ہے کہ جو خادم غلام بھاگنے کو حلال جان کر بھاگے وہ ملعون ہے۔نحوست عورت گھوڑے اور گھر میں ہے۔عورت کی نحوست یوں ہے کہ نافرمان ہو بدمزاج ہو بدتمیز ہو بے ادب ہو۔ گھوڑے میں نحوست یہ ہے کہ وہ بدذات ہو، شریر ہو، گھر میں نحوست اس طرح کہ گرمی اور سردی کا آرام نہ ہو اور آذان کی آواز نہ آتی ہو۔

مرد کو سونے کی انگوٹھی حرام ہے اس سے مصافحہ نہ کرنا چاہئے۔امرد لڑکے اور عورت سے مصافحہ حرام ہے معانقہ بھی، گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے سے برکت ہوتی ہے۔حضور کا بستر ہ سرخ رنگ کا تھا۔اب اس وقت بھی لحد مبارک میں بچھا ہوا ہے۔**من تعلم صرف الکلام لیسی به قلوب الرجال اولناس لم یقبل الله منه یوم القیمة صرفا ولا عدلا**. اس کے یہ معنی ہیں کہ جوکوئی کلام کی فصاحت اس غرض سے سیکھے کہ اس کے سبب سے مردوں کے دل تابعدار کرے تو

اللہ تعالیٰ اس کے نہ نفل قبول کرے گا نہ فرض۔حدیث ہے کہ بچو بھاگو ایسے شخص سے جو فصاحت وبلاغت اور لچھے دار بات کرنے والا ہو ایسے بھاگو جیسے بھوکے شیر سے، جھوٹ بولنے سے فرشتہ ایک کوس دور ہو جاتا ہے۔بعض بیان جادو ہے بعض علم جہالت ہے بعض شعر حکمت بعض قول وبال ہے جہالت ایسا علم ہے یعنی نجوم پن جس کی احتیاج نہ ہو نجوم میں مشغول ہو کر علم حدیث وقرآن وتفسیر سے محروم ہو جاتا ہے۔یعنی عمل سے باز رکھتا ہے۔شعر کی حکمت یہ ہے کہ علم اور فقہ عدل کے موافق حکم کرنے کے ہیں بعض وبال اس کا ضرر کہنے والے کو ہوتا ہے یا سننے والے کو رنج پہنچتا ہے۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ شعر ایک کلام ہے جس کا اچھا اچھا ہے اور برا خراب ہے۔یعنی جیسا مضمون ہوگا اسی کا حکم اس پر لگایا جائے گا۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ کسی جگہ جاتے تھے ذہن میں نہیں ہے۔کہ ایک شاعر سامنے آیا شعر پڑھتا تھا تو آپ نے فرمایا پکڑو اس شیطان کو روکو اس شیطان کو شہنشاہ کہنا شرک ہے سردار منافق کو کہنا خدا کے غصہ کا سبب ہے اگر سردار نہیں تو جھوٹ کہا اگر ہے تو غصہ دلایا خدا کو۔

فاسق وفاجر کی تعریف کرنے پر اللہ کو غصہ آتا ہے عرش ہلتا ہے فرشتہ رحمت کا ساتھ نہیں دیتا ان لوگوں کا جن میں کتا اور جرس یعنی گھنٹا ہو۔

حضور ﷺ نے فرمایا نہیں ہے دنیا کی قیمت آخرت کے روبرو جیسے انگلی دریا میں ڈال کر پانی نکالے نہایت حقیر اور ذلیل ہے۔قرآن پاک میں فرماتا ہے اللہ تعالیٰ، اے ایمان والو داخل مت ہو غیر کے گھر میں بن اجازت۔اور فرماتا ہے کہ بن اجازت آڑ لے کر مت کھسک جایا کرو اللہ تعالیٰ خوب واقف ہے تمہارے دلوں کے بھید سے اور اے محمد ﷺ اگر یہ اجازت مانگے تو دیدیا کرو۔اختیار ہے لیکن اجازت دے کر بھی دعا معرفت کی کیا کرو۔اللہ علیم وخبیر بڑا رحم فرمانے والا ہے۔

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے تین فضیلتیں ہیں کہ جس میں ہوں گی وہ ایمان کی شیرنی کا مزہ پاوے گا ایک وہ شخص جس کے نزدیک اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تمام عالم سے زیادہ تر محبوب ہو۔ دوسرے یہ کہ محبت کرے مرد سے اس طرح کہ پہچانتا ہو اس کو مگر خدا ہی کے لئے یعنی دنیاوی کچھ لگاؤ نہ ہو۔ تیسرا یہ کہ برا جانے کفر میں پھر پلٹ جانے کو بعد اس کے کہ خدا نے اس کو نکالا ہو کفر سے جیسے برا لگے اس کو آگ میں ڈالا جانا بے انتہا ڈر خوف۔

اے اللہ ہم سب پر رحم فرما اور بخش دے اور بچا دوزخ کے عذاب سے۔ آمین ثم آمین!

(مزمل وفاعی عفی عنہ)

☆☆☆

مجلس مبارک

۳/ جمادی الاول ۱۴۰۰ھ، ۲۴/ مارچ ۱۹۸۰ء دوشنبہ وقت ۱۰ بجے صبح

نَحمَدُهُ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْد

دیوبند کے جلسہ سے فارغ ہو کر ہند اور بیرون ہند کے لوگ جوق در جوق جم غفیر دریا کے مانند اُمڈے چلے آرہے تھے تقریباً پوری دنیا کے لوگ آئے ہوئے تھے سات دن تک تانتا بندھا رہا سب کی نیت حضرت مولانا رشید احمد صاحب قطب ارشاد فقیہ زماں رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی زیارت اور خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ کی زیارت تھی۔

خانقاہ رشیدیہ کے حجرہ میں حضرت مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے نبیرہ جانشین حضرت مولانا مصطفٰے کامل دام برکاتہ سے زیارت وملاقات کا شرف حاصل کر کے اور بیان سن کر کافی متاثر ہوتے اور وقت کی کمی پر افسوس اور مجبوری ظاہر کرتے ہوئے رخصت ہو جاتے تھے۔ مجھ عاجز خادم مزمل وفاعی نے غنیمت سمجھتے ہوئے اس بیان کو مکمل قلمبند کر لیا تاکہ خلق خدا فیوض وبرکات سے محروم نہ رہے۔ علم وعمل سے مالا مال ہو۔ گفتگو علم پر چل رہی تھی کہ کچھ دیر سکوت ہونے پر ایک نوجوان عمر ایرانی صاحب نے دریافت کیا کہ حضرت ایمان کا ذائقہ کس طرح محسوس ہوتا ہے

آپ نے ان کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے فرمایا سوال اچھی طرح کرنا آدھا علم ہے۔ اچھی عادت میں آدھی شرافت ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ طَعُمَهُ الْاِيُمَانَ مَنُ رَضِىَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسُلَامِ دِيُنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُولاً یعنی اس نے ایمان کا مزہ چکھا جو راضی ہوگیا خدا کی خدائی سے اور اسلام کے دین پر اور محمد ﷺ کی پیغمبری پر خدا کی خدائی پر راضی ہونے کی یہ نشانی ہے کہ اس کی قضا وقدر پر راضی رہے رنج اور تکلیف مصیبت میں اس کا گلہ شکوہ نہ کرے اور دین اسلام پر راضی ہونے کی یہ علامت ہے کہ اسلام کے احکام پر مضبوط بن جائے۔ کفر وشرک سے بچے اور حضرت کی پیغمبری پر راضی ہونے کی یہ پہچان ہے کہ آپ ﷺ کی سنت پر چلے اور بدعت سے عداوت رکھے اور جس کو یہ بات حاصل نہیں اس کو ایمان کے مزے کی خبر نہیں ہوسکتی۔

اللہ تعالیٰ قرآن عظیم کے پارہ الحجرات میں فرماتے ہیں: قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا اور کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے آپ فرمادیں یعنی محمد ﷺ کو ارشاد ہے کہو کہ تم تو ایمان ہی نہیں لائے، یوں کہو ہم مخالفت چھوڑ کر مطیع ہوگئے اور ابھی تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ میں فرماتا ہے اے محمد ﷺ کبھی نہ دیکھا جو تیرا اور میرا دشمن مخالف ہو اور مومن اس کو دوست بنائے؟ کھلی نشانیاں ہیں ایمان سے متعلق بخاری اور مسلم میں ہے کہ دل دو قسم کے ہوتے ہیں ایک دل سفید ہوتا ہے جیسے سنگ مرمر اس پر کسی طرح کا فتنہ ضرر نہیں کرتا جب تک زمین وآسمان کو قیام ہے اور دوسرا دل سیاہ خاکستری رنگ جیسے دیگچی کا تلائی حصہ نہ نیکی کو پہچانے نہ بدی کو سوائے نفسانی خواہش کے وہ کچھ نہیں جانتا یعنی فاسد اعتقاد اور باطل خطرات کا دل پر ہجوم رہتا ہے دل میں جم گیا۔ سو سیاہ ہوگیا نیک بدکی تمیز نہیں رہی اور جس دل نے ان کا کچھ دھیان نہ کیا اور اپنے کو خطرات واہیات

سے بچالیا وہ دل روشن ہوجاتا ہے اس کو نیک وبد کی تمیز ہوتی ہے وہ گناہ سے بچتا ہے زیادہ ہنسنے سے ایمان میں اندھیرا تاریکی آتی ہے ایک صحابی کے سوال پر حضور ﷺ نے فرمایا تھا مومن بخیل ہوسکتا ہے مگر جھوٹا ہر گز نہیں۔

گوشہ گیری بہتر ہے لوگوں کے ملنے سے ایسے وقت میں ایمان سلامت نہیں رہتا۔ فرمایا ہے اگر لوگ ان سے گوشہ گیری اختیار کریں تو بہتر ہے بس ایمان کی دوستی ذائقہ سلامتی ظاہر ہوگی۔ جھوٹ بولنے سے آئینہ دل زنگ آلود ہوجاتا ہے مسلم اور بخاری میں حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب دل سے امانت داری نکل جائے گی پھر لوگ خرید وفروخت کریں گے۔ امانت دار نہ ہوگا بدکار شریف کہلائیں گے۔ عقلمند کہلائیں گے مگر دیانت ایمانداری ان کے دل میں رائی کے دانہ برابر نہ ہوگی۔ ایمان آدھا ہے طہارت سے بخاری مسلم میں ہے کم کھانا قناعت ایمان کا تقاضا ہے زیادہ کھانا اور حرص کافر کی شان ہے جانوروں کی طرح اسکی حرص کم نہیں ہوتی۔ ایمان دار غیرت دار ہوتا ہے کامل مسلمان ایماندار وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے کسی کو تکلیف نہ پہونچے۔ گویا وہ حضور ﷺ کی صحبت میں رہا جس نے شریعت محمدی کی تعظیم بااطاعت کی اور ظاہر وباطن سے حضرت پر فدا ہوگیا وہی ایماندار ہے۔ اور اسی کا نام ولی ہے۔ اور وہی فقیر کامل ہے۔ اور سچا مسلمان ہے اور جس کو یہ بات حاصل نہیں وہ شغال رنگین ہے مولوی ہو یا فقیر اللہ بچائے ہم سب کو۔ آمین!

بخاری اور مسلم میں ہے کہ پورا ایمان دار نہ ہوگا یہاں تک کہ اپنے بھائی کیلئے وہ چاہے جو اپنی جان کیلئے چاہے۔ بخاری اور مسلم میں ابوسعید اور ابو ہریرہ دونوں سے روایت ہے کہ حضرت نے فرمایا انصار سے عداوت نہ رکھے گا جو مرد خدا اور قیامت کو مانتا ہے کیونکہ انصار نے جان مال سے دریغ نہ کیا فدا ہو رہے اپنے شہر میں رکھا۔ اسلام کی مدد کی۔ اس وجہ سے ان کی محبت حضرت نے ایمان میں داخل کی۔

ایک شاعر امیہ بن صلت کافر تھا اس نے توحید اور دنیا کی نفرت پر اشعار لکھے ہیں تو حضرت نے فرمایا تھا زبان مسلمان ہے دل کافر ہی رہا۔

گو زباں تیری در افشاں
ہائے پر دل کی سیاہی نہ گئی

مقصد یوں ہے کہ آج کل کے عام وخاص سب کا یہی حال ہے ایمان ویقین قرآن وحدیث ذکر و شغل حلق تک ہے قلب پیاسہ حیران و پریشان بلکہ مردہ ہے۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے انصار سے عداوت منافق ہی رکھے گا اور جو انصار سے محبت یا عداوت رکھے گا۔ خدا کو بھی ویسا ہی پاوے گا۔ اس وجہ سے ان کو انصار کہتے ہیں کہ یہ مددگار ہیں اسی لئے ان کی محبت فرض ہوئی مسلمانوں پر اور پھر یہ انصار لوگ حضرت اسماعیل کی اولاد ہیں۔ انصار کی خصوصیات بہت ہیں جو دوسری اقوام میں نہیں ہیں۔

ایمان کی ستر شاخیں ہیں حیا یعنی شرم کی شاخ نہایت عمدہ ہے۔ ایک انصار بھائی کو کہتا تھا کہ اتنی زیادہ شرم مت کیا کر حضرت نے فرمایا ایسا مت کہو۔ جس قدر شرم ہوتی ہے اتنی ہی ایمان میں قوت ہوتی ہے۔ جو بندہ دنیا میں بے رغبتی کرتا ہے تو اللہ اس کے دل میں دانائی پیدا کرتا ہے اس کی زبان سے دانائی بلواتا ہے اس کو دنیا کا عیب اور دنیا کا مرض اور اس کا علاج دکھلاتا ہے۔ اور اس کو دنیا سے صحیح سالم بہشت میں لے جاتا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا نجات پائی اس شخص نے جس کا دل اللہ تعالیٰ نے خالص کیا ایمان کے لئے۔ اس کے دل کو سالم بنایا، اخلاق بد سے زبان اور نفس کو اطمینان والا اور طبیعت کو سیدھی بنایا۔ کان کو حق بات سننے والا، آنکھ کو صانع کی دلیلیں دیکھنے والی بنائیں۔ کان قیف کی طرح ہے اس کے ذریعہ دل میں بات اتر جاتی ہے

جیسے عرق بوتل میں، آنکھ ٹھہرانے والی اس بات کی ہے جس کو دل نگاہ رکھتا ہے اور نجات پائی اس شخص نے جس کا دل نگہبان ہوا شریعت کا۔

حضرت نے فرمایا صدیق اس ولی کامل کو کہتے ہیں جس کے دل میں ایسا نور ہو کہ بے طلب دلیل بے معجزہ اور بے کرامت دیکھے ایمان لائے جیسا کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قصہ مشہور ہے دل کے نور سے۔

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا جس کسی کو خدا چاہے کہ اس کو دین کی راہ سکھائے یا دکھلائے تو اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور فرمایا کہ نور جب سینہ میں داخل ہوتا ہے تو سینہ کھل جاتا ہے۔ ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا علامت ہے جس سے پہچانے نور کو حضرت نے فرمایا فریب کے گھر یعنی دنیا سے دور ہونا اور آخرت کی طرف رجوع کرنا۔ موت کے لئے تیار رہنا اس کے آنے سے پہلے سینہ کھل جاتا ہے۔ یعنی نفس اس کو قبول کرتا ہے اور بری باتوں سے پاک وصاف ہو جاتا ہے یعنی اچھے افعال صدق مقال با کمال۔

ایماندار دنیا میں ایکبار دھوکہ کھاتا ہے پھر ہمیشہ ہوشیار رہتا ہے۔ مومن فریب کھانے والا بزرگ ہے اور فاجر فریب دینے والا پاجی۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ سچے ایمان دار کو دوزخ سے نجات ہے۔ توحید اور رسول ﷺ پر بے شک وشبہ یقین پر۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی توفیق سے نوازے۔ امید کرتا ہوں اب تم سب حاضرین کو معلوم ہو گیا ہوگا اگر چہ ایک ہزار مزید ایمان پر بیان دوں قرآن وحدیث سے مگر تمہارے پاس تمہارے ساتھ تمہارے احساسات میں وقت نہیں ہے جس نے وقت کو جانا پہچانا سمجھا اس نے خدائے تعالیٰ کو پہچانا۔ عالم اور عارف بنا اور مرمٹا بس جاؤ خدا حافظ تم سب کل ملیں گے اگر خالق نے ملایا اللہ ہم سب کو اور امت محمدیہ ﷺ کو دوزخ سے بچائے، دنیا اور آخرت میں عافیت سے رکھے۔ آمین!

ہاں ایک اور بات کہے دیتا ہوں کہ یہ دل اللہ نے اپنے لئے بنایا۔ اس میں غیر کی کوئی گنجائش نہیں جس دل میں تعصب ہوگا ایمان داخل نہ ہوگا چاہے قومیت کا ہو مذہب کا ہو۔ مال اور اولاد کا ہو۔ ہر ماسوا یعنی ہر غیر خدا سے دل کو خالی کرے تب ایمان کو وقوع قیام حاصل ہوگا۔ اس نور سے علم وعمل معرفت مشاہدہ قریب پاسکے گا۔ ورنہ بھٹکتا پھرے گا۔ جیسا آیا تھا ویسے ہی مرجائے گا۔ خصوصاً میرے یہاں یہ ہی طریقہ ہے دنیا کے آدمیوں نے اپنی اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنا رکھی ہے کوئی کہتا ہے کہ میں دیوبندی ہوں کوئی کہے کہ میں بریلوی ہوں، کوئی کہے کہ میں مودودی ہوں میں پوچھتا ہوں کہ تم میں محمدی بھی ہے کوئی۔ یعنی خدا کو ایک جانتے ہوئے قرآن وحدیث کے عامل اس میں تو تعصب کی جڑ مٹائی۔ آپس میں محبت کا حکم فرمایا۔ بقول شاعر کے۔ آپس میں بیر رکھنا تم نے بتوں سے سیکھا۔

افسوس ہے جاہلیت کی رسم آج تک ہم سے نہ گئی۔ جب حاضر کئے جاؤ گے خدا کے سامنے۔ وہاں کچھ یہ سب نہ پوچھا جائے گا، تین سوال ہوں گے توحید، رسالت اور امانت پر ہر شخص سے اگرچہ کسی مذہب یا کسی مسلک کا ہو۔ امانت وہ جو دل میں ایک نکتہ رکھا گیا ہے۔ کس قدر اور کس کس طرح پر اس کی حفاظت اور قدر کی ہے۔ جتنی حفاظت اور قدر و منزلت میں محنت کی ہوگی ویسے ہی ان کے ساتھ معاملہ سلوک کیا جائے گا۔

بس دل کو پاک کرو اور پاک رکھو صاف کرو اور خدا سے محبت کرتے ہوئے اس کی ہر شئے اور مخلوق سے محبت کرو۔ محبت کا تقاضہ ہے۔

☆☆☆

مجلسِ مبارک

۱۳/شعبان ۱۴۰۰ھ ۲۷/جون بروز جمعہ

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ

سیدنا حضرت مولانا الحاج محمد مصطفیٰ کامل صاحب رشیدی اعرابی دامت برکاتہم بعد نماز جمعہ سنت اور نوافل سے فارغ ہو کر سہ دری میں تشریف فرما ہوئے کچھ دیر نہایت خاموش رہے۔ پھر ایک نظر سب کی طرف دیکھا اور یوں گویا ہوئے:

نَحمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم ۔ بہت سے لوگ مجھے جاہل کہتے ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر میں جاہل نہ ہوتا تو بھلا اللہ تعالیٰ کے پیار کا کیوں دعویٰ کرتا اور بھائی میرا تو وہ حال بنا جو اقبال شاعر کہہ گئے۔

اڑ بیٹھے کیا سمجھ کر بھلا طور پر کلیم!
طاقت ہو دید کی تو تقاضہ کرے کوئی

اور پھر یہ کہ حضرت آدم کی اولاد تو ہوں ہی، جاہل نادان، کہ امانت قبول کر بیٹھا جب کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے کلام میں فرماتا ہے کہ آدمی بڑا ہی نادان جاہل

ہے۔ ہم نے زمین اور آسمان کو یہ امانت دینی چاہی تو خوف کے سبب انکار کیا۔ عاجزی ظاہر کی تو جہل میں سب ہی داخل ہو گئے گویا اس فطری جہل سے کون مبرا ہو سکتا ہے یہ لقب تو خداوندی مہر شدہ عطا ہوا ہے۔ اگر چہ جہالت کی بے حد اقسام ہیں۔ سنو! ایک جاہل ان پڑھ ہے، ہی ایک جاہل لکھ پڑھ کر بھی جہالت سے نہیں نکلتا۔ ایک جاہل وہ جو دنیاوی علم حاصل کے پھولا نہ سمائے وہ بڑا خوش گمان جاہل ہے جو قرآن وحدیث پڑھ کر بے عمل اور بے فکر ہوتا ہے وہ سخت جہل والا ہے جو دنیا اور دین کے علوم پڑھ کر گھمنڈ اور غرور کے نشہ میں اوپر اڑنا چاہتا ہے۔ ایک جہالت یہ ہے کہ دین کا علم حاصل کر کے عبادت میں لگ جاتا ہے مگر تقویٰ سے بے خبر۔ تربیت نہیں اصلاح نہیں ایک جہل تقویٰ کے ساتھ عبادت کرتے ہوئے دل فارغ ہو جائے یعنی عبادت پر بھروسہ کر لے یہ نہایت محرومی کا باعث ہے۔

غرض جہالت کی بہت سی قسمیں ہیں: یہ ظاہری اقسام ہیں بہت سی جہالت قلبی اور روحی ہیں جب تک کسی اہل نسبت شیخ کی صحبت بابرکت میں وقت نہ لگائے گا اس وقت تک اصلاح نہ ہوگی۔

پیر کی رضا جوئی ضروری ہے ایسا راضی برضا جیسے مردہ غسّال کے ہاتھوں رہتا ہے جس طرح چاہے موڑ دے اپنی حرکت قصد اور مراد کو دخل نہ رہے فنا کا مقام ہر طرح ہر علم و عمل اور معاملات میں حاصل ہو جائے علم و عمل، معرفت، تصوف، زہد وتقویٰ اور ورع، قرب، مشاہدہ ان سب کی فنا کا حصول توحید میں ہضم پھر یہ بھی نہ رہے۔ یہ شاہوں (اولیاء) کی راہ ہے اس راہ پر ہر کوئی مطلع نہیں کیا جاتا۔ راہ شریعت پر عمل ہر ایک پر فرض عین ہے حضور رسول اللہ ﷺ نے چل کر دکھلایا بتلایا سکھلایا۔ خصوصی اصحاب کو مراقبہ میں لگا کر مشاہدہ کرا کر فنا کو پہنچایا اور بعد کو حق تعالیٰ نے بقا کی طرف لوٹایا۔

دوسرے ہر اقسام کا تعلق قلب سے ہے زبان کی تیزی اور فراوانی لا یعنی۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے سینۂ مبارک پر انگلی لگا کر فرمایا علم، معرفت، تصوف، زہد، تقویٰ اور محبت تو یہاں سے ہے۔ ان کا مقام تو قلب ہے ظاہر کا کچھ اعتبار نہیں اور جو کچھ دل میں ہوتا ہے چہرہ ظاہر کر دیتا ہے۔ کیوں کہ دل کا آئینہ، چہرہ، زبان ترجمان، ناک، کان سی آئی ڈی، آنکھ مخبر، ہاتھ پیر خادم، قلب سب پر حاکم، حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے اگر وہ خراب ہے تو تمام جسم بے کار ہے اور اگر اچھا ہے تو تابعدار ہے۔

اگر کوئی شخص صبح سے شام تک روٹی روٹی رٹتا ہے یا شہد شہد بولتا رہے تو نہ ہی پیٹ بھرے گا اور نا ہی منہ میں مٹھاس پائے گا، بغیر کھائے سیراب نہ ہوگا، شکم پری نہ ہوگی، مانند طوطے کے جب بلی دبوچ کرلے جائے گی بجز ٹیں ٹیں سب رٹی رٹائی بھول جائے گا۔ انبیاء اولیاء کے قصص اور تاریخ بیان کرنے سے اعمال کو کچھ مدد نہیں پہنچتی ہاں عمل کرلے تو خوب ہے۔ شریعت کے ارکان تکمیل نہیں پاتے۔ عبادات کے حقوق ادا نہیں ہو جاتے۔ قرآن وحدیث کے مطابق تابعداری اور بندگی کے فرائض پورے ہوتے ہی نہیں۔ یہ بھی ایک طرح کا جہل ہے جس سے اکثر و بیشتر لوگ دھوکہ کھا جاتے ہیں، غافل بنے وقت کو تباہ کرتے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص کی لمبی تقریر پر فرمایا تھا کہ اچھا تھا جو مختصر بیان کرتا اور عمل کے لئے کافی اور مفید ہوتا۔ آج کل کے حالات پر غور وفکر کریں اور اللہ کی مخلوق کو گناہوں سے بچنے کی ترغیب دیں جو گناہ کفر کے دائرہ میں داخل کرنے والے آنکھ، زبان، ہاتھ، پاؤں اور دل کی حفاظت کرنے کی نصیحت کریں۔ انبیاء کا عمل اختیار کریں۔ جیسے وہ لوگوں کو ڈرایا کرتے تھے خدا کے غصہ اور عذاب سے اور نیک باتوں پر لگاتے۔ غیبت، غمازی، جھوٹ، تہمت، دھوکا، دغا، گالی، بدگمانی، حرام کاری اور حرام خوری کے

دردناک عذاب سے آگاہ کریں۔ ان سب کی خرابی کو قرآن وحدیث سے صاف صاف کھول کر بتلائیں کہ ان پر عمل کئے بغیر نجات ممکن نہیں۔ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ ؓ نے ہاتھ سے پستہ قد بتلایا حضور ﷺ نے ان کو طشت میں غرارہ کرایا تو خون کی آمیزش پائی گئی۔ یہ معجزہ تھا اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور حضرت عمر فاروق ؓ نے جنگ کے موقعہ پر حضرت سلمان کو فرمایا تھا کہ کھانا لینے تو میاں بوڑھے چلے گئے۔ اگر فلاں کنویں سے پانی منگائیں نہ جائیں۔ اس پر حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ گوشت کھایا ہے۔ بوٹی کو دانتوں سے نکالو۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے توبہ کی اس کے بعد اکثر منہ میں پتھر رکھا کرتے تھے کہ کسی کی برائی غیبت نہ ہو آج اس گناہ سے کون بچتا ہے اور کیسے نجات پائے گا جب تک وہ معاف نہ کرے؟ جس کی غیبت کی گئی ہے یہ تو حق العباد ہے۔

حضرت داؤد ؑ کے واقعہ کو کیوں فراموش کرتے ہو جو قرآن میں خوب طرح بیان کیا گیا ہے۔

نیکی کرنا کوئی بڑا کام نہیں اس کے مقابلہ میں گناہ سے بچنا بڑا کام ہے اور نیکی کی حفاظت نہایت کمال کا کام ہے۔ اگر کسی مومن کا دل دکھایا تو پہاڑ کے برابر نیکیاں ڈھیلے کے برابر بھی قیمت نہیں۔ اللہ کے نزدیک حتی کہ فرائض بھی، یہ بھی ایک غفلت ہے جس کا سرا جہل سے متعلق بغیر عمل فضل وکرم پر بھروسہ کرنا، حماقت وجہالت ہے۔ اچھے اعمال پر امید وبیم کی حالت میں رہنا باعث نجات ہوتا ہے۔

میں تمام مشائخ اور پیروں سے دریافت کرتا ہوں کہ جب تصوف روح کی قربت پاتا ہے تو روح کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟ اور جب تصوف روح میں داخل ہوتا ہے تو روح کیا ہیئت اختیار کرلیتی ہے؟ اور قرآن پاک میں کس جگہ اس کا اشارہ فرمایا ہے کہ تصوف جب تک بال بال سے نہ گذر جائے تب تک قلب میں داخل قطعاً

ناممکن ہے! ان علوم روحانی کا محرم بنے بغیر اپنے تمام علوم کو ہیچ در ہیچ گردانے یہ بھی جہل کا حصہ ہے۔ رٹنے جپنے کے لائق تو اللہ کا نام ہے۔ یاد رکھو! جو غافل، وہ ہی جاہل، اجہل اور محروم۔ بے شک جاہل کہنا تو آسان ہے۔

آج کل کے نامکمل مشائخ نے اقسام کے ناموں کی رٹائی تو اس قدر کی ہے کہ کھرل کر ڈالا، مگر کشتہ آج تک نہ بنا سکے۔ توحید ومعرفت اور تصوف کی منزلت اور ذائقہ کی کچھ خبر نہیں کہ کن کن تلخیوں کو پی پی کر سیرابی حاصل کی جاتی ہے اور اس کے بعد کیا حال ہوتا ہے۔

اور پھر کیسے گذرتی ہے یہاں، یہ حضرات ششدر، حیرت زدہ ہو جاتے ہیں اور سکتہ کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔

کتابوں سے، قرآن وحدیث سے دیکھ کر بیان کرنا اور اس سے زیادہ علمی کمال ہے۔ کمال علوم وہ ہیں جو قرآن کے اسرار انوار حقیقی معنی خیر وبرکات ظاہر کریں عقل کے موافق، ورنہ اوقات کا خراب کرنا یقین جانو حرام ہے حرام، اور اللہ امان وزمان ہے یہ قول نقالی، باعث حسرت اور پشیمانی بن کر ستائے گا۔ عمل علم کو پکارا کرتا ہے اگر علم نے جواب دیا تو قیام کرتا ہے ورنہ ہمیشہ کیلئے واپس چلا جاتا ہے۔

اور یاد رہے کہ جب تک زبان وسانس اور قلب اور روح ان سب کے اذکار ایک ساتھ جاری وساری نہ ہوں تو تصوف کو سمجھ بھی نہ سکے گا۔ یعنی مثال کے طور پر جانو:

زبان درود شریف پڑھے، سانس اللہ ہو کہے، قلب 'اللہ اللہ' پر دھڑکے اور قلب کے اندر قرآن کا ورد ہو۔ روح سب اذکار کے اثر کو قبول کرے اور متوجہ اصل ذکر پر مستغرق ہو جائے۔ یعنی باطن کے دروازہ پر سجدہ ریز باطن کا داخلہ فضل وکرم پر ہے۔ یہاں سب بے بس ہیں۔ لیکن یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ تصوف کسی وقت رلاتا ہے تو کسی وقت تڑپاتا ہے تو کسی گھڑی ہنساتا ہے تو کبھی مغموم بناتا ہے۔ کبھی فکر

مند کر ڈالتا ہے تو کبھی خوش کرتا ہے۔ایک وقت زندہ کردیتا ہے، پھر فنا کرتا ہے پھر بقا کی طرف لوٹا دیتا ہے۔

بھلا یہ لفاظی کرنے والے لوگ سمجھ سکتے ہیں ان رموز کو یہ تو رمضان کے رمضہ کو جو حقائق کے لقائق پر فائق ہیں سوچ بھی نہیں سکتے کیوں کہ دقائق راہوں کو طے کرنا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔

قطب ربانی رحمۃ اللہ علیہ مولانا رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھے کوئی جن کی رضائی کا رونے سے رنگ بدل گیا تھا۔یا شیخ عبدالقدوس قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھے کہ سینہ کباب کیوں کر ڈالا تھا۔

عالم، عارف، بزرگ بن سکتا ہے مگر نسبتی بزرگ ہر کوئی نہیں بن سکتا۔اگرچہ ہر شیئے خدا سے نسبت رکھتی ہے مگر یہ خصوصی نسبت ایک ہی سرا ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کے سلب سے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک پہونچی۔اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملی سو وہ چلی آرہی ہے۔وہی نسبتی دولت حضرت مولانا رشید احمد رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی ہے خانقاہ کے تین مشائخ تک آچکی ہے قدوسی، سعیدی، اور رشیدی (یعنی مجھ) تک، آگے اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے کہ کون اس کا وارث بنے گا۔

بس یاد رکھو نسبتی بندہ کی نشانی یہ ہے کہ اس کی مخالفت سے تباہی آجاتی ہے اگر دیر لگے تو جانو قربانی کا بکرا ہے۔مہلت دے کر تکہ بوٹی بال و پر ہوا میں، پھر خاک میں اور پھر نیست و نابود ہوجائے! قرآن مجید میں یوں ہی فرماتا ہے میرا رب کریم کہ ہم ان کو جلدی جلدی نمٹا رہے ہیں پھر یک لخت پکڑ کر نہ چھوڑیں گے۔

یاد رکھے جب تک نسبتی شیخ کی صحبت حاصل نہ کرے خدمت نہ کرے مؤدب بن کر، تب تک علوم مانند بھوسی کے ہیں۔بے جان اور بے روح اور بے نور ہیں۔ حجاب ہیں، وبال اور جنجال ہیں۔صحبت کو خدمت سے مضبوط کرے، علم کو قلم سے

قریب کرے، نعمت کو شکر سے روکے۔ایمان کو نماز سے باندھے۔اگر صحبت میں رہ کر خدمت نہ کی تو وقت ضائع ہو جاتا ہے اور علم رخصت ہو جاتا ہے۔

بے نمازی ایمان کو کھو دیتا ہے۔اور بے شکری نعمت کو کھو دیتی ہے۔

بے خلوصی سے کام کرنے میں اعمال کا ضائع کرنا ہے ہوش مند کو چاہئے کہ ان چاروں کا خیال رکھے۔

جو شخص اپنے استاد کی بے ادبی کرتا ہے علم وفن کی برکتوں سے محروم رہتے ہوئے مرتا ہے جس نے والدین کی بے ادبی کی اور ستایا اس کو دونوں عالم میں عذاب دیا جائے گا۔

اور جس شخص نے اللہ کے دوست کو تکلیف دی یا اپنے پیر ومرشد شیخ سے بدگمانی، بدعنوانی، بدعقیدگی، اعتراض، تنقید وتنقیص کی وہ ملعون ہوا۔

اور جس نے نماز کو چھوڑا موت کے وقت اس کا ایمان سلب کرلیا جاتا ہے۔

قِيْلَ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَىُّ النَّاسِ اَفْضَلُ قَالَ كُلُّ مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ صَدُوْقُ اللِّسَانِ قَالُوْا صَدُوْقُ اللِّسَانِ تَعْرِفُهُ فَمَا مَخْمُوْمُ الْقَلْبِ قَالَ هُوَ النَّقِى التَّقِىُّ لَا اِثْمَ عَلَيْهِ وَلَا بَغِىَ وَلَا غَلَّ وَلَا حَسَدَ.

ترجمہ: ''سوال کیا کسی نے رسول اللہ ﷺ سے کہ کون سا آدمی افضل ہے۔ فرمایا جو دل کا پاک، زبان کا سچا ہو، صحابہ نے عرض کیا کہ سچائی کو تو ہم سمجھ گئے مگر مخموم القلب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ایسا آدمی جو کہ پاک اور متقی ہو، اس پر کوئی گناہ نہ ہو۔نہ ظالم، نہ کینہ، نہ حسد، اور رحمان کے بندے زنا نہیں کرتے۔حضور ﷺ نے فرمایا ملعون ہوا دنیا کی بدولت دنیا کا بندہ، ملعون ہوا درہم کا بندہ۔یہ سب شرک ہے۔باپ کی دعا بیٹے کے لئے ایسی ہے جیسے پیغمبر کی دعا امت کے لئے۔'' بخاری ومسلم میں ہے حرب یعنی قتل خون ریزی قیامت کے قریب بہت ہوگی علم نہ ہوگا۔

بخیلی ہوگی یعنی علم پر عمل نہ ہوگا۔ جو سخاوت اختیار کرے اور اپنے رب کو راضی کرے فساد ہوں گے دن رات چھوٹے چھوٹے ہوں گے۔

حضرت رسول اللہ ﷺ کے بچے ہوئے پانی کو کسی نے منہ پر ملا۔

اصحاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا۔ عرض کیا محبت کے باعث فرمایا جس کو یہ اچھا لگے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ تم سے محبت کریں یا تم اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرو تو چاہئے کہ جب بات کرے تو سچ بولے۔ امانت ہو تو ادائیگی کرے اور ہمسایہ کا حق اچھی طرح ادا کرے۔

ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے روضۂ مبارک پر حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیوں روتے ہو؟ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے کہ اگر تھوڑی سی بھی ریا ہو تو وہ بھی شرک ہے۔ اور جس نے اللہ کے ولی سے دشمنی کی گویا اس نے اللہ تعالیٰ سے مقابلہ کیا۔

اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے نیک بختوں اور پرہیزگاروں اور پوشیدہ حالوں کو جب غائب ہو جائیں تو ڈھونڈے نہ جاویں اور اگر موجود ہوں تو بلائے نہ جاویں۔ نہ نزدیک کئے جائیں۔ ان لوگوں کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، نکلتے ہیں زمین تاریک سے۔

بس ڈرو اللہ رب العزت سے وہ بے نیاز ذات ہے اور تم انتہا درجہ کے نیاز مند بن جاؤ تا کہ شکستگی ظاہر کرو، عاجزی پر اور قائم رہ سکو، تا کہ مہر الٰہی کا نزول ہو۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قبر سے بہشت تک ہر شخص سے ایک لاکھ سوالات کا جواب مانگا جائے گا اور اسکے بغیر مشکل مگر ایک دعا ہے جو اسکو پڑھے گا آسان ہوگا جواب دینا، جو شخص طالب ہو وہ مجھ سے لکھوالے۔ سوچ لے آج وہ شخص

جو زیادہ بولنے والا ہو کہ کس طرح جواب دے گا جب کہ بال کی کھال نکالے گا نفسی نفسی پکارے گا۔ تمام انبیاء علیہم السلام گھبرا رہے ہوں گے زمین توے کی مانند تپتی ہوگی۔

سوا میل پر آفتاب ہوگا۔ سر دیگچی کی طرح کھد کھداتا ہوگا۔ مگر پھر موت نہ آئے گی۔

صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّم

یَا رَبِّیْ اِرْحَمْ یَا اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ

اے اللہ! ہم سوال کرتے ہیں، قائم رہنے والے ایمان کا، اور سوال کرتے ہیں خشیت والے قلب کا، اور نفع دینے والا علم کا اور سچے یقین کا، اور قائم رہنے والے دین کا، اور مصیبت وبلا سے عافیت کا، اور ہر قسم کی عافیت کا، اور قائم رہنے والی عافیت کا، اور شکر کی عافیت کا۔

اور سوال کرتے ہیں اس غنا کا جو تمام سے کہیں زیادہ بہتر و برتر ہوتا کہ ہم تیرے سوا کسی اور جانب رخ نہ کرسکیں۔

اور ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے۔ آمین!

یَا رَبَّ الْعَالَمِیْنَ. صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ. آمین ثم آمین!

(خادم مزمل وقاعی)

☆☆☆

مجلس مبارک

۱۸/ربیع الاول ۱۳۹۹ھ بعد نماز جمعہ تا عصر

نَحمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِیْمُ اَمَّا بَعْدُ قَالَ اللّٰهُ تَعالٰی قُمِ اللَّیْلَ إِلَّا قَلِیْلاً نِصْفَهٗ أَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلاً . صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

”رات کو قیام کیا کرو مگر تھوڑی ہی رات، آدھی رات یا اس سے تھوڑا کم“۔

(المزمل/۳)

ایک صاحب نے سوال کیا کہ احسان کا کیا مطلب ہے آپ نے سن کر گردن جھکا لی۔ چند سیکنڈ بعد لمبی سانس لیتے ہوئے فرمایا۔ تم نے خوب سوال کیا۔ میرے رب نے اشارہ دیا۔ ام الجوامع پر یعنی ام الاحادیث کی جانب سوتم کو سمجھا تا ہوں جیسے ام القرآن الحمد کو کہتے ہیں یعنی قرآن کی ماں۔ تمام قرآن الحمد کی سورت میں سمایا ہوا ہے اسی طرح یہ حدیث جبرئیل تمام احادیث کی جڑ ہے ایک روز حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں ایک جوان سفید لباس کمال درجہ سیاہ بال بغیر گرد وغبار یعنی مسافر معلوم نہ ہوتا تھا۔ حاضر ہوا۔ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں سے گھٹنے ملا کر اور گھٹنوں پر ہتھیلی رکھ کر سوال کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو ایمان کی حقیقت

بتلائیے۔ حضرت نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ تو دل سے مانے اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور پیغمبروں کو اور تقدیر کو مانے بھلی ہو یا بری اور قیامت کو، کہا جبرئیل نے سچ فرمایا تم نے، پھر سوال کیا کہ احسان اور اخلاص کی حقیقت بتلائیے۔ حضرت نے فرمایا کہ احسان یہ ہے کہ تو اللہ کی ایسی طرح عبادت کرے جیسے کہ اس کو دیکھ رہا ہے اگر اس طرح کا دیکھنا تجھ سے نہ ہوسکے تو یوں جان کہ وہی تجھ کو دیکھتا ہے پھر جبرئیل نے کہا قیامت کا حال بیان فرمادیں کب ہوگی حضرت نے فرمایا پوچھنے والا جواب دینے والا ناواقفیت میں برابر ہیں۔ جبرئیل نے کہا تو اسکی نشانیاں بیان فرمائیے۔ حضرت نے فرمایا کہ قیامت کی نشانی یہ ہے کہ لونڈی اپنے مالک اور مربی کو یعنی مالکوں کے نطفے سے لونڈیاں جنیں تو ان کی اولاد بھی اپنے باپ کی طرح لونڈیوں کی مربی ٹھہرے مطلب یہ ہے کہ قیامت کے قریب کنیز زادیوں کی کثرت ہوگی اور دوسری نشانی قیامت کی یہ ہے کہ تو دیکھے ننگے پاؤں ننگے بدن محتاج بکریاں چرانے والوں کو بڑائیاں ماریں گے عمارتوں میں یعنی کمینے اور بے حقیقت لوگ دولت مند ہوں گے بڑی بڑی عمارتیں بنا کر فخر کریں گے۔ پھر وہ چلا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حیرت میں خاموش تھے حضرت نے فرمایا اے عمر تو جانتا ہے یہ پوچھنے والا کون تھا۔ عمر نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتا ہے حضرت نے فرمایا یہ جبرئیل تھا تم کو دین سکھلانے آیا تھا۔ اسی لئے اس حدیث کو حدیثِ جبرئیل کہتے ہیں کیونکہ تمام احادیث کی جڑ ہے۔

مجمل احادیث کا مطلب اس میں موجود ہے حضرت جبرئیل نے چار چیزیں پوچھیں حضرت نے اول اسلام دوسرے ایمان، تیسرے احسان، چوتھے قیامت سو اسلام کی حقیقت پانچ رکن پر ہے۔ توحید رسالت کی گواہی اور نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج۔ تو معلوم ہوا کہ اسلام ظاہری اعمال کا نام ہے۔ اور ایمان تصدیق قلب

اوراعتقاددل کا یعنی یوں عقیدہ ہو کہ اللہ تعالیٰ سب عیبوں سے پاک اور تمام خوبیوں سے موصوف ہے اور فرشتوں کا یوں اعتقاد کرے کہ وہ نوری ہیں خدا کے بندہ ہیں رنگ برنگ صورت بدلنے پر قادر ہیں بموجب حکم سارے عالم کا انتظام کرتے ہیں گناہوں سے پاک نہ مرد نہ عورت، آسمانی کتابوں کا یوں عقیدہ کرے کہ خدا کا قدیم کلام ہے جوان میں ہے بالکل سچ ہے۔ خدا کی ایک سو چار کتابیں ہیں دس حضرت آدم پر پچاس حضرت شیث پر تیس حضرت ادریس پر اور دس حضرت ابراہیم پر اتریں، چار مشہور ہیں توریت، انجیل، زبور، قرآن، تمام کتابوں کا مطلب قرآن میں موجود ہے۔ اسی وجہ سے قرآن افضل ہے قیامت تک اس پر عمل فرض ہے۔

پیغمبروں پر یوں اعتقاد کرے کہ وہ سب سے افضل اور پاک لوگ ہیں۔ خدا نے ان کو اپنی کمال رحمت سے آدمیوں کی طرف بھیجا تا کہ راہ پر لگا دیں۔ قسم قسم کے معجزات دیئے تا کہ عاقل آدمی شک نہ کرے ان کی سچائی میں، گناہوں سے پاک ہیں، صغیرہ کبیرہ سے، نبوت سے پہلے بھی اور بعد میں بھی۔ حضرت آدم کا گندم کھانا قصداً نہ تھا بھول چوک تھی ایسے ہی تمام پیغمبروں کے متعلق قیاس کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام پیغمبروں کی خوبیاں اور کمالات ظاہری اور باطنی موجود ہیں اور آپ پر ختم ہیں کیونکہ اب کوئی پیغمبر نہ آئے گا۔ نہ ہی کسی پیغمبر کی حاجت رہی خلافت اور امامت کا اعتقاد نبوت کے اعتقاد میں داخل ہے ایمان کا یہ رکن نہیں۔ جیسا کہ شیعہ صاحبان کہتے ہیں۔ اور پچھلے دن کا یوں اعتقاد کرے کہ بعد موت کے قیامت تک دوزخ یا جنت میں داخل ہونے تک جو حضرت نے فرمایا ہے سب درست ہے، یعنی عذاب قبر اور قیامت کی نشانیاں اور صور کا پھونکنا اور مردے زندہ ہونا اور حساب اور عمل کا بدلہ، ترازو عمل تولنے کی، پل صراط اور حوض کوثر یہ سب چیزیں حق ہیں ان میں کچھ شک نہ کرے۔ تقدیر یوں اعتقاد کرے کہ جو عالم میں ہوا اور ہوتا ہے اور ہوگا بھلا برا

سب تقدیر سے ہے بغیر اللہ کی خواہش نہ پتہ ہلے نہ بوند ٹپکے۔ لیکن باوجود اس کے آدمی کو اتنا اختیار دیا ہے کہ اس کے سبب انسان تعریف یا برائی، ثواب اور عذاب کے لائق ہوتا ہے۔ تقدیر کا اعتقاد اسی طرح مجمل چاہئے۔ زیادہ اس میں غور وفکر کرنا گمراہی ہے ہم کو اتنی عقل کہاں جو خدا کے کارخانہ اور بھید سمجھیں، حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے تقدیر کی بحث اور تکرار سے منع کیا ہے یہ ایمان مفصل کی حقیقت ہے اور ایمان مجمل کی یہ حقیقت ہے کہ یوں اعتقاد کرے جو حضرت نے فرمایا اور بتلایا سو اتنا نجات کے لئے کفایت ہے۔

پھر حضرت نے احسان یعنی اخلاص کے دو درجے بیان فرمائے اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ عبادت میں ایسا حضور ہو گویا خدا کو دیکھتا ہے اس کو مشاہدہ کہتے ہیں اور ادنا درجہ یہ ہے کہ خدا مجھ کو دیکھتا ہے اس کو مراقبہ کہتے ہیں۔ اس تصور میں بھی کمال تعظیم اور نہایت ادب حیا شوق اور حضوری حاصل ہوگی، معلوم ہوا کہ تصوف اور درویشی احسان کا نام ہے۔ ظاہری اعمال کو اسلام کہتے ہیں اور باطنی عقیدے کو ایمان کہتے ہیں۔ اور حضور اور اخلاص کو احسان کہتے ہیں، دین اور شریعت اسلام اور ایمان واحسان کے مجموعے کا نام ہے۔ اور کبھی اسلام اور ایمان کو ایک کہتے ہیں کیونکہ اسلام بغیر ایمان کے درست نہیں اور ایمان بغیر اسلام کے کامل نہیں اور بعضے لوگ احکام ظاہری کو شریعت اور تصفیہ باطن کو طریقت اور مشاہدہ مراقبہ کو حقیقت کہتے ہیں۔ معلوم ہونا چاہئے کہ دین کی بنیاد فقہ اور کلام اور تصوف پر ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تینوں مقام کو بیان فرما دیا۔ اسلام اشارہ ہے فقہ کا جس میں اعتقاد کا بیان ہے اور احسان اشارہ ہے تصوف کا، جامع ہوا گر تینوں میں کچھ، اور کچھ نہ ہو تو ناقص اور کچا ہے، اس لئے درویش بے فقہ کے شیطان ہے، احکام الٰہی سے غافل ہے، جو حرام وحلال کو نہ سمجھے اور فقیہ بے درویشی کے زاہد خشک اور بے روح کا جسم ہے اس وجہ

سے عمل بدون نیت خالص اور بے شوق حضوری دل کے بیکار اور نا تمام ہے اور یہ ہی راہ مستقیم ہے۔ اور باقی سب گمراہی۔ حضرت نے فرمایا اعمال کا اعتبار نیت پر ہے بے نیت خالص ثواب کے لائق نہیں ہے اسی طرح علم اور درویشی اور ہر قسم کی عبادات کو قیاس کرنا چاہئے اگر خدا کے لئے ہے تو سبحان اللہ ورنہ قلب بے روح کے مثل ہے۔ اسی لئے تمام محدثین کا یہ دستور ہے کہ اول اس حدیث جبرئیل کو لکھتے ہیں تاکہ پڑھنے والا نیت کو درست کرلے اور خدا کے لئے علم حدیث پڑھ کر دنیا سے کسی طرح کا لگاؤ نہ رکھے۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو دین میں ستر جگہ دخل ہے عبادات معملات عادات میں تمام علماء اس پر اتفاق رکھتے ہیں حضرت جبرئیل کا ہاتھ کی ہتھیلی حضور ﷺ کے زانوں پر رکھنا ایک اسراری معاملہ تھا کہ باطنی علوم میں زیادتی تقویت وسعت تازگی قربت فرحت ہے جیسا کہ حرا پہاڑ پر آپ کے سینہ مبارک کو سختی سے تین بار بھینچا تھا۔

فرمایا آج کی گفتگو تم لوگوں کو سخت اور خشک معلوم ہوئی ہوگی۔ حقیقت میں سچ حق تلخ معلوم ہوتا ہے۔ شب معراج کی واپسی پر حضرت کے لئے ہر تلخی شہد سے کہیں زیادہ شیریں بن گئی تھی پھر کبھی اس پر بیان کروں گا۔ قرآن حدیث کے بین بین تاکہ لوگ شک اور بدگمان کے شکار نہ بن جائیں اللہ تعالیٰ ہم سب حاضر غائب پر رحم فرمائے اور آخرت کی راحت عطاء فرمادے۔ منافقین کو دور بھگائے، شیطان سے بچائے۔ دوزخ کی آگ سے حفاظت فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

(از منزل وقائع)

☆☆☆

مجلس مبارک

۱۲/ربیع الاول ۱۳۹۹ھ بوقت بعد نماز جمعہ تا عصر

نَحْمَدُهُ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

اور جس کو دانائی ملی یقیناً اسے بڑی نعمت ملی۔ (البقرۃ/۲۶۹)

آج بیرونی حضرات کی تعداد کچھ زیادہ ہی تھی کہ حاضرین میں سے کسی نے تصوف کا سوال کیا آپ نے باغور دیکھتے ہوئے فرمایا کیوں راہ سلوک طے کرنا ہے یا آزمائش؟ اس نے عرض کیا معلومات درکار ہے تصوفِ اصل کیا ہے۔

فرمایا تصوف کو مت پوچھا کرے کوئی بے ادبی ہے۔ مشرب تصوف میں بس اتنا سمجھو۔ ظاہر اندرون قلب روح کو ہر طرح کی نجاست سے پاک وصاف بنالینا او رپھر روح یعنی باطن میں گم فنا فی اللہ لیکن تم نے ستار پر مضراب لگادی تو سنو! سرمدی سازِ سُر شعور کے مطابق اہل تصوف کو لوح محفوظ میں نہ پاؤ گے۔ یہ بندے اللہ کے علم میں موجود ہے۔ صوفی علم ومعرفت میں اس قدر کمال رکھتا ہے مثال کے طور پر سمجھو بال اس کی کھال روغن اور بو یعنی تصرفات الٰہی پورا لئے ہووے۔ اگر ایسا نہیں

تو شیطان کے چنگل میں گرفتار ہے اسی طرح عالم چھ سمت کے علوم سے واقف نہ ہو تو حجاب اور گمراہی کا شکار ہے اور ابلیس کی گود اس کی نشست گاہ ہے۔ تصوف رنگ دار لباس داڑھی دراز گیسو ماتھے پر بیل کے کندھے جیسا داغ کرنے کا نام نہیں، تصوف کی باتیں کتابوں سے رٹ کرا لیا کے قصے جھوم جھوم کر بیان کرنا نعرہ بلند کرنا، آنکھیں چڑھا کر مستانہ وار حال بن کر دکھانے کا نام تصوف نہیں یہ دھوکہ مکاری حرام ہے۔ بلکہ تصوف میں سینہ کباب حالت حباب وخباب ہوتی ہے عشق کی انتہا فنا فی اللہ ہے۔ صوفی اللہ کے دامن تلے پوشیدہ ہے اللہ کی قبا کا تکمہ گھنڈی لَیْسَ کَمِثْلِہٖ ہے اللہ کی دست قدرت میں قیام، اللہ کی چنی ہوئی پسندیدہ قوم اللہ کے پیارے حقیقی گوہر موتی نوری بندے یہ اس راز کی بات کے جانکار جو حضرت بابا فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے کان میں فرمائی تھی جب تیسری بار فرمائی تو آواز یہ آئی اگر ہزار مرتبہ بھی کہے گا تو اس پر کچھ اثر نہ ہوگا۔ یہ ہمارا ہے آپ نادم ہوئے توبہ کی۔ یہ ہی راز و نیاز والی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کمبل میں چھپا کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کان میں فرمائی۔

اس راز کا حامل صوفی ہوتا ہے جو شریانی زبان میں سمجھا جاتا ہے بن اس کے صوفی نہیں کوئی ہے۔ کیونکہ صوفی کے مرشد خود جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں اس کی اصلاح خواب سے اور قلب و روح سے فرماتے ہیں جب بیداری میں اصلاح کا نمبر آتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرش کے نیچے حاضر ہو کر واپس آتے ہیں کہ تو جان اور تیرا خدا پھر وہ ذات قدس جو چاہتا ہے سو کرتا ہے یا قطبیت کا تاج پہنا رخصت کرتا ہے پھر گفت اللہ بود والا معاملہ چلتا ہے۔

صوفی کا آغاز یہ ہے کہ اس کو پکارا جاتا ہے آوازیں آتی ہیں امر اور نہیں کا اشارہ دیا جاتا ہے۔ پھر صوفی الہام الٰہی باطنی اور روحی آواز کو جدا جدا پہچانتا ہے فرشتہ

کی قلب کی نفس و شیطان کی آواز کو خوب طرح الگ سے پہچانتا ہے۔ دھوکہ نہیں کھاتا۔ اللہ تعالیٰ محافظت فرماتے ہیں۔ صوفی سنتا ہے اس آواز کو جو دنیا کے ساتھ پیدا کی، صوفی جب ذکر کی حد کو پہنچتا ہے تو سلطان الاذکار شروع ہوتا ہے جو نہایت سوز و گداز سرمدی جھنکار لئے ہوئے ہوتا ہے اگر غالب رہا تو سالک ورنہ جذب کی طرف مائل ہو کر مست بھی بن جاتا ہے۔ ایسی حالت میں ارواح انبیاء علیہم السلام والیاء اکرام اور فرشتے گھیر لیتے ہیں مانند دلہن کے فرمایا نبی رسول مجذوب نہیں ہوتے کیونکہ ان کا ظرف نہایت قوی ہوتا ہے اللہ اور مخلوق سے یکساں تعلق رہتا ہے بجز وحی کے نزول میں وہاں ان کی ادراک ہر سمت سے قطع کر دی جاتی ہے تا کہ بن زیر زبر کے فرق سے مخلوق کو سنا سکیں سمجھا سکیں۔ صوفی کو ایمان اور نور، حرارت، سکینہ پن برکت خوشبو اور اسرار کا واقف کار بنایا جاتا ہے۔ تجربہ عطا کر اپنی نوازش سے انس کی شراب میں محبت کا کانٹا لگا، اگر عاشق ہے تو سرخ نکتہ معشوق ہے تو سبز نکتہ قلب پر لگا کر واپس فرماتا ہے تب وہ ایمان و احسان کی روشنی میں علم معرفت زہد تقویٰ ورع سے گزر کر قرب مشاہدہ فنا و بقا کے مقام پر پہنچتا ہے۔ پھر ہر عمل اور ہر کلام قرآن و حدیث کے مطابق ہوتا ہے اسی وجہ سے ایسے صوفی کی طرف پشت کرنا گناہ ہے اگر میں تم سے سوال کروں کہ ایمان کا نور کس طرح کا ہے کیسے دمکتا ہے کیسے نکھرتا ہے؟ تو تم ہرگز نہ بتلا سکو گے کیونکہ فکر ہے ہی نہیں۔ ایمان ہی اول اور آخر ہے اللہ کے ذاتی اور صفاتی نور نے میل کھایا تو ایمان کا نور ظہور پایا۔ اللہ کا جمال جب جلال کی زد میں آیا تو روح نے ظہور پایا اب تصوف کے مدعی سے دریافت کرو کہ جمال اور جلال کے انوارات کی حقیقت کیا ہے؟

اگر فقیری کا دعویٰ کرے کوئی تو کذاب ہے فقیر نہیں سوچتا کل کیا ہوگا؟ حال پر نظر قائم ہوتی ہے دنیا و آخرت کی عیش لا یعنی وہ ہر آن مشغول بحق رہتا ہے اور ہر

شئے میں حق ہی حق پاتا ہے تمام خزائن اس کے علم میں ہوتے ہیں۔فقیر باب کنز سے گزر کر باب فقر میں پہنچ چکا ہوتا ہے ظاہر کے قیل وقال کرنے والے الفاظ سے زیادہ نہیں جانتے ، کنز اور فقر اللہ کا نادر اسرار ہے اس کا صفاتی نام ہے۔فقیری نہایت باکمال صفت ہے باوجود ہر شئے میں ظاہر ہونے کے باوجود پوشیدہ ہے۔فرمان الٰہی ہے:نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡهِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ. پھر بھی نہ جانے نہ سمجھے بدنصیبی نہیں تو اور کیا ہے؟ عالم وہ ہے جو ہشت پہلو کے علوم سے بخوبی واقف ہو چکا ہو۔عالم معلوم تک پہنچ گیا ہو یعنی صاحب قرآن سے ہم کلام ہوتا ہو اور سیکھ لیا ہو، یعنی حسبی اللہ الحسیب کے معنی روحی باطنی نور اور اسرار کی حقیقت سمجھ چکا ہو۔عالم وہ ہے جو اپنے کو ہیچ در ہیچ جانے۔پتہ پگھلنے لگے خوف الٰہی سے اور رہے لرزاں وترساں۔

حیراں حیراں والا معاملہ ہو
معرفت کا دعویٰ وہ کرے جس کا ہر بال

ایک ہزار معارف رکھتا ہو۔اپنے اور خالق کے درمیان نفس کو ہٹا دیا ہو۔ مانند سانپ کے وہ اپنی کینچلی سے جیسے باہر آجاتا ہے معرفت اس وقت تک کمال کو نہیں پہنچتی جب تک علم ظاہری میں مشغول رہتا ہے۔

حضور ﷺ کو کمال معرفت وعلم جو ملا وہ کسی اور نبی کو حاصل نہ تھا۔ایک ایک کمال ہر نبی کو عطا کیا۔حضور ﷺ کو پورے کمالات عطا کئے گئے۔کسی کو کمال درجہ صبر کسی کو شکر، کسی کو حسن مگر حضور ﷺ سب کچھ تھے۔حضور ﷺ کے ہر بال پر ایک کروڑ معرفت تھی۔جو روز بروز بڑھتی رہی۔آخیر وفات کے وقت پوری معرفتیں یک لخت آپ پر ڈالدیں یعنی اللہ نے اپنے علم ومعرفت میں آپ کو چھپا لیا حیران کھڑا دیکھتا رہ گیا ملک الموت فرشتوں کو کب اتنی طاقت روح مبارک کے حامل ہوں۔حضور ﷺ کا رہبر خود خالق کائنات ہے۔قلندر کے پیرومرشد حضرت علی کرم

اللہ وجہہ ہیں زمین وآسمان کو کہاں طاقت جو حامل بنے جسم مبارک کہ پیدائش اندر کعبہ کے ہوئی۔اس فرمان رسول کو کیوں بھولتے ہو میں شہر ہوں اسکا دروازہ علی ہے۔ حضور ﷺ عکس علی ہیں۔دلیل یاد رہے کون تھا مکہ میں ہجرت کے موقعہ پر بستر پر آرام کرنے والا؟ آئینہ میں نقش یکجا نہیں رہ سکتا۔

جس قدر مخلوق ہیں اتنے ہی راستے خدا کی طرف پہنچنے کے ہیں۔جب پکارا جاتا ہے اس نام سے جو آسمان پر ہے تو جسم تنہا رہ جاتا ہے۔پھر علم ومعرفت کی ہوا آکر انس کا جام پلا کر عشق سے سرشار دل لے جاتی ہے۔پھر کبھی دل واپس نہیں دیا جاتا ، بس وہ ہر ماسوا سے بے نیاز صرف اللہ کی تجلیات میں مستغرق رہتا ہے مدعی سے معلوم کریں کہ حق تعالیٰ مرید کو کس طرح متوجہ فرماتا ہے۔مراد کو کن القاب سے نوازتا ہے کیا دلاسہ دیتا ہے؟ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہرگز ایسے پیر سے بیعت مت ہونا جو گھر مال اور جائیداد رکھتا ہو بلکہ ایسے پیر سے بیعت ہونا جس کے بیوی بچے ، یتیم ، بیوہ کی طرح پل چکے ہوں اور اس کا پیشاب اور آنسو خون کے مانند بہہ چکے ہوں۔سنت اور تقویٰ طبیعت ثانیہ بن گیا ہو۔اور خیر خواہ اللہ اور رسول اللہ کے اسلام اور مسلمان اور قرآن کا ہو۔مجاہدہ اس قدر کر چکا ہو نظر اٹھائے عرش کو دیکھ پائے جھکائے تو اٹھارہ ہزار عالم نظر آئیں اس حال کو قرآن سمجھائے اگر ایسا نہیں تو پیر اور مرید خسارہ اٹھائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محمد ﷺ بیعت کے وقت کے ان کے ہاتھ تمہارے ہاتھ میں نہیں ہوتے بلکہ ہمارے ہاتھ میں ہوتے ہیں۔غور کرو کس سے بیعت کرنا چاہئے۔اہل دنیا نے پیری مریدی کو کھیل بنالیا۔روٹی کمانے کا دھندا ، کیونکہ اصل نقل کی شناخت نہیں۔پیر وہ ہے جو مردانیت سے گذر کر فرد بن جائے! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ڈرو شیطان سے یہ تمہارا اور آدم کا دشمن ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ کے عرض کرنے پر حضور ﷺ نے ابلیس کو حاضر کیا اور معلومات کی اے ابلیس تو کہاں رہتا ہے کہا پاخانہ یا غسل خانہ میں بیٹھتا کہا ہے؟ بازار میں، شغل کیا ہے؟ اشعار مزامیر، کھانا کیا ہے؟ کہا جو لوگ تول میں کمی کرتے ہیں۔ وہ میرا اور میری اولاد چیلوں کا حصہ ہے۔ اگر یہ ایسا نہ کریں تو بھوک سے مرجائیں۔ کس قدر ہیں چیلے؟ جس قدر آدمی ہیں جنات ہیں جتنے پرندے درندے، چوپائے ہیں جس قدر فرشتے یاجوج ماجوج ہیں ان سب کے دس دس گنا ان سب کو ملا کر پھر ان کے دس گنا میری ذریات، اولاد، چیلے ہیں یا محمد ﷺ مجھ سے کوئی نہیں بچ سکتا۔ بجز جس پر اللہ کا فضل اور حفاظت ہو وہاں میں بے بس ہوں۔ فضل و کرم شرک سے بچنے والا اللہ پر صرف بھروسہ کرنے والے پر ہوگا۔ اندازہ کرو ابلیس کی عمر چھ لاکھ چھتیس ہزار کچھ سو کی ہے۔ عبادت اتنی زمین کے ہر حصہ پر سجدہ کئے علم اتنا فرشتوں کا معلم رہا۔ معرفت اس قدر ایک ہزار معرفت سات سو درجہ تک درجہ کو اللہ جانے۔ اس بوڑھے تجربہ کار عیار سے بغیر خدا کے فضل و کرم کے بچنا محال ہے۔

حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کے جنازہ پر ستر ہزار فرشتے آئے۔ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھوں کو قبر میں رکھا۔ بندے کی یک لخت آنسو بہنے لگے چہرہ مبارک زرد صحابہ نے پوچھا یہ کیا حال ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے فرمایا بڑا بھاری شفیع لایا ہے۔ کھڑے ہیں تیری قبر پر محمد ﷺ طاقت ہو تو روک لے۔ ضغۃ قبر شروع ہوگیا، ہم پر بھروسہ نہ کیا (ضغۃ اس کو کہتے ہیں کہ قبر دونوں طرف سے مردہ کو دبا کے پسلیاں قینچی کے مانند ایک دوسرے میں گھس جائیں) لیکن اپنے حبیب پر رحم کرتے ہوئے چھوڑتے ہیں اب تم لوگ سوچ لو محمد ﷺ سے بڑھ کر پیر کو کہاں طاقت ہوگی۔ شیطان کی غیرت دیکھو طوفان کے وقت کشتی پر سوار تھا۔ حضرت نوح نے فرمایا معافی مانگ لے ابلیس کہا کرو کوشش کی عرض اللہ سے جواب ملا۔ یہ مکار ہے کس کی بات

میں آیا اگر ایسا ہی ہے تو کہو کشتی کے عرشہ پر آدم کا تابوت رکھا ہے۔ سجدہ کر لے معاف کر دیں گے جب حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ یوں سجدہ کو فرماتا ہے شیطان بولا اے نوح پتلے کو؟ زندہ کو نہ کیا مردہ کو کیسا اور کب؟ سوچو عقل پکڑو جب عیسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آیا دیکھا بیٹھا ہے جنگل میں ایک لکڑ پر اور روتا ہے پوچھا کیا بات ہے شیطان نے کہا روتا ہوں یاد خدا اور جدائی میں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اب بھی مانگ لے معافی! سفارش کی گئی وہی جواب ملا کہ اب قبر کو سجدہ کر لے معاف کر دیا جائے گا! ابلیس کھڑا ہو گیا ہنسا اور بولا اے عیسیٰ عقل کی کہو سوچو پتلے کو؟ زندہ تابوت کو نہ کیا بھلا مٹی کے ڈھیر کو کیسا سجدہ؟ اور غائب ہو گیا! کس قدر غیور مغرور کیسا فتوت مروت لعنتی بنا مگر غیر اللہ کو سجدہ نہ کیا۔ آدم زادوں کو قبروں پر بتوں پر سورج آگ پر سجدہ کروائے جس عمل کو شیطان گوارہ نہ کرے آدمی نہ سمجھے تو حیرت ہے افسوس ہے۔ بچو شرک سے پرہیز گاری اختیار کرو جو کہ فرض ہے سچ بولو جو کہ فرض ہے حلال کھاؤ یہ فرض ہے عین بنیاد ہے جس کے بغیر کوئی عمل قبول نہ کیا جائے گا۔ حرام سے پلا ہوا جسم کو دوزخ ہی پاک کرے گی اگر اور تشنگی ہو تو مزید معلوم کر لینا وقف ہوں اللہ کے نام کام پر جو حق کہنے والے سے بھاگا وہ خاکی انڈہ ہے اسکو کبھی فلاح نصیب نہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہم سب حاضرین اور جو غائب مسلمین ہیں سب پر اپنا رحم و کرم اور فضل فرمائے اور دوزخ سے بچائے دنیا و آخرت کی راحت عطاء فرمائے۔ آمین والحمدللہ رب العالمین۔

(بقلم: محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی)

☆☆☆

مکتوبات

حضرت الحاج سید شاہ سلیم اطہر صاحب دامت برکاتہم سہارنپور

مکرم معظم قبلہ اجان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد آدائے آداب کے عرض خدمت اقدس میں یہ ہے کہ بندہ پر خدا کا شکر ہے بخیریت اور خدا کی ذات سے قوی امید کہ آنجناب بھی بخیریت ہوں گے۔ احوال ہے کہ ابھی چندروز قبل فون پر عرض کیا تھا کہ گنگوہ جارہا ہوں۔لیکن یہ معلوم ہوا کہ راشد مسعود کے لڑکے کی شادی ہے پروگرام کینسل کردیا۔اس کے بعد کوشش کے باوجود حالات نے اجازت نہ دی۔دراصل یہاں کے حالات اس درجہ خراب چل رہے ہیں کہ یہ کسی کے کاروبار پر حالات کا اس درجہ اثر ہے کہ بیان نہیں کیا جاسکتا یہی وجہ ہے کہ فون کرنے سے قاصر رہتا ہوں لیکن روحانی ترقی سے پل پل آنجناب کا ساتھ رہتا ہے۔

ذکر،فکر اور درود شریف کی کثرت برابر جاری ہے۔ بعد مغرب کا وقت مقرر کیا ہوا ہے۔ ذکر کے بعد ایک مرتبہ یٰس شریف پڑھتا ہوں اور اسکے بعد دعا کرتا ہوں۔

اجان کبھی کبھی بڑی بے چینی بیقراری سی محسوس کرتا ہوں ایک دم خاموشی طاری ہوجاتی ہے۔کسی کام میں بھی طبیعت نہیں لگتی تنہاہی کا خواہش مند رہتا ہوں۔ کہ تنہاہی ملے تو اپنے دل کی بھڑاس روکر نکالوں۔آج رات بھی بعد نماز عشا یہی کیفیت تھی۔آپ کے ملفوظات کو پڑھ رہا تھا لیکن دل میں عجیب قسم کی تڑپ محسوس کرتا تھا۔جو زبان پر آگئی اور خدا سے یہ دعا کرتے کرتے نیند آگئی کہ اے خدا تو نے مجھ ناکارہ کو اپنے حبیب پاک رسول اللہ ﷺ کی اس سے پہلے کئی بار زیارت کرائی آج بھی کرادے۔ چنانچہ اسی دعا کے ساتھ نیند آگئی۔اور پھر خواب میں خود کو نانے ابا (گوٹے شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے مزار پر دیکھتا ہوں وہاں سے واپسی پر ایک جگہ مشاعرہ ہورہا ہے میں رک گیا لیکن لائٹ نہ ہونے کی وجہ سے مشاعرہ شروع نہیں ہوا۔میرے ہاتھ میں چند کتابیں بھی ہیں برابر والے بیٹھے شخص نے کتابیں مجھ سے لے کر دیکھا ان کتابوں میں (شمائل ترمذی) بھی ہے اس میں سے ان شخص نے ایک جگہ بلند آواز سے پڑھا۔خدا سے جو چاہتا ہے اس کو عطا کیا جاتا ہے۔اس کے بعد لائٹ آگئی فوراً مجھ کو اسٹیج پر بلالیا۔میں سوچ رہا تھا کہ مجھ کو تو کچھ آتا نہیں کیا سناؤں۔ فوراً ایک شعر میرے دماغ میں آیا جو بے قراری کا نتیجہ تھا۔زندگی کا خیال کرتا ہوں۔ کیسے گذری ملال کرتا ہوں۔سنا نہ پایا اور آنکھ کھل گئی۔اور اسی وقت یہ خواب قلم بند کرلیا جو پیش خدمت ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے سینہ مبارک پر ایک معصوم بچہ لیٹا آپ ﷺ کی داڑھی مبارک سے کھیل رہا ہے اور جب آپ ﷺ نے میری طرف دیکھا تو آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر مسکراہٹ اور میری آنکھ سے آنسو جاری ہوگئے۔خاص کر ذکر کے وقت وہ مسکراتا ہوا چہرہ مبارک صاف محسوس کررہا ہوں۔لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ آپ ﷺ نے توجہ تو فرمائی اور میں کچھ بھی عرض نہ کرسکا۔اب میں ایسا کون سا

عمل کروں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض حال بھی بیان کرسکوں۔اس وقت حال یہ ہے کہ اپنے اوپر جبر کر کے کچہری جاتا ہوں اس خیال سے کہ گھر میں والدین بیوی، بچوں کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔اور یہ بھی ایک عبادت ہے۔

آنجناب کے اتنی دور یعنی پاکستان تشریف لے جانے سے حقیقت یہ ہے کہ جس قدر دینی نقصان پہنچا ہے بیان سے باہر ہے۔عرض حال بڑی مشکل ڈر اور خوف کے ساتھ تحریر کر پا رہا ہوں۔کوئی بات خلاف ادب تحریر ہو خدارا معاف فرمائیں۔اہل مجلس کی خدمت میں سلام عرض۔فقط والسلام۔

خادم دعاؤں کا طالب سلیم

الجواب: عزیزم سید سلیم اطہر، زید قدرہ بعد سلام مسنونہ کہ تمہارا خط ملا۔ احوال معلوم ہوئے یہ مبشرات میں سے ہیں۔قابل مبارک باد ہیں۔اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں۔انشاءاللہ فیض روحانی پہنچتا رہے گا۔

مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابی

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم معظم قبلہ اجان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد آدائے آداب کے عرض خدمت اقدس میں یہ ہے کہ بندہ خیریت اور خدا کی ذات سے قوی امید ہے کہ آنجناب بھی بخیریت ہوں گے۔احوال ہے کہ بھائی محمد حسن صاحب کا بے حد مشکور ہوں کہ مل گئے کیونکہ اچانک آئے اور اتنی جلدی دستی احوال تحریر کرنا میرے لئے مشکل تھا۔جتنا مشکل جناب والا کو خط لکھنا ہے کسی اور کو کچھ نہیں۔ہفتوں لفظوں کو ناپ تول کر تحریر کر پاتا ہوں اس پر بھی ڈر خوف غالب رہتا ہے۔کہ کوئی لفظ خلاف ادب تحریر نہ ہوجائے۔جناب والا بھی میری نادانی اور نہ سمجھی سے خوب ہی واقف ہیں۔یقیناً معاف فرماتے رہتے ہیں۔اور معاف فرماتے رہیں گے۔

جسم یہاں مگر روح محفل درود شریف میں رہی۔جسم بھی وہیں ہوتا تو کچھ اور ہی لطف آتا۔گھر پر پچھلے سال کے پروگرام کا ٹیپ دیکھتا رہا۔

میری غیر حاضری کی حکمت مصلحت سے جناب والا ہی واقف ہیں۔بہر حال جب اور جس وقت بھی حکم ہوگا انشاءاللہ حاضر خدمت ہوجاؤں گا۔حکم کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہا ہوں۔

عثمان بھائی کا بھی کل فون آیا تھا خیریت سے ہیں زیبی کے تینوں بچے بھی اپنی ماں کے ساتھ کل ہی دہلی ایک ماہ رہ کر آئے ہیں خیریت سے ہیں۔ خدا کا شکر اور اس کا احسان ہے۔ کہ میرے والد مجھ سے آخری وقت تک خوش رہے اور والدہ محترمہ تو بہت ہی خوش ہیں۔ دعائیں دیتی رہتی ہیں۔ اور حضور والا کا درجہ تو والدین سے بھی بڑھ کر ہے۔ حضور والا کی ناراضگی خفگی میری طرف سے دل پر کسی بات کا ملال، میرے لئے باعث عذاب اور خوشی باعث نجات۔ خدا سے ہر وقت یہی دعا رہتی ہے کہ حضور والا مجھ سے خوش رہیں۔ تاکہ میری نجات کا ذریعہ بنا رہے۔ اعمال تو جیسے ہیں سوچ کر کانپ جاتا ہوں۔ اہل مجلس کی خدمت میں سلام عرض باقی حد ادب، سہواً کوئی لفظ خلاف ادب تحریر ہو اس کے لئے معافی کا طلب گار ہوں۔

فقط والسلام

خادم سلیم

الجواب: عزیز حاجی سلیم اطہر۔ بعد سلام مسنون

یہ کہ آپ کے خط سے آپ کی محبت اور آپ کا خلوص ظاہر ہے میں بھی آپ کی طرف سے غافل نہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ دعا گو ہوں وہ آپ پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔

مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابی

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم و محترم قبلہ اجان السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد آداب کے خدمت اقدس میں یہ ہے کہ بندہ بخیر ہے اور خدا کی ذات سے قوی امید کہ آپ بھی بخیر و عافیت ہوں گے۔ احوال یہ ہے کہ دربار نبی کریم ﷺ میں جو جناب والا نے بذریعہ بھائی زبیر فرمان جاری کیا تھا میں جبھی سمجھ گیا تھا کہ میرے ساتھ کچھ ہونے والا ہے۔ جس کے لئے میں اپنے آپ کو دربار نبی ہی میں تیار کر لیا تھا کہ میرے ساتھ جو کچھ اس عرصہ میں دکھ تکلیف پریشانی ہوئی اور ہو رہی ہے برداشت کرنے کی قوت مجھے اپنے میں پیدا کر لینی چاہئے۔ اسی کے پیش نظر میں نے انتہائی کوشش کی اور برداشت کرنے میں کافی حد تک کامیابی حاصل کی اور عرصہ میں اپنے رب سے ہی لو لگائے رکھی اور اسی سے اپنی تمام تکالیف و پریشانیوں کا اظہار کرتا رہا اور امداد طلب کرتا رہا۔ اور میرے رب نے بھی میرے حال پر بہت زیادہ کرم فرمایا اور غیب سے میری مدد فرمائی۔ زیبی کے انتقال سے ایک روز پہلے میں نے غیر اللہ سے سوال کیا اور نفی میں جواب پایا۔ میں نے یہ سوال زیبی کی دوا کے لئے کیا تھا اور نفی میں جواب ملا افسوس اس بات کا ہے کہ میں نے ایسا کیوں کیا جب کہ میں شروع سے اپنے رب سے ہی سوال کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ

میں جناب والا کو بھی اپنی پریشانی کے حالات لکھتا تھا اور کہتا تھا۔ میرا رب دلوں میں ڈالتا تھا اور میری مدد کراتا تھا۔ کہیں خدا کو غیر اللہ سے میرا سوال کرنا ناگوار تو نہیں گزرا جس کے باعث اس نے اگلے ہی روز زیبی کو اپنے پاس بلالیا۔ جناب والا کی زندگی سامنے نہ ہوتی تو واقعی میرے لئے تمام تکالیف کو برداشت کرنا بہت ہی دشوار ہوجاتا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ دربار نبی ﷺ میں جو فرمان آپ نے جاری فرمایا تھا۔ اس سے مجھے بے حد ہی سکون نصیب ہوا۔ دل روتا ہے اور چہرہ مسکراتا ہے۔ دل کس طرح روتا ہے اور چہرہ کس طرح مسکراتا ہے۔ یہ حقیقت آج معلوم ہوئی۔ اس رمضان المبارک کے مہینے میں خدا کا شکر ہے معمولات میں کسی بھی قسم کی کوئی کوتاہی نہیں ہوئی۔ اس دشواری اور پریشانی کے باوجود بھی ہر سال کی طرح شب برات کی رات سے درود شریف کا ایک چلہ روزانہ ۳۱۲۵ مرتبہ روزآنہ پڑھ کر ۲۵ روزہ تک سوا لاکھ مرتبہ پورا کرلیا۔ اور باقی وقت میں بے شمار پڑھتا رہا۔ اور اسی ماہ میں کئی خواب بہت اچھے دیکھے جن کو تحریر کررہا ہوں۔

خواب ۱: میں امامت کررہا ہوں۔ پہلی رکعت میں یٰسٓ شریف پڑھ رہا ہوں۔ مقتدیوں کے لقمہ کے ڈر سے رکوع میں چلا جاتا ہوں۔ دوسری رکعت میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ جب میں پڑھتے پڑھتے: ''وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ '' تک پہونچا تو وہی ڈر مقتدیوں کے لقمہ دینے کا پھر غالب آیا اور پھر رکوع میں چلا گیا۔ اور سلام پھیرا اور آنکھ کھل گئی۔

خواب ۲: یہ کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے یا میں خود ہی کہہ رہا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کے روضۂ مبارک پر بے شمار فرشتے ہر لمحہ درود وسلام بھیجتے رہتے ہیں اتنے میں میں خود کو دیکھتا ہوں کہ حضرت شاہ ولایت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر موٹے موٹے الفاظ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ سلیم تو ٹھیک کہتا ہے۔ واقعی ہر لمحہ

فرشتے درود وسلام بھیجتے رہتے ہیں لیکن ان فرشتوں میں بعض کلی کی شباہت لئے ہوئے ہیں اور بعض پھول کی شباہت لئے ہوئے ہیں۔

خواب ۳: ایک دس گیارہ سال کے بچے کی لاش چند حضرات درگاہ حضرت شاہ ولایت رحمۃ اللہ علیہ میں لائے اور ان کے ساتھ ایک اونٹ بھی ہے اور یہ اونٹ اس بچے کی لاش سے کچھ سوال کرنا چاہتا ہے۔ یہ سب منظر میں درگاہ کے ایک حجرہ سے کھڑے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ میں نے خواب زیبی کے انتقال سے دو تین پہلے دیکھا میں نے یہ خواب زیبی مرحوم کو سنایا اور اس کو تاکید کی کہ تو بھی ہر وقت درود شریف پڑھتا رہا کر۔ اس پر اس نے مجھے بتایا کہ ابو آپ جو کچھ بتاتے ہیں میں پڑھتا رہتا ہوں اور اسی دن شام کو عصر کے وقت اس کی حالت خراب ہونی شروع ہوئی پیشاب کے لئے چند قدم چلا لیکن چلا نہیں گیا اور بیٹھ گیا مجھ کو بلایا اور بلند آواز سے یٰسین شریف پڑھتا رہا مشکل سے پلنگ پر لٹایا میرے ہاتھ سے دودھ اور زم زم پیا اور خود ہی پلنگ پر سیدھا ہو کر لیٹ گیا اتنے میں مغرب کی اذان ہوگئی میرے منھ میں گھر کے کسی مرد نے کھجور دی اور پانی پی کر روزہ افطار کیا ہی تھا کہ دیکھا کہ زیبی کی روح پرواز کررہی ہے۔

خواب ۴: جناب والا ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ دیوبند شریف میں مقیم ہیں اور جناب والا نے مجھ کو دوسو روپیہ عنایت فرمائے میں ان روپیہ کو لے کر چلا راستہ میں ایک مسجد نظر آئی خیال ہوا کہ مغرب کی نماز ادا کرلی جائے۔ مسجد میں داخل ہوا۔ وضو کی مسجد بہت ہی چھوٹی سی ہے اور کھلی ہے جس کی چھت سے چاروں طرف کے مکانات اچھے طرح نظر آرہے ہیں ایک بزرگ نے مجھ سے امامت کے لئے کہا انکار کرنے پر نہ مانے مجبوراً مجھ کو امامت کرنی پڑی پہلی رکعت میں ''اَلَمْ تَرَ كَيْفَ'' پڑھی دوسری میں ''قُلْ هُوَ اللّٰهُ'' شریف پڑھی اور تیسری میں سلام پھیر کر دائیں

طرف حضور والا کو بیٹھے ہوئے دیکھا حضور والا بہت ہی خوش نظر آرہے ہیں مجھ سے مذاق فرمانے لگے اور فرمایا سلیم تو -تو میرا پیر بھائی ہے اس پر میں نے عرض کیا حضرت کیا فرمارہے ہیں میں تو آپ کا خادم ہوں بلکہ خادموں کا بھی خادم ہوں۔ آنکھ کھلنے پر پھر نہ سویا بلکہ سارا دن مست رہا۔

خواب ۵: ایک حال کمرہ ہے جس میں چند حضرات اور بھی ہیں اچانک وہ چند حضرات ایک دم کھڑے ہوگئے اور کلمہ شریف بلند آواز سے ادا کرنے لگے۔ دروازہ کی طرف جو دیکھا تو وہ خود بخود کھلتے نظر آرہے جیسے کہ حضور ﷺ کی سواری آرہی ہے یہ سنتے ہی میں بھی سمٹ کر کھڑا ہوگیا۔ کانپ رہا تھا اور زبان پر بلند آواز سے کلمہ شریف جاری تھا اور دروازہ کے پورے کیواڑ کھل چکے تھے جس وقت میری آنکھ کھلی تو بلند آواز سے کلمہ شریف ہی پڑھ رہا تھا۔

عید کے روز آنے جانے والوں کی کثرت رہی رات تک آتے جاتے رہے زندگی کا پہلا دن تھا کہ میں اس قدر بولا ہوں گا۔ بجائے اس کے آنے والے مجھ کو رولائیں میں ہی خود ان کو اللہ رسول کی بات بتا کر اور حضور کے حالات سنا کر مجھ سے بھی زیادہ غم تو حضور پر آچکے لیکن کسی کو محسوس تک نہیں ہوا۔ اور برداشت کرتے رہے اور کرتے ہیں میری تو ہمت ہی کیا ہے۔ لیکن یہ سب برداشت کی قوت حضور والا کی دین اور دعاؤں کا طفیل ہی تو ہے ورنہ میں کس قابل۔ اور اب مزید دعاؤں کا طلب گار ہوں کہ اس کے انتقال کے بعد جو مسائل پیش آنے والے ہیں ان سب کو بھی اپنے فضل وکرم سے آسان فرماوے۔ ان مسائل کو خوش اسلوبی سے حل کرنے کی قوت عنایت فرمادے۔ آمین۔ اجان دوران بیماری میری حاضری نہ ہوئی ہوتی اس کے علاوہ آنجناب کے تصرفات شامل حال نہ ہوتے تو میرے لئے بہت ہی مشکل تھا اپنے آپ کو سنبھالنا اور ان حالات کا مقابلہ کرنا اور برداشت کرنا اور اب

آئندہ کے حالات کا مقابلہ کرنا ان کے برداشت کرنے کیلئے حاضری اور تصرفات کا شامل حال رہنا نہایت ضروری ہے۔ بس خدا کیلئے یہی ایک درخواست ہے۔ اہل مجلس کی خدمت میں سلام عرض کے ساتھ طالب دعا اور طالب دید اور تمام تحریر میں کوئی بات خلاف ادب تحریر ہوگئی ہو اس کا معافی کا طلب گار بن کر خط ختم کرتا ہوں۔

بوقت تکفین محمد حسن صاحب عثمان بھائی تشریف لائے تھے۔ اور بعد عید کے پیر جی محبوب صاحب بھی آئے تھے۔ ان کی طبیعت خراب چل رہی ہے۔ یادداشت بے حد کمزور ہوگئی ہے۔ چہرہ پر ورم محسوس ہوتا ہے زبان پر بھی اثر ہے۔ دعا کی درخواست کرتے تھے اور سلام پیش کرتے تھے۔ فقط والسلام

طالب دعا

سلیم

۲۶/جنوری ۱۹۹۹ء

الجواب: عزیز الحاج سلیم اطہر صاحب زید قدرہ۔ بعد سلام مسنون یہ کہ آپ کے مفصل نامے ملے۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ امید وبیم کے درمیان زندگی گذرنا بہتر ہے۔ حضور ﷺ کا فیضان مبارک اولیاء کاملین کی معرفت آپ کے قلب تک پہونچ رہا ہے۔ میں آپ کو اور آپ کے اہل وعیال کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔ والسلام

مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابی

☆☆☆

شیخ الشیوخ

حضرت شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم اَمَّا بَعْدُ

خرقۂ ارادت اور خرقۂ تبرک

دستارِ مشائخ دو طرح کی ہوتی ہیں ایک دستار ارادت اور ایک خرقۂ تبرک۔ اور مشائخ اپنے مریدین کے لئے جو خرقہ اختیار کرتے ہیں اور انہیں پہناتے ہیں وہ خرقہ ارادت ہے، خرقہ تبرک، خرقہ ارادت سے ملتا جلتا خرقہ ہی ہوتا ہے، دستار ارادت مرید حقیقی کے لئے مختص ہے اور خرقہ تبرک متشبہ کے لئے (مرید غیر حقیقی) جو حقیقتاً مرید نہیں لیکن ان جیسا بننا چاہتا ہے۔ (یہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ جو جس جماعت کے مشابہ ہوتا ہے اس کا شمار اسی جماعت میں کیا جاتا ہے) اس طرح مرید متشبہ بھی جماعت مریدین ہی میں شمار کیا جاتا ہے۔ دستار کا راز یہ ہے کہ جب ایک طالب صادق شیخ کی صحبت میں داخل ہوتا ہے اور خود کو شیخ کی سپردگی میں دیدیتا

ہے تو اس وقت وہ ایک چھوٹے بچے کی طرح ہوتا ہے جو اپنے باپ کے پاس اور اس کی نگہداشت میں ہوتا ہے، اور شیخ کو فقر صادق اور حسن استقامت کی بدولت جو کچھ علم حاصل ہوا ہے وہ اسی علم باطن اور اپنی زبردست بصیرت کے مطابق اپنے اس مرید کے باطن کی نگرانی کرتا ہے چنانچہ اگر مرید (اپنے زہد پر اعتبار کرتے ہوئے) زاہدوں اور قانع درویشوں (متقشفین) کی طرح موٹا اور کھردرا لباس پہننا شروع کر دیتا ہے (اور ابھی وہ اس کا اہل نہیں ہوا ہے) اور اس کے نفس میں جو ایک پوشیدہ خواہش ہے اس کی بنا پر وہ چاہتا ہے کہ یہ لباس پہننے کے بعد اس کو زاہد سمجھا جائے تو شیخ (اس کے اس باطن خبر دار ہو کر) اس کو نرم و لطیف لباس پہنواتا ہے اور اگر مرید کی یہ خواہش ہوتی ہے اور اس کا نفس چاہتا ہے کہ وہ چھوٹی آستین، یا لمبی آستین اور فراخ دامن کا مخصوص لباس پہنے یا وہ نرم یا سخت لباس میں سے بالتخصیص کسی ایک لباس کو پسند کرتا ہے تو شیخ اس کو ایسا لباس پہنواتا ہے جس سے اس کی جھوٹی خواہش نفسانی کو شکست ہو اور کبھی مرید بدن پر نرم اور باریک کپڑے پہنے ہوتے ہیں! اس کو کسی مخصوص طرز اور وضع کے لباس کی خواہش ہوتی ہے تو شیخ اس کی خواہش کو مٹانے اور پامال کرنے کے لئے اس کے خلاف لباس پہناتا ہے۔

شیخ مرید کے اطوار کی اصلاح کرتا ہے

جس طرح شیخ لباس کے معاملہ میں مرید کی اصلاح کرتا ہے اسی طرح وہ مرید کے کھانے پینے، روزہ رکھنے نہ رکھنے اور دوسرے دینی کاموں میں تصرف کرتا ہے اور ایسا طریقہ اختیار کرتا ہے جس میں مرید کی بھلائی ہو چنانچہ کبھی وہ اس کو ہر وقت ذکر میں مشغول رکھتا ہے، نماز (فرائض) کے ساتھ نفلوں کا پڑھنا ضروری کر دیتا ہے، تلاوت کلام اللہ میں مصروف رکھتا ہے یا دوسروں کی خدمت میں لگا دیتا ہے،

کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس کو کسب معاش میں لگا دیتا ہے، یا کبھی فتوحات کے ذریعے گزر بسر کرنے کا حکم دیدیا جاتا ہے۔ غرضیکہ شیخ کو انشراح باطن ہوتا ہے اور مختلف مریدوں کی مختلف استعدادات پر اس کو اطلاع ہوتی ہے (جو مرید جیسی اصلاح وتربیت کا اہل ہوتا ہے ویسی ہی اس کی اصلاح اور تربیت کی جاتی ہے اور مرید کو معاد ومعاش میں اس کی استعداد کے مطابق حکم دیتا ہے کہ اسی میں اس کی اصلاح حال پنہاں ہوتی ہے، چونکہ مریدوں کی استعداد وصلاحیت مختلف ہوتی ہے اس لئے ان کی معاد ومعاش کے سلسلہ میں احکام بھی مختلف ہوتے ہیں۔

دعوت مراتب کا فرق استعداد

چونکہ مریدوں کی استعداد میں تنوع اور اختلاف پایا جاتا ہے اس لئے ان کی دعوت ہدایت کے طریقے بھی مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ .

اے رسول ﷺ! آپ کے راستے کی طرف لوگوں کو حکمت، عمدہ نصیحت کے ساتھ بلاؤ اور ان سے احسن طریقے پر بحث کرو!

اس سے ثابت ہوا کہ دعوتِ ہدایت کے تین مراتب ہیں، حکمت، موعظت اور مجالدہ (بحث) پس جس کو حکمت کے ذریعہ دعوت دی جائے گی اس کو موعظت اور مجادلہ کے ذریعہ دعوت نہیں دی جائے گی اور جس کو موعظت اور مجادلہ کے ذریعہ دعوت کی ضرورت ہے اس کے لئے حکمت کا ذریعہ سودمند نہیں ہوگا۔ ہر ایک کا مرتبہ الگ الگ ہے، پس شیخ کو اس کا علم ہوتا ہے کہ مریدوں اور طالبان حق میں کون ابرار کی وضع پر ہے۔ اور کون مقربین کے ڈھنگ اور طرز پر ہے۔ کس کو ذکر دوام کی

ضرورت ہے اور کس کے لئے ضرورت ہے کہ وہ ہمیشہ نمازیں پڑھتا رہے کون ایسا ہے کہ اس کے لئے موٹے کپڑے یا باریک کپڑے پہننا مناسب ہے۔ اس طرح وہ مرید کی عادت چھڑا کر اس کو نفس کے ضغطہ سے نکال لیتا ہے اور پھر اس کو اپنے اختیار سے اس کی حالت کے مطابق کھلاتا ہے اور اپنے اختیار سے جیسا اس کے مناسب حال ہوتا ہے لباس پہناتا ہے اور اس کی وضع اور ہیئت معین کرتا ہے اور اس طرح مخصوص خرقہ اور ہیئت سے اس کی خواہشاتِ نفسانی کا علاج کرتا ہے اور اس طرح وہ مرید کو راضی برضائے الٰہی ہونے کی تربیت دیتا ہے۔ (مقام رضا کے قریب لا کر کھڑا کر دیتا ہے)۔

حقیقی مرید ایک مارگزیدہ شخص کی طرح ہے

وہ مرید صادق جس کا باطن آتش ارادت سے شعلہ بار ہے وہ ابتدائے کار (کارِارادت) اور شدت ارادت میں ایک مارگزیدہ شخص کی طرح ہوتا ہے جو (زہر کا اثر زائل کرنے کے لئے) دوا دارو اور جھاڑ پھونک کرنے والے کا متلاشی اور حریص ہوتا ہے، (ڈھونڈتا پھرتا ہے کہ کوئی ایسا مل جائے جو یہ اثر زائل کردے۔) اور جب اسے ایسا شیخ مل جاتا ہے تو شیخ کے باطن سے ایسے مرید کے لئے خود بخود ایک توجہ صادق نمودار ہوتی ہے جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شیخ کو اس کی سچی ارادت سے آگہی ہے اور خود مرید کا باطن بھی شیخ کی محبت سے معمور اور لبریز ہوجاتا ہے، دلوں کی یہ باہمی الفت ارواح کی یہ باہمی قربت اور ازل سے دنوں میں جو باطنی رابطہ تھا اس کا یہ ظہور محض اللہ کے لئے، اللہ کی طرف سے اللہ کے ساتھ ہوتا ہے کوئی نفسانی غرض اس میں شامل نہیں ہوتی محض اللہ تعالیٰ کے لئے یہ رابطہ اور تعلق پیدا ہوتا ہے اس لئے وہ قمیص جو مرید صادق شیخ سے حاصل کرتا ہے اور شیخ اسے پہناتا

ہے۔ وہ ایک ایسا خرقہ ہے جو مرید کو اس امر کی بشارت اور نوید دیتا ہے کہ شیخ کی خصوصی توجہ اس کے حال پر مبذول ہے اور یہ خرقہ (قمیص) مرید کے لئے وہی کام کرتا ہے جو حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا (کہ ان کی بصارت واپس آگئی تھی)۔

قمیص یوسف علیہ السلام کی اصل کیا تھی؟

منقول ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے (آتش نمرود میں آپ کو پھینکا گیا تو آپ کے بدن سے تمام کپڑے اتار لئے گئے تھے اور آپ کو برہنہ آتش نمرود میں ڈال دیا گیا تھا۔ اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کے لئے بہشت سے حریر کا ایک حلہ لے کر آئے اور ان کو پہنایا، مدتوں یہی حلہ (قمیص) حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس رہا پھر ان سے ان کے فرزند حضرت اسحاق علیہ السلام کو ورثہ میں ملا۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس ترکہ میں پہنچا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس قمیص کو ایک تعویذ میں رکھ کر حضرت یوسف علیہ السلام کے گلے میں ڈال دیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام اس تعویذ کو ہمیشہ پہنے رہتے تھے اور خود سے کبھی جدا نہیں کرتے تھے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو (بھائیوں نے) برہنہ کنوئیں میں ڈال دیا تو جبرئیل علیہ السلام ان کے پاس آئے اور آپ کے تعویذ سے وہ قمیص ابراہیمی نکال کر حضرت یوسف علیہ السلام کو پہنا دی۔

شیخ مجاہد باسناد شیوخ مروی ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام بہت زبردست عالم تھے۔ (اللہ تعالیٰ نے ان کو علم سے نوازا تھا) لیکن ان کو یہ علم نہیں تھا کہ ان کی اس قمیص سے یعقوب علیہ السلام کی بصارت (جو ان کے فراق میں روتے روتے زائل ہوگئی تھی) واپس آجائے گی کیونکہ یہ قمیص حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تھی، اسی سلسلہ میں

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں کہ حضرت یوسف علیہ السلام سے جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ تم اپنی قمیص (باپ کے پاس کنعان) بھیج دو، اس لئے کہ اس میں بہشت کی خوشبو ہے یہ جس مصیبت زدہ یا بیمار کو سنگھائی جاتی ہے وہ تندرست ہوجاتا ہے چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایسا ہی کیا اور (فارتد بصیراً) ان کو بینائی واپس مل گئی۔

(عوارف المعارف ص ۲۴۱ تا ۲۴۳)

شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ علامہ شمس صدیقی

☆☆☆

خانقاہ نشینوں کی فضیلت

وہ گھر جن میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَیُذۡکَرَ فِیۡهَا اسۡمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیۡهَا بِالۡغُدُوِّ وَالۡاٰصَالِ. رِجَالٌ لَّا تُلۡهِیۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیۡتَآءِ الزَّکٰوةِ یَخَافُوۡنَ یَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِیۡهِ الۡقُلُوۡبُ وَالۡاَبۡصَارُ.

”یہ وہ گھر ہیں جن کے لئے اللہ نے حکم دیا ہے کہ وہاں خدا کا ذکر بلند کیا جائے وہاں وہ لوگ صبح و شام خداوند تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں اور اسی کا نام لیتے ہیں جنہیں خدا کے ذکر نماز ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت غافل کرتی ہے اور نہ خرید و فروخت یہ لوگ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہو جائیں گی“۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ”فی بیوتٍ“ یہ وہ گھر ہیں سے مراد مسجد ہیں بعض اصحاب کہتے ہیں کہ اس سے مراد مدینۃ الرسول کے مکانات ہیں، بعض مفسرین کا

خیال ہے کہ اس سے مراد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکانات ہیں اور کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ان گھروں میں علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کا گھر بھی شامل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ہاں“ وہ ان میں بڑھ کر ہے۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمین کے تمام گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سجدہ گاہ بنا دیئے گئے ہیں اس اعتبار سے ذکر کرنے والے لوگوں کی تخصیص کی گئی ہے نہ کہ جگہوں کی چہار دیواری کی۔ یعنی آیت مندرجہ بالا میں اہمیت ذاکرین کی ہے نہ کسی مخصوص چہار دیواری یا گھر کی۔ پس جس جگہ اور جس مقام پر بھی ذاکرین جمع ہوں گے وہی مقامات ایسے گھر مراد لئے جائیں گے جن میں خدا کے حکم سے اس کا ذکر صبح و شام بلند کیا جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی صراحت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی ایسی صبح اور شام نہیں گزرتی کہ زمین کے بعض حصے دوسرے حصوں سے یہ نہ پوچھتے ہوں کہ ”آج تم پر کوئی ایسا شخص گزرا ہے جس نے تم پر تمہاری جگہ پر نماز پڑھی ہو یا اللہ کا ذکر کیا ہو، پس بعض مقامات اثبات میں اور بعض نفی میں جواب دیتے ہیں جو اجزاء اثبات میں جواب دیتے ہیں ان کو دوسرے اجزاءِ زمین پر فوقیت و فضیلت دی جاتی ہے اور جو بندہ کسی خطہ زمین پر اللہ کا ذکر کرتا ہے یا نماز ادا کرتا ہے تو وہ خطہ زمین خداوند تعالیٰ کے حضور میں اس بات کی شہادت دیتا ہے اور اس عبادت گزار بندے کے مرنے پر روتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد موجود ہے۔ فَمَا بَکَتۡ عَلَیۡهِمُ السَّمَآءُ وَالۡاَرۡضُ. اور ان (کافروں کے مرنے) پر آسمان اور زمین نہیں روتے۔ اس ارشاد ربانی سے

یہ نکتہ ظاہر ہوتا ہے کہ اہل طاعت کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ آسمان اور زمین ان (کی موت) پر گریہ کناں ہوتے ہیں اور ان پر نہیں روتے جو دنیا کی طرف مائل اور خواہشات نفسانی کے پابند ہوتے ہیں۔ پس ساکنان خانقاہ وہ لوگ ہیں جن کے نفوس طاعت الٰہی میں مشغول ہیں اور اس سے ان کا ارتباط ہے اور دنیا کو چھوڑ کر اللہ کی طرف ہمہ تن مشغول ہیں (اس جزا میں) اللہ تعالیٰ نے دنیا کو ان کا خادم بنا دیا ہے (وہ دنیا کے خادم نہیں ہیں)۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے (سب کچھ اللہ کے لئے چھوڑ دیتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اس کی روزی اور رزق ایسی جگہ سے دیدیتا ہے جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا، اور جو کوئی دنیا کا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو ہمہ تن دنیا کے سپرد کر دیتا ہے۔

لفظ ''رباط'' کی تحقیق اور اس کی اصل

رباط لغت میں اس مقام اور جگہ کو کہتے ہیں جہاں گھوڑے باندھے جاتے ہیں (یعنی اصطبل) پھر اس لفظ کو ان سرحدوں کے لئے استعمال کیا جانے لگا جو مملکت اسلامیہ اور مملکت کفار کی حد فاصل ہوتی ہے (ثغر) اور قوم یا دوسرے لوگ (سپاہی) جن کی حفاظت کرتے ہیں پس جس طرح سرحد کا محافظ مجاہد اپنے ملک کی حفاظت کرتا ہے اسی طرح وہ شخص جو خانقاہ نشین ہے، رباط میں رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی طاعت میں مشغول ہے وہ بھی دعاؤں اور اطاعت گزاری سے بندوں اور شہروں سے بلاؤں کو دفع کرتا ہے۔

شیخ العالم رضی الدین ابوالخیر احمد بن اسماعیل قزوینی نے اپنے مشائخ کی اسناد کے ساتھ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول خدا

ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ نیک اور صالح مسلمان کے ذریعہ اس کے سو گھر والوں اور پڑوسیوں سے بلاؤں کو ٹال دیتا ہے''۔

رسول اکرم ﷺ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ''اگر اللہ کے عبادت گزار بندے، شیر خوار بچے اور چرنے والے مویشی نہ ہوتے اللہ تعالیٰ تم پر ایسا عذاب نازل فرماتا کہ تم سب (کافر) اس عذاب میں پس کر رہ جاتے''۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اللہ تعالیٰ ایک نیک آدمی کی بدولت اس کی اولاد کی اولاد اس کے گھر والوں اور پڑوسیوں کے کاموں کو سدھار دیتا ہے اور جب تک وہ نیک بندہ ان کے ساتھ رہتا ہے وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں رہتے ہیں''۔

داؤد بن صالح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''اے ابن عم! کیا تمہیں خبر ہے کہ یہ آیت کس بارے میں نازل ہوئی تھی۔

اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا.

(صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور ثابت قدم رہو)۔

میں نے کہا جی نہیں، مجھے نہیں معلوم! انہوں نے فرمایا اے برادر زادے! رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ایسی جگہیں نہیں تھیں جن میں گھوڑے باندھے جائیں (اصطبل نہیں بنائے گئے تھے) پس یہاں ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا مراد ہے اور رابطوا سے مراد جہاد نفس ہے اور جو خانقاہ میں رہتا ہے وہ مجاہد نفس ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ. ''اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کا حق ہے''۔

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ یہاں جہاد سے مراد ''مجاہدہ نفس'' اور مجاہدۂ خواہشات ہے کہ اس کے ذریعہ جہاد کا حق ادا ہوتا ہے یہی جہاد اکبر ہے جیسا کہ خبر میں آیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض غزوات سے واپس تشریف لائے تو اس وقت آپ نے فرمایا:

رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلٰی جِهَادِ الْاَکْبَرِ! ''ہم جہاد اصغر سے لوٹ کر جہاد اکبر کے لئے آ گئے ہیں''۔

روایت ہے کہ کسی بندۂ صالح نے اپنے بھائی کو خط لکھا جس میں اس کو غزوہ میں شرکت کی دعوت دی تھی اور اس کو لکھا تھا کہ ''اے بھائی تمام سرحدیں میرے ایک گھر میں جمع ہوگئی ہیں اور مجھ پر گھر کا دروازہ بند ہوگیا ہے''۔ اس کے بھائی نے اس کے جواب میں لکھا:

''اگر تمام لوگ یہی طریقہ اختیار کریں جو تم نے اختیار کیا ہے تو مسلمانوں کے تمام کام درہم و برہم ہو جائیں اور کفار غالب آ جائیں اس لئے جنگ و جہاد بہت ضروری ہے''۔ اس جواب کے جواب میں اسکے بھائی نے لکھا: ''اے برادر عزیز! اگر تمام لوگ وہ کام کرنے لگیں جس میں میں مصروف ہوں اور وہ اپنے زاویوں میں اپنے مصلوں پر بیٹھ کر ''اللہ اکبر کا نعرہ لگائیں تو مسلمان قسطنطنیہ کے قلعہ کو منہدم کر دیں:

بعض دانشمندوں نے کہا ہے: ''عبادت خانوں سے آوازوں (تکبیرات وتسبیحات) کا بلند ہونا جب کہ حسن نیت کے ساتھ ہوں اور خلوص قلب شامل ہو۔ ان تمام گرہوں کو کھول دیتا ہے جن کو گردش فلکی مضبوطی سے باندھ دیتی ہے (تقدیر کے مسئلے حل ہو جاتے ہیں اور گرہیں کھل جاتی ہیں)۔

پس اگر خانقاہ والے صحیح طور پر اپنے مقاصد (روحانی) پر عمل پیرا ہوں حسن معاملت اور رعایت اوقات کو ملحوظ رکھیں اور ان چیزوں سے گریز کریں جو اعمال کو

ضائع کرنے والی ہیں اور اعمال کو درست کرنے والے باتوں پر سختی سے قائم رہیں تو وہ ملک وملت کے لئے خیر و برکت کا باعث ہو سکتے ہیں۔

حضرت سِرّی سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت سِرّی سطقی رحمۃ اللہ علیہ اس ارشاد ربانی ''اِصْبِرُوْا وَصَابِرُوْ وَرَابِطُوْا.'' کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ:

''سلامتی کی توقع رکھتے ہوئے شدائد دنیوی پر صبر کرو اور جنگ (جہاد) کے وقت ثابت قدمی کا مظاہرہ کرو اور نفس لوّامہ کی خواہشات کو روک دو اور ان باتوں سے بچو جن کا انجام ندامت ہے، جب یہ شرائط بجالاؤ گے تو امید ہے کہ عزت وکرامت کی بساط پر تم کامیابی حاصل کر سکو''۔ بعض حضرات نے اس ارشاد ربانی کی اس طرح تشریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے میرے بندو! میری بلاؤ پر صبر کرو، میری نعمتوں پر اپنی حد سے تجاوز نہ کرو، میرے دشمن کے گھر پہنچ کر جہاد کرو، میرے سوا سے محبت کرنے سے بچو، شاید کہ کل قیامت میں تم میرے دیدار سے کامیاب ہو جاؤ''۔

خانقاہ نشینوں کے فرائض

خانقاہ نشینوں کے فرائض میں داخل ہے کہ مخلوق سے قطع تعلق کرلیں، اور حق کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑیں، ترک کسب کر کے مسبب الاسباب کی کفالت پر اکتفا کریں، میل جول اور ارتباط سے اپنے نفس کو روکیں، برے کاموں سے اجتناب کریں اور اپنی تمام پچھلی عادتوں کو ترک کر کے رات دن عبادت میں مشغول رہیں، اپنے اوقات کی نگہداری کریں، اوراد و وظائف میں مصروف رہیں، نمازوں کا انتظار

کریں (نماز ادا کرنے کے لئے تیار رہیں) اور غفلتوں سے خود کو محفوظ رکھیں، اگر ان باتوں پر اہل خانقاہ وزاویہ نشین عمل پیرا ہوجائے گا تو وہ ایک زبردست مجاہد (مرابط) بن جائے گا۔

حضرت رسالت پناہ ﷺ کا ارشاد

میرے شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشائخ کی اسناد وطرق سے حضرت سعید بن مسیّب سے بہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مکروہات (دنیا) میں وضو کا پورا کرنا اور قدموں کا مسجدوں کی طرف بڑھانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، تمام خطاؤں کو اچھی طرح دھوڈالتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

”سنو! میں تم کو اس بات کی خبر دوں جس سے اللہ تعالیٰ تمہاری خطا میں معاف اور تمہارے درجات بلند فرمادے گا“۔

لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ضرور ارشاد فرمایئے! حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ”مکروہات میں وضو کا پورا کرنا، مسجدوں کی طرف کثرت سے قدم بڑھانا، اور ایک نماز (ادا کرنے) کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا رباط ہے، یہ رباط ہے، یعنی اس میں جہاد کا ثواب ہے“۔ (عوارف المعارف ص ۲۴۵ تا ۲۴۸)

☆☆☆

خانقاہ نشینوں کی اہل صُفّہ سے مشابہت

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ اَمَّا بَعۡدُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَمَسۡجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقۡوٰی مِنۡ اَوَّلِ یَوۡمٍ اَحَقُّ اَنۡ تَقُوۡمَ فِیۡہِ، فِیۡہِ رِجَالٌ یُّحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّتَطَہَّرُوۡا وَاللّٰہُ یُحِبُّ الۡمُطَّہِّرِیۡنَ. صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ.

(بیشک وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ اور پرہیزگاری پر رکھی گئی پہلے ہی دن سے اس بات کی مستحق تھی کہ آپ اس میں قیام فرمائیں، اس (مسجد) میں ایسے لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ خوب ہی پاک وصاف ہوں، بیشک اللہ تعالیٰ اہل طہارت کو دوست رکھتا ہے)۔ (سورہ توبہ:۱۰۸)

اصحابِ رسول ﷺ کا وصف

اس ارشاد ربانی میں اصحاب رسول اللہ ﷺ کی تعریف کی گئی ہے، جب ان سے پوچھا گیا کہ تم لوگ کیا عمل کرتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہاری اس قدر تعریف (طہارت کے سلسلہ میں) فرمائی ہے ان حضرات نے جواب دیا کہ ہم ڈھیلے لینے کے بعد پانی سے طہارت کرتے ہیں۔ یہ اور اس قسم کے جو دوسرے آداب طہارت

ہیں وہ صوفیہ کا روزمرہ کا معمول ہیں وہ ہر وقت اپنی خانقاہ میں رہتے ہیں اور اس کی خبر گیری کرتے رہتے ہیں گویا رباط (خانقاہ) ان کا گھر ہے اور وہی ان کا خیمہ وخواب گاہ ہے، جس طرح ہر قوم کے افراد کے گھر ہوتے ہیں اسی طرح صوفیہ کے گھر خانقاہیں ہیں پس اس صورت میں وہ اہل صفہ سے مشابہ ہیں اس مشابہت کا مزید ثبوت اس حدیث شریف سے ملتا ہے جو حضرت ابوزرعہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مشائخ کی اسناد سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

”جب کوئی شخص مدینۃ الرسول میں باہر سے آتا اور اس کا یہاں کوئی شناسا ہوتا تو وہ اس کے یہاں قیام کرتا اور اگر کوئی جان پہچان نہ ہوتی تو وہ صفہ پر آجاتا اور یہاں قیام کرتا میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے اہل صفہ کے ساتھ قیام کیا تھا (یعنی مجھے بھی اہل صفہ کے ساتھ قیام کرنے کا اتفاق ہوا ہے“۔

پس اہل رباط بھی ایسے لوگ ہیں جن کے آپس میں ربط وضبط ہوتا ہے ان کے ارادے یکساں اور عزم ایک جیسا ہوتا ہے اور سب کے احوال میں یک رنگی ہوتی ہے ان کا یہ ربط باہمی اہل جنت جیسا ہے جس کا قرآن پاک میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے۔ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰی سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ.

”اور ان کے سینوں سے جو کینا اور رنجش تھی اس کو نکال دیا اور وہ بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے تخت پر بیٹھے ہوئے ہیں۔“

یہ آمنے سامنے بیٹھا رہنا اس وجہ سے ہے کہ اب ان کا ظاہر و باطن یکساں ہو گیا ہے، اگر کوئی شخص اپنے کسی بھائی سے دل میں کینہ رکھتا ہے تو ہر چند کہ اس کا رخ اس کے سامنے ہو (وہ سامنے بیٹھا ہو) لیکن اس کے لئے مقابلہ (آمنے سامنے) کا لفظ استعمال نہیں کیا جائے گا اور اہل صفہ اس آیت کے مصداق تھے (کیونکہ ان کے دل کینے سے پاک وصاف تھے) کینہ، حسد دنیا داری سے پیدا

ہوتا ہے جب دنیا کے جھمیلے ساتھ ہوتے ہیں تو دل میں یہ چیزیں بھی پیدا ہو جاتی ہیں اور ان کے دل دنیا سے بالکل الگ تھلگ تھے، دنیا کی محبت ان تمام برائیوں کی اصل ہے اور تمام گناہوں کی جڑ ہے اور اہل صفہ نے دنیا کے جھمیلوں سے قطع تعلق کر لیا تھا نہ وہ کھیتی باڑی کرتے تھے اور نہ وہ جانور (مال مویشی) پالتے تھے (جس سے دلوں میں حسد اور کینہ پیدا ہوتا) پس ان کے دلوں سے کینہ فٹ گیا اور حسد رخصت ہو گیا۔ یہی حال اہل خانقاہ کا ہے کہ وہ ظاہر اور باطن میں یک رنگ ہیں۔ باہمی الفت اور محبت میں ان میں یکسانیت ہے اور اس پر سب جمع ہیں ایک ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں ان کی باہمی گفتگو میں یک رنگی ہے اختلاف نہیں ہے یعنی اکٹھے گفتگو کرتے ہیں، اکٹھے کھاتے پیتے ہیں اور اس اجتماعی زندگی کی برکت سے بخوبی واقف ہیں۔

اکٹھے ہو کر کھانا برکت ہے

وحشی بن حرب اپنے والد اور اپنے دادا کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کھاتے ہیں لیکن سیر نہیں ہوتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر ارشاد فرمایا کہ شاید تم لوگ الگ الگ بیٹھ کر کھانا کھاتے ہو۔ تم اکٹھے ہو کر خدا کا نام لے کر کھانا کھاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اس میں برکت پیدا کرے گا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کبھی خوان میں کھانا کھایا اور نہ کبھی بڑے پیالے میں اور نہ کبھی آپ کے لئے چپاتی پکائی گئی (نہ کبھی چپاتیاں تناول فرمائیں۔ لوگوں نے دریافت کیا کہ پھر آپ کس چیز پر کھانا نوش فرماتے تھے؟ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ آپ دسترخوان (سفرہ) پر کھانا تناول فرماتے تھے۔

عزلت نشینی

اگر کوئی کہے کہ عابدوں اور زاہدوں نے الگ تھلگ رہنا کیوں اختیار کیا اور اجتماعی زندگی سے ان کے گریز کا کیا سبب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس تنہائی کو آفات سے محفوظ رہنے کے لئے اختیار کیا ہے کہ اجتماع میں آفتوں کا سامنا ہے، ان کے نفوس خواہشوں میں گرفتار ہو کر ان چیزوں پر غور کرنے لگتے ہیں جو ان کا مقصود اصلی نہیں ہیں۔ اس صورت میں ان کو تنہائی اور عزلت نشینی ہی میں سلامتی نظر آئی۔ صوفیہ نے اپنی قوت عمل اور روحانی قوت سے جب یہ برائیاں اپنے نفوس سے دور کردیں (جو اجتماعی زندگی سے پیدا ہوتی ہیں) تو انہوں نے اپنے زاویوں اور خانقاہوں میں اپنے مصلوں (سجادوں) پر جمع ہونا ہی مناسب سمجھا۔ چنانچہ ان لوگوں میں سے ہر ایک کا اپنا سجادہ (مصلی) اس کا زاویہ بن گیا۔ اور پھر ہر ایک اپنے مقصد میں مصروف وکوشاں ہوگیا۔ اور ان میں سے ایک بھی ایسا نہیں کہ اس نے اپنے سجادہ (زاویہ) سے قدم باہر رکھنے کا قصد کیا ہو یا اس سلسلہ میں کوشش کی ہو کہ وہ اپنے سجادہ سے باہر نکلے۔ ان کی یہ سجادہ نشینی سنت رسول ﷺ بھی ہے جس کا ثبوت یہ حدیث بھی ہے کہ حضرت ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے: آپ نے فرمایا کہ:

”میں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے کھجور کی چھال کی چٹائی بنائی تھی جس پر آپ رات کی نماز (تہجد) ادا فرمایا کرتے تھے“۔

ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ آپ مسجد میں اپنے لئے کھجور (کی چٹائی) کا ایک چھوٹا مصلّٰی نماز پڑھنے کے لئے بچھایا کرتے تھے۔

زاویے اور خانقاہ میں نوجوان، بوڑھے، خادم اور تنہائی پسند ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں لیکن ان سب میں مشائخ ضعیف گوشہ نشینی کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور وہ اس کے لئے زیادہ موزوں ہیں، اس اعتبار سے کہ ان کا نفس آرام اور خواب کا زیادہ خواستگار ہوتا ہے وہ اپنی حرکات وسکنات میں آزادی کو زیادہ پسند کرتے ہیں اسلئے وہ تصرف اور آرام کے خواہاں رہتے ہیں، برخلاف نوجوانوں کے کہ ان کی طبیعت زاویہ نشینی اور جماعت خانے میں بیٹھے رہنے سے گریز کرتی ہے اور غیروں کی نظریں ان پر پڑتی رہتی ہیں اس کے لئے مقید ہو کر رہنا تادیب کا ذریعہ ہے لیکن یہ بات اس وقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک جماعت خانے یا خانقاہ میں حفظ اوقات، ضبط انفاس اور حواس کی نگہداشت کا انتظام اور اہتمام نہ ہو، یعنی خانقاہ میں ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جو جوانوں کے حفظ اوقات، ضبط انفاق اور تربیت حواس کا انتظام واہتمام کرسکیں، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین کرتے تھے۔

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُّغْنِيهِ (آج کے دن ان میں سے ہر ایک کی نرالی شان ہے جو ان کے لئے کافی ہے) اصحاب رسول اللہ ﷺ کو آخرت کی فکر اس طرح دامن گیر تھی کہ ان کو ایک دوسرے کے مال کی خبر نہیں ہوتی تھی پس ارباب صدق اور صوفیہ کے لئے یہ سزاوار ہے کہ ان کا اجتماع ان کے تضیع اوقات کا موجب نہ ہو (ورنہ یہ اجتماعی ہیئت بالکل بیکار اور مضرت رساں سال ہوگی) اور اگر جوانوں کے اوقات میں لہو ولعب اور لذائذ زندگی کے خلل انداز ہونے کا امکان ہو تو پھر ان کے لئے یہی بہتر ہے کہ وہ تنہائی طلب کریں اور گوشہ نشینی کو اپنے لئے لازم کرلیں، ایسی صورت میں شیخ زاویہ یہ جوان کو ایک گوشہ خلوت عطا کردے تاکہ اس سے وابستہ ہو کر اپنے نفس کو خواہشات اور فضول باتوں سے باز رکھے اور اس طرف اس کا خیال نہ جائے۔

شیخ کو جماعت خانہ (زاویہ) میں رہنا چاہئے کہ اس کی حالت میں پختگی ہوتی ہے اور وہ لوگوں کی مدارات کو گوارا کرسکتا ہے۔ اور صحبت واختلاف کے ناپسندیدہ انجام سے مصئون ومحفوظ رہنے کی اس میں صلاحیت موجود ہے، جماعت میں اس کو وقار حاصل ہے۔ دوسرے لوگ اس سے انضباط وضبط نفس کا سبق حاصل کر کے خرابی اور تکدر سے بچ سکتے ہیں۔

خدمت خلق عبادت کا درجہ رکھتی ہے

جو شخص خانقاہ میں تازہ وارد ہوا اور اس نے علم (معرفت) کا ذائقہ نہ چکھا ہو اور روحانیت کے اعلیٰ درجہ پر فائز نہ ہوا ہو تو ایسے شخص کو حکم دیا جاتا ہے کہ وہ خانقاہ والوں کی خدمت کرے یہ خدمت اس کی عبادت محسوب کی جائے گی۔ وہ اپنی حسن خدمت سے اہل اللہ کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرلے گا اور ان کی برکات اس کے شامل حاصل ہو جائیں گی اور اس طرح وہ اپنے عبادت گزار بھائیوں کا اپنی خدمت کے ذریعے سے معین ومددگار ثابت ہوگا۔

رسول خدا ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ: ''مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں، ہر ایک دوسرے سے بعض ضروریات کا طالب ہے پس ان میں جو لوگ اپنے دوسرے بھائی کی ضرورت پوری کریں گے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کی ضرورتیں پوری کرے گا''۔

علاوہ ازیں خادم خدمت کے باعث بطالت اور کاہلی سے محفوظ رہتا ہے اور یہ بطالت وبیکاری دل کی موت ہے، مختصر یہ کہ خدمت بھی صوفیہ کے نزدیک نیک کاموں میں شامل ہے، اور ان طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے جن کے ذریعہ اوصاف جمیلہ حال کئے جاتے ہیں اور انسان میں اوصاف حسنہ پیدا ہوتے ہیں لیکن

جب خادم اپنی جنس سے نہ ہو (ارباب تصوف سے نہ ہو) اور جو مخدوم سے ہدایت کا طالب نہ ہو ایسے شخص سے خدمت لینا مناسب نہیں ہے۔

شیخ الثقہ ابو الفتح اپنے مشائخ کے واسطوں سے بیان کرتے ہیں کہ وثیق رومی کہتے ہیں کہ ''میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا غلام تھا، انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ تم اسلام قبول کرلو کہ جب تم اسلام قبول کرلو گے تو تم کو مسلمانوں کی امانت (ذمہ داریوں) پر مقرر کرسکوں گا اسلئے کہ جو مسلمان نہیں ہے اس کو میں مسلمانوں کی ذمہ داریوں کا امین نہیں بنا سکتا! انکے اس ارشاد پر جب میں نے اسلام لانے سے انکار کردیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ'' (یعنی دین میں زبردستی نہیں ہے)۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے مجھے آزاد کردیا اور مجھ سے فرمایا ''جہاں تمہارا دل چاہے چلے جاؤ۔ مشائخ اور صوفیہ غیروں یا نااہلوں سے صرف خدمت لینا ہی پسند نہیں کرتے بلکہ ان سے ارتباط واختلاط بھی ان کو پسند نہیں تھا کیونکہ جو شخص انکے طریقے کو پسند نہیں کرتا تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ انکے طور طریقے دیکھ کر بجائے فائدے کے نقصان اٹھاتا ہے صوفیہ سے بتقاضائے بشریت ایسے افعال سرزد ہو جاتے ہیں کہ اغیار اپنی کوتاہی علم کے باعث ان سے کراہت کرتے ہیں (اغیار ان افعال کو پسند نہیں کرتے) اسلئے اغیار سے خدمت لینے سے ان حضرات کا گریز کسی کبر ونخوت پر مبنی نہیں ہے نہ یہ بات ہے کہ وہ کسی مسلمان پر اپنی برتری جتا رہے ہیں بلکہ ان کے گریز کی اصل وجہ خلق خدا پر شفقت کے باعث ہے۔

خادم، مخدوم کی عبادت کے ثواب میں شریک ہے

خادم جوان جب ان حضرات کی خدمت میں مصروف ہوتا ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طاعت وبندگی میں مصروف ہیں تو وہ بھی ان کے ثواب میں شریک ہوگیا

جہاں خادم یہ دیکھے کہ وہ کسی شیخ کی خدمت اس کے احوال بلند کے باعث شایان شان طور پر انجام نہیں دے سکتا ہے تو اس کی خدمت میں مصروف نہ ہو بلکہ ایسے شخص کی خدمت کرے جو اس کی خدمت کا اہل ہے کہ اہل قرب کی خدمت اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت کی نشانی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے باسناد مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس ہوئے اور مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ میں کچھ ایسے لوگ موجود ہیں جنہوں نے تمہارے ساتھ سفر کیا اور فراخ راستوں اور وادیوں سے تمہارے ساتھ گزرے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ تو مدینہ میں رہ گئے تھے (پھر ہمارا ان کا ساتھ کس طرح ہوا؟) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، ہاں! ان کو عذر نے روک لیا تھا (مگر ثواب میں وہ تمہارے شریک ہیں) پس وہ شخص جو صوفیہ کی خدمت کرتا ہے لیکن اپنی کسی خامی کے باعث ان کے مراتب عالیہ تک نہیں پہنچ سکا لیکن اس پر بھی وہ خدمت میں مصروف رہ کر خانقاہ یا زاوئے کے گرد چکر لگاتا رہا اور ان کی خدمت میں اپنی بھرپور کوشش کے ساتھ سرگرم رہا اور یہ خیال کرتا رہا کہ اگر وہ ان کی نگاہ لطف سے محروم رہا تو کیا ہے شاید خدمت سے اس کی کچھ تلافی ہو جائے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی خدمت پر بھی اس کو ضرور بلند پایہ جزا دے گا۔ وہ اپنی اس خدمت سے اس کے بلند پایہ فضل کا سزاوار بن جاتا ہے۔

اسی طرح اہل صفہ بھی نیک کاموں اور تقویٰ میں تعاون کرتے تھے اور دینی مصالح پر اپنی جان ومال سے مدد کرنے کے لئے مل جل کر کام کرتے رہتے تھے (پس وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل عظیم کے سزاوار بن گئے)۔ (عوارف المعارف)

☆☆☆

صوفیہ اور اربابِ خانقاہ کی خصوصیات

نَحمَدُهُ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ اَمَّا بَعْدُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ.

اس قسم کی خانقاہوں اور زاویوں کی بنیاد اس ہادی ومہدی قوم کی زینت ہے۔ اہل خانقاہ اور زاویہ نشینوں کی خصوصیات ایسی ممتاز ہیں جن کے باعث وہ دوسری جماعتوں سے ممیّز وممتاز ہوگئے ہیں یعنی یہ اوصاف وخصوصیات دوسری جماعتوں میں موجود نہیں ہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اُولٰئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰهُمُ اقْتَدِهْ.

"یہی وہ لوگ ہیں جو منجانب اللہ ہدایت یافتہ ہیں اس لئے تم ان ہی کی ہدایت کی پیروی کرو"!

ہمارے زمانے کے بعض لوگوں میں جو کچھ کوتاہیاں نظر آتی ہیں اور اسلاف کے طریقے سے وہ لوگ روگردانی کرنے لگے ہیں (بزرگان سلف کے طریقے پر عمل پیرا نہیں ہیں) تو ان کی اس کمزوری اور کوتاہی سے ان کے اصل معاملہ اور ان کے طریقہ کی صحت پر کوئی حرف نہیں آتا (یہ ان کی ذاتی کمزوریاں ہیں نہ کہ طریق

خانقاہی اور طریقت کے مسلک کی خرابی ہے) اب بھی جو کچھ روحانی اثر باقی ہے اور خانقاہوں میں صوفیہ کا جو اجتماع نظر آتا ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو کچھ اپنے لطف وکرم سے مشائخ حال کے لئے مہیا فرمادیا ہے یہ سب کچھ فیض ہے مشائخ سلف کا اور ان کی جمعیت خاطر کی برکات اور عطائے حق کے آثار ہیں ۔ اب بھی خانقاہوں میں اطاعت خداوندی اور آداب ظاہری کے رسوم کی ایک ہیئت اجتماعیہ نظر آتی ہے وہ بھی حقیقت میں اس نور جمعیت (خاطر) کا ایک عکس اور پرتو ہے جو اسلاف کے باطنوں سے پرتو فگن ہوتا تھا اور اسلاف کے مسلک کے اتباع کے کچھ آثار ہیں ! (کہ اب بھی کچھ ہستیاں ایسی ہیں جو صحیح طریقہ پر اپنے اسلاف کے مسلک اور ان کے طریقہ پر گامزن ہیں)

تمام اہل خانقاہ ایک جسم کی طرح متحد ہیں

خانقاہ میں جس قدر لوگ ہوتے ہیں وہ اپنے اتحاد اور متحدہ اداروں کے باعث ایک جسم کی طرح ہوتے ہیں دوسری جماعتوں میں یہ بات نہیں ہے ان میں ایسا اتحاد نہیں پایا جاتا ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کی تعریف اس طرح فرمائی ہے ۔ كَاَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ . (وہ مومنین ایسے متحد ومتفق ہیں اور اس قدر مضبوط ہیں جیسے ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار) اور اس کے برعکس اعدائے مسلمین کا ذکر اس طرح فرمایا ہے ۔ تَحْسَبُهُمْ جَمِيْعًا وَّقُلُوْبُهُمْ شَتّٰى . (تم ان کو متحد ومتفق خیال کرتے ہو حالانکہ ان کے دل پراگندہ ہیں) ۔

حضرت نعمان بن بشیر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ : ” بیشک مسلمان ایک جسم کی مانند ہیں اگر کوئی عضو مبتلائے درد ہوتا ہے تو تمام جسم میں تکلیف ہونے لگتی ہے ۔

اسی طرح اگر کسی مومن کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تمام مومنین اس کی تکلیف محسوس کرتے ہیں “ ۔

صوفیہ کے لئے جمعیت خاطر ضروری ہے

تمام صوفیہ کے لئے یہ ایک لازمی اور ضروری وظیفہ (فریضہ) ہے کہ وہ اجتماع خاطر (جمعیت خاطر) کی بھرپور حفاظت کریں، دلوں میں پراگندگی پیدا نہ ہونے دیں، دلی اور روحانی اتحاد سے اس پراگندگی کا ازالہ کردیں اس لئے کہ وہ سب ایک روحانی رشتہ میں منسلک ہیں اور تالیف الٰہی کے رابطہ سے باہم مروی ہیں اور مشاہدہ قلوب کے ساتھ وابستہ ہیں بلکہ خانقاہوں میں ان کی موجودگی ہی اس لئے ہے کہ تزکیۂ قلب اور آراستگی نفس حاصل ہو اور اسی پر ان کے مابین ربط وضبط کا سلسلہ قائم ہے (کسی دنیاوی غرض سے ایسا نہیں ہے) اس صورت میں ان کے لئے باہمی خیر سگالی اور محبت رافت اور بھی زیادہ ضروری ہے ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ” مومن آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ الفت ومحبت سے پیش آتے ہیں اور اس شخص میں کچھ بھی بھلائی نہیں ہے جو نہ خود دوسروں سے محبت کرتا ہے اور نہ دوسرے اس سے محبت کرتے ہیں ۔

شیخ ابوزرعہ طاہر بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنے مشائخ کی اسناد کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ” ارواح ایک لشکر کی طرح ہیں جو ایک جگہ جمع ہوگئی ہیں، تو جان پہچان والی ارواح آپس میں مانوس ہوجاتی ہیں اور جو ایک دوسرے سے متعارف نہیں وہ الگ تھلگ رہتی ہیں “ ۔

پس یہی حال اہل خانقاہ کا ہے کہ جب یہ لوگ ایک جگہ جمع ہوجاتے ہیں تو ان کے دل اوران کے باطن بھی مجتمع ہوجاتے ہیں (اجتماع سے جمعیت خاطر پیدا ہوجاتی ہے) اوران کےنفوس ایک دوسرے کے مقید ہوجاتے ہیں اور پھر وہ ایک دوسرے کے مال کے نگراں ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ''مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے'' پس جب کسی میں وہ تفرقہ (پریشانی خاطراور پراگندہ قلب) کاظہور پاتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ کسی صوفی میں تفرقہ پیدا ہوگیا تو وہ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں (اس سے بچتے ہیں) اس لئے تفرقہ کا ظہور نفسانی خواہش کانتیجہ ہوتا ہےاورغلبۂ نفس سے وقت کا زیاں ہوتا ہے چنانچہ جب کبھی کسی درویش میں یہ کیفیت پیدا ہوجائے اوروہ نفس کا شکار ہوجاتا ہےتو یہ لوگ اس کو پہچان لیتے ہیں اور جان لیتے ہیں کہ یہ شخص اب جمعیت کے دائرے سے خارج ہوگیا یہ لوگ فیصلہ صادر کردیتے ہیں کہ اس نے حکم وصیت کو ضائع کیا،ضبط نفس میں سستی برتی اورحسن رعایت اوقات کوترک کردیا اس وقت اس کے ساتھ نفرت کا برتاؤ کرکےاس کوپھر دائرہ جمعیت میں کھینچ کرلایا جاتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے:اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَحْسَنُوْا اِسْتَبْشَرُوْا وَاِذَا سَاءُوْا اَسْتَغْفَرُوْا۔

''الٰہی تو مجھے ان لوگوں میں شامل فرمادے جواچھا کام کرکے خوش ہوتے ہیں اور جب ان سے برائی سرزد ہوتی ہےتو استغفار کرتے ہیں''۔

اس طرح تعدی کرنے والے اور جس پر تعدی کی گئی ہے ان کی استغفار ظاہری طور پر بھائیوں کے ساتھ ہوگی اور باطن میں اس کاتعلق اللہ تعالیٰ سے ہوگا، استغفار کرتے وقت وہ اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ کریں

گے،اس طرح وہ مصالحت میں استغفار وانکسار کواپنا کر خاکساری کے نقطہ کمال پر یعنی ایسی جگہ پہنچ جائیں گے جہاں جوتیاں اتاری جاتی ہیں۔(خاکساری کا کمال ان کوحاصل ہوگا)۔

شیخ ابوالنجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کا طریق مصالحت

ہمارے شیخ کا طریقۂ مصالحت یہ تھا اوراس سلسلہ میں ان کا معمول اس طرح تھا کہ جب کسی درویش کی اپنے بھائیوں کے ساتھ رنجش ہوجاتی تھی تو آپ اس درویش سے فرماتے تھے اٹھو!اوراستغفار پڑھو اس پر وہ درویش کہتا تھا کہ میرا باطن صاف نہیں ہے (استغفار کس طرح پڑھوں) تو آپ فرماتے تھے تم کھڑے ہوجاؤ اوراستغفار تو پڑھو تمہاری کوشش اور صلح کی خاطر قیام سے تم کو صفائے باطن بھی میسر ہوجائے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا تھا اس کو صفائے باطن عطا ہوجاتی تھی اس کے دل میں نرمی پیدا ہوجاتی اوردوسرے درویشوں سے جو رنجش اس کے دل میں ہوتی وہ دور ہوجاتی۔

اورحقیقت یہ ہے کہ جماعت صوفیہ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ باطنی کدورت (کسی کی رنجش) کے ساتھ رات نہیں گزارتے اور نہ اس حال میں وہ کھانے کے لئے جمع ہوتے ہیں جب تک یہ تفرقہ دور نہیں ہوتا اورسب کو جب تک جمعیت خاطر حاصل نہیں ہوتی وہ اس وقت تک کسی کام کے لئے جمع نہیں ہوتے ،پس شیخ کے لئے یہ ضروری ہے کہ جب کوئی ایسا درویش استغفار کے لئے کھڑا ہوتو اس کی معافی کورد نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ معاف کردینا چاہئے۔ حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ ''تم رحم کروتم پررحم کیا جائے گا اور معاف کردو(تاکہ تم سزاوار معافی بن جاؤ) تم کو بھی معاف کیا جائے گا۔

شیخ کی دست بوسی

استغفار کے بعد شیخ کی دست بوسی کی اصل بھی سنت رسول اللہ ﷺ میں موجود ہے، حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ایک فرستادہ لشکر میں مجاہد کی حیثیت سے شریک تھا لیکن اتفاق ایسا ہوا کہ اس سریہ میں لوگ دشمن سے مقابلہ میں بھاگ پڑے اور میں بھی ان بھاگنے والوں میں شریک تھا۔ آخر کار ہم لوگوں کو خیال آیا کہ اس طرح بھاگنے سے تو ہم غضب الٰہی کے سزاوار بن گئے ہیں اب کیا کیا جائے، ہم لوگوں نے یہ طے کیا کہ مدینہ پہنچ کر توبہ کرلیں گے اور رسول خدا ﷺ کے حضور میں خود کو پیش کردیں گے اگر حضور ﷺ نے ہماری توبہ قبول فرمالی تو بہتر ہے ورنہ دوبارہ پھر لڑنے کیلئے جائیں گے۔ چنانچہ مدینہ (منورہ) میں آکر ہم لوگ نماز فجر سے پہلے ہی کاشانہ نبوت پر پہنچ گئے۔ رسول خدا ﷺ نے کاشانہ نبوت سے باہر تشریف لاکر دریافت فرمایا کہ تم کون لوگ ہو؟ ہم نے عرض کیا کہ ہم بھگوڑے خدمت میں حاضر ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں تم بھگوڑے نہیں ہو بلکہ تم دوبارہ پلٹ کر حملہ کرنے والے ہو! تم مسلمانوں کے گروہ سے ہو۔ یہ مژدہ سن کر ہم آپ کے قریب پہنچے اور آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیا۔

روایت ہے کہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی دست بوسی کی اسی طرح حضرت المرشد الفتوی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو سواریوں سے اتر کر ہم نے حضور ﷺ کی دست بوسی کی۔ ان احادیث سے دست بوسی کا شرعی جواز ملتا ہے۔ لیکن ایک صوفی کے ادب کامل کا تقاضا یہ ہے کہ اگر دوسرے اس کی دست بوسی کریں اور اس سے اس کے نفس میں رعونت پیدا ہو اور وہ

خود کو دوسروں سے معزز سمجھنے لگے تو وہ اس طریقہ سے باز آجائے۔ (دست بوسی کے طریقہ کو ترک کردے) اور اگر اس کا احتمال نہ ہو تو معافی مانگنے کے بعد معذرت خواہ کو دست بوسی کی اجازت دے دے اس وقت کوئی حرج نہیں ہے۔ غرض کہ اس طرح باہمی رنج وملال کے بعد صلح وآشتی کی فضا پیدا ہوجاتی ہے۔

ان کی یہ وقتی نااتفاقی ایک قسم کا راز فراق ہے وہ یہاں سے لوٹ کر دل جمعی اور طمانیت قلب کے ساتھ پھر وطن واپس پہنچ جاتے ہیں یوں سمجھنا چاہئے کہ وہ غلبۂ نفس کے باعث کچھ عرصہ کے لئے مسافر بن گئے تھے جب ان کو اس کا احساس ہوا تو نفس کو ملامت کرکے اور معافی طلب کرکے اپنے (وطن) اصل مقام یعنی جمعیت واتحاد روحانی کی طرف پھر واپس آگئے ہیں۔

معذرت قبول کرلینا چاہئے

اگر کسی نے اپنے بھائی سے اپنی غلطی پر معافی طلب کی اور دوسرے نے اس کی معافی اور معذرت کو قبول نہیں کیا تو اس نے غلطی کی۔ رسول خدا ﷺ نے معذرت قبول نہ کرنے پر سخت وعید فرمائی ہے۔ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”جس شخص کے سامنے اس کے بھائی نے معذرت کی اور اس نے وہ معذرت قبول نہ کی تو اس پر وہی عائد ہوگا جو اس شخص پر عائد ہوگا جو خراج وصول کرنے اور بیع پر مامور ہے اور اس میں بددیانتی کرے“۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ: ”اگر کسی شخص سے کسی نے معافی مانگی اور معذرت کی اور اس نے اس معذرت اور معافی کو قبول نہیں کیا تو وہ حوض کوثر پر نہیں آسکے گا“۔

استغفار کے بعد بطور ہدیہ کچھ پیش کرنا سنت ہے

یہ طریقہ بھی مسنون ہے کہ استغفار کے بعد اپنے بھائیوں کی خدمت میں کچھ پیش کرے، چنانچہ روایت ہے کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میری توبہ یہ ہے کہ میں اپنے تمام مال سے دست بردار ہو جاؤں اور اپنے خاندان کے ان گھروں کو چھوڑ دوں جہاں بیٹھے رہ کر مجھ سے یہ گناہ سرزد ہو گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ اس مال کا تہائی حصہ تم دیدو یہ کافی ہے۔

اس وقت سے صوفیہ رحمۃ اللہ علیہم کی یہ سنت ہوگئی ہے کہ استغفار و توبہ کرنے والے سے تاوان کا مطالبہ کرتے ہیں ان کا یہ طرز عمل تائف و تالیف پر مبنی ہے اور (وہ چاہتے ہیں کہ آپس میں الفت و محبت قائم رہے) تا کہ ان کے باطن جمعیت سے محروم نہ رہیں۔ (جمعیت خاطر پراگندہ نہ ہو) جس طرح ان کا ظاہر ربط وضبط سے آراستہ ہے اسی طرح ان کے باطن میں یہ ربط والفت قائم رہے، یہ وہ خصوصیت ہے جو مسلمانوں کے سوا اور کسی گروہ میں نہیں پائی جاتی۔

حضرت ذوالنون مصریؒ اور بایزید بسطامیؒ کے مابین سوال و جواب

روایت ہے کہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک شخص کے ذریعہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس یہ پیغام ارسال کیا کہ ”ان سے کہدو کہ کب تک خواب راحت میں رہو گے! قافلہ تو روانہ ہو گیا“۔

حضرت بایزید بسطامیؒ نے پیامبر کو جواب دیا کہ جاؤ میرے بھائی سے کہدو کہ: ”مردہ وہ ہے جو تمام رات سوئے اور صبح دم قافلہ سے پہلے ہی منزل پر پہنچ جائے“۔

یہ سن کر حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! مرحبا: ان کو مبارک ہو، یہ وہ کام ہے جہاں تک ہماری روحانیت کی رسائی نہیں! حضرت شیخ بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اے قاریو! اے طالبو! سفر کرو سفر: تا کہ تم خوش رہو (پاک وصاف رہو) اس لئے کہ پانی اب زیادہ دیر تک ایک جگہ ٹھہرا رہتا ہے تو وہ متغیر ہو جاتا ہے (رنگ اور مزہ سب کچھ بدل جاتا ہے) یہ ارشاد سن کر ایک بزرگ نے کہا کہ سمندر بن جاؤ تا کہ متغیر نہ ہو سکو۔ (سمندر کا پانی ایک جگہ قائم رہتا ہے لیکن متغیر نہیں ہوتا)۔

سفر کی تکالیف اور اس کے مفید نتائج

جب ایک مرید یعنی طالب حقیقت اپنے باطنی اور روحانی سفر میں مداومت کرتا ہے اور اس کو ہمیشہ جاری رکھتا ہے تو وہ نفس امارہ کی مسافتیں جلد ہی طے کر لیتا ہے اور اس وقت منازل آفات (نفس کی خرابیوں) سے گزر جاتا ہے اسکے مذموم اخلاق، پاکیزہ اور محمودہ اخلاق میں بدل جاتے ہیں اور صدق واخلاق کے ساتھ وہ خداوند جل وعلا کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اس وقت اس کی تمام پراگندیاں جمعیت خاطر سے بدل جاتی ہیں اور حضر میں سفر سے زیادہ اس کو فائدہ حاصل ہوتا ہے اسلئے کہ کوئی سفر بھی صعوبات اور پریشانیوں سے خالی نہیں، سفر کی زحمتیں جب ناتوانوں کے علم میں آتی ہیں تو ان کا ضعف از سر نو زندہ ہو جاتا ہے سفر کی نئی نئی مشکلات پر قابو پاتا ایک بڑے طاقتور انسان کا کام ہے ان پر قابو پانا کمزوروں کے بس کی بات نہیں۔

حضرت عمرؓ سے ایک شخص نے کسی کے تزکیہ نفس کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا کیا تم اس کے ساتھ کسی ایسے سفر میں رہے ہو جس کے ذریعے اس کے شریفانہ اخلاق پر استدلال کیا جا سکے، تو اس شخص نے نفی میں جواب دیا اس پر حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ پھر میرے خیال میں تم اس شخص کو اچھی طرح نہیں جانتے۔

پس اللہ تعالیٰ جس شخص کو اس کے ابتدائے حال میں سفر کی پریشانیوں سے بچائے اور اس کو وطن ہی میں دلجمعی اور حسن اقبال سے حال فرمادے اور اس کو ایسے اشخاص کی صحبت لطف خداوندی سے میسر آجائے جو اس کے حال کی اصلاح کردیں اور اس کی روحانی زندگی سدھر جائے تو سمجھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کا اس پر بڑا احسان ہے اس احسان کی تفسیر اللہ تعالیٰ کے اس قوم میں موجود ہے۔

وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (سورہ طلاق)

’’جو اللہ سے ڈریگا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے مخلصی کی راہ نکالے گا اور اس کے لئے ایسی جگہ سے رزق فراہم کردیگا جہاں سے اس کو وہم وگمان میں نہیں ہوگا۔‘‘

مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ الطاف وانعام ایسے شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے لو لگائے ہوئے ہے اور جب اس کو کسی مذہبی میں کوئی مشکل پیش آجاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس ایسا کوئی شخص بھیج دیتا ہے جو اس کی اس مشکل کو حل کردیتا ہے پس اگر طالب علم ابتدائی شرطوں پر قائم رہا اور اس کے قدموں کو لغزش نہیں ہوئی تو اس کو بغیر سفر کے حضر ہی میں انتہائی مقاصد حاصل ہوجاتے ہیں۔ اس طرح وہ ابتداء سے انتہا تک ایک ہی مقام پر ٹھہرا رہتا ہے (مقیم رہتا ہے) ایسا مرتبہ اللہ تعالیٰ کے کچھ ہی مقبول بندوں کو ہوتا ہے۔ (ہر ایک کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا)۔

ہمیشہ سفر میں رہنے والے مشائخ

بعض بزرگوں کا یہ معمول رہا ہے کہ وہ ہمیشہ سفر میں رہتے ہیں کہیں قیام نہیں کرتے اس لئے کہ اپنے احوال کی اصلاح اور تزکیہ نفس کا ذریعہ سفر ہی کو سمجھتے ہیں چنانچہ ایسے ہی بزرگوں سے ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ ’’تم کوشش کرو کہ تم ہر رات

ایک نئی مسجد میں مہمان بنو (ہر رات تمہارا قیام نئی مسجد میں ہو) اور جب تمہاری موت آئے تو اس حال میں آئے کہ تم دوشہروں کے مابین ہو (سفر میں ہو)۔

شیخ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ایسے ہی مسافر طبقے سے تھا (ان کا گروہ ہمیشہ حالت سفر میں رہتا تھا) اور آپ کسی شہر میں چالیس دن سے زیادہ قیام نہیں کرتے تھے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ اگر وہ چالیس دن سے زیادہ کسی جگہ مقیم رہے تو ان کے توکل میں فرق آجائے گا۔ اس لئے کہ اس عرصہ میں لوگ ان کو اچھی طرح جان لیں گے اور ان کا رجوع شروع ہوجائے گا اس طرح یہ واقفیت توکل کے ایک بنیادی عیب بن جائے گی۔

حضرت ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے ایک جنگل میں قیام کیا اور گیارہ دن تک کچھ نہیں کھایا آخر کار نفس نے اس بات پر آمادہ کیا کہ میں جنگل کی گھاس ہی کھالوں (تاکہ پیٹ میں کچھ پڑ جائے) اس وقت میں نے دیکھا کہ جنگل کی سبزی میری طرف بڑھتی آرہی ہے یہ دیکھتے ہی میں وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا جب میں نے پھر پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ سبزہ واپس ہوگیا تھا۔ کسی نے آپ سے دریافت کیا آپ اس سبزے سے کیوں بھاگے تو آپ نے فرمایا کہ میرے نفس کو اس سبزے سے مدد حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوگیا تھا (نفس چاہتا کہ اس کو کھا کر بھوک مٹاؤں)۔

حقیقت میں یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے دین کے تحفظ کے لئے ادھر اُدھر دنیا میں بھاگتے پھرتے ہیں اور ایک جگہ قیام نہیں کرتے۔ سفر میں نماز میں قصر کرنا پوری نماز پڑھنے سے افضل ہے جس قدر ہم نے یہاں سفر کی حالت میں صوفی کے لئے شرعی احکام کو بیان کیا ہے ان کا جان لینا اس کے لئے کافی ہے۔ یعنی اس قدر شرعی احکام کا سفر کے دوران صوفی کا جان لینا کافی ہے۔

رفیقِ سفر کی ضرورت

سفر میں یہ مستحب ہے کہ صوفی مسافر کسی رفیق سفر کو تلاش کرے اور وہ ایسا ہو جو دینی معاملات میں اس کا ممد و مددگار ثابت ہوسکے جیسا کہ کہا گیا ہے ''پہلے کوئی ساتھی تلاش کرو پھر سفر کرو۔ ''اَلرَّفِيْقُ ثُمَّ الطَّرِيْقِ'' حضرت رسول اکرم ﷺ نے تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا ہے: ہاں اگر کوئی صوفی اپنے نفس کی آفتوں سے باخبر ہے اور صحیح بصیرت کے بعد وہ تنہا سفر کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے تنہا سفر کرنے میں کوئی حرج اور خطرہ نہیں ہے۔

امیر جماعت کا اجتماعی سفر میں ہونا ضروری ہے

اگر سفر جماعت کے ساتھ کیا جارہا ہے تو ان میں جو کوئی بہتر ہو اس کو امیر بنالیا جائے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشادگرامی ہے ''اگر سفر میں تم تین افراد ہوت وتم اپنے میں سے کسی ایک کو امیر بنالو''۔ یہی وہ امیر جماعت ہوتا ہے جس کو صوفیہ ''بشیر'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں، امیر اس شخص کو ہونا چاہئے جو زہد و پرہیزگاری میں سب سے بڑھ کر ہو بلکہ تقویٰ میں سب سے زیادہ اور مروت وسخاوت میں سب سے بیش اور سب سے زیادہ شفیق ہو۔

حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھیوں میں سب سے زیادہ بہتر اور نیک ہو''۔

شیخ عبد اللہ مروزی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک بار ابو علی الرباطی رحمۃ اللہ علیہ ان کے ہمسفر بنے تو شیخ عبد اللہ نے کہا میں امیر بنوں یا آپ بنیں

گے۔ ابو علی الرباطی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ آپ امیر ہیں! چنانچہ اپنا اور اپنے رفیق سفر (یعنی ابو علی) کا سامان اپنی کمر پر لادے چلتے رہے۔ اسی حالت میں سفر میں ایک رات بارش ہوگئی چنانچہ شیخ عبد اللہ مروزی رحمۃ اللہ علیہ تمام رات شیخ ابو علی الرباطی رحمۃ اللہ علیہ کے سرہانے کھڑے رہے اور ان کو بارش سے بچانے کے لئے اپنی کملی سے ڈھانپے رہے اور جب ابو علی الرباطی رحمۃ اللہ علیہ ان کو اس فعل سے روکتے تو وہ فرماتے کیا میں تمہارا امیر نہیں ہوں اور کیا تم پر میری اطاعت وانقیاد واجب نہیں ہے۔

عزت و وقار کے حصول کے لئے امیر بننا

اگر کوئی درویشوں کے ساتھ محض ان سے طاعت کرانے اور ان پر حکم چلانے اور اپنی عزت افزائی کے لئے امیر بن کر رہے اور اس کی خواہش ہو کہ وہ امیر بن کر ان خانقاہ نشینوں اور خادموں پر مسلط ہوجائے اور اس طرح اس کا نفس اپنی آرزو کو پہنچ جائے تو یہ طریقہ جاہل بوالہوسوں کا ہے جو صوفیائے کرام کے طریقہ کے بالکل خلاف ہے، یہ طریقہ ان دنیا پرستوں کا ہے جو اموال دنیا جمع کرنا چاہتے ہیں پس وہ اپنی اغراض کی تکمیل کیلئے ایسے ہی رفقا سفر کو انتخاب کرتا ہے جو دنیا کی طرف مائل ہوں اور پھر یہ سب مل کر اغراض نفس کی تکمیل میں مصروف ہوجاتے ہیں اور دنیا پرستوں کے ساتھ گھل مل جاتے ہیں تا کہ مقاصد نفسانی کو پورا کرسکیں۔ ان لوگوں کے یہ اجتماع غیبت اور دوسرے مکروہات سے خالی نہیں ہوتے اور اس سفر سے مقصود ان کا سیر وتفریح اور رجلب منفعت کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ جب کسی خانقاہ سے ان کے مفادات وابستہ رہتے ہیں تو یہ لوگ وہاں اپنے قیام کی مدت کو طویل کردیتے ہیں خواہ اسباب دینی ومذہبی نہ آسکیں (دینی فوائد حاصل نہ ہوسکیں لیکن دنیاوی مقاصد کے حصول کے باعث پڑے رہتے ہیں) اور جب دیکھتے ہیں کہ وہاں آمدنی کی قلت اور

کمی ہے تو خانقاہ سے رخصت ہوجاتے ہیں حالانکہ اسباب دینی کا حصول وہاں آسان ہوتا ہے اوران کی کثرت ہوتی ہے لیکن چونکہ دین ان کا منتہائے مقصود نہیں ہے اسلئے وہاں سے کھسک لیتے ہیں پس یادرکھنا چاہئے کہ یہ صوفیہ کا طریقہ نہیں ہے۔

بھائیوں کووداع کرنا مستحبات میں سے ہے

سفر کے موقع پر اپنے بھائیوں کورخصت اورو داع کرنا مستحبات میں سے ہے اور دعائے ماثرہ ان کے حق میں کرنا چاہئے۔کسی بزرگ کا ارشاد ہے کہ میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ تک گیا پھر جب میں ان سے جدا ہونے لگا توانہوں نے میری مشایعت کی (مجھے چھوڑنے کچھ دور تک آئے) اورکہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا ہے کہ جناب لقمان نے اپنے فرزند سے کہا کہ اے فرزند! بلاشبہ جب کسی چیز کواللہ تعالیٰ کی امانت میں دے دیا جاتا ہے تو وہ اس کی حفاظت فرماتا ہے اورمیں تیرا دین اور تیری امانت اور تیرے عمل کا اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم ﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا ''جب تم میں سے کوئی چیز اختیار کرے تو تم کو چاہئے کہ اپنے بھائی کواللہ کے سپرد کردو کہ اللہ تعالیٰ ان دعاؤں میں برکت عطا فرماتا ہے جو وہ اس (مسافر) کے حق میں کرتے ہیں۔رسول اللہ ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب آپ کسی کو وداع فرماتے تو ارشاد فرماتے: خداوند تعالیٰ تقویٰ کو تیرا زادہ راہ بنائے اور تیرے گناہ بخشدے اور تو جس طرف توجہ کرے اس میں خیر عطا فرمائے۔

جب ایک بھائی اپنے مسافرت کا ارادہ کرنیوالے بھائی کووداع کرے تو وہ اس بات کا اعتقاد رکھے کہ جب وقت وداع اس کو یہ اللہ کے سپرد کررہا ہے اوراس کیلئے دعائے خیر کررہا ہے۔تو یقیناً اللہ اسکی دعا اس مسافر بھائی کے حق میں قبول فرماتا ہے۔

ایک عجیب واقعہ

روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (اپنے عہد خلافت میں) لوگوں کو عطیات دے رہے تھے کہ ایک شخص اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر آیا (تاکہ اس کو بھی عطیہ مل جائے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو دیکھ کر فرمایا کہ جب تیرا بیٹا تجھ سے مشابہہ ہے میں نے ایسی مشابہت کسی اور باپ بیٹے میں نہیں پائی۔تو اس شخص نے کہا کہ اے امیر المومنین میں آرہا تھا اس مشابہت کا قصہ سناتا ہوں اوروہ یہ ہے کہ جب میں نے سفر کا ارادہ کیا تو میرا یہ بیٹا اپنی ماں کے پیٹ میں تھا۔میرے رخصت ہوتے وقت اس کی ماں نے مجھ سے کہا کہ تم جاتے ہو اور میں اس حال میں ہوں (تم مجھے اس حالت میں چھوڑے جارہے ہو) میں نے بیوی سے کہا کہ میں اس کو جو تیرے پیٹ میں ہے اللہ کے سپرد کرتا ہوں، یہ کہہ کر میں سفر پر چلا گیا۔جب کچھ مدت کے بعد میں سفر سے واپس آیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میری بیوی مرچکی ہے،لوگ میرے پاس بیٹھے ہوئے میری بیوی کی موت کے سلسلہ میں باتیں کررہے تھے کہ یکا یک اس کی قبر کے اندر سے روشن نظر آئی۔میں نے لوگوں سے کہا کہ یہ آگ کیسی ہے،انہوں نے مجھے بتایا کہ تمہاری بیوی کی قبر ہے اس پر روزانہ رات کو ہم یہ آگ دیکھتے ہیں میں نے کہا کہ اللہ کی قسم وہ عورت (یعنی میری بیوی) بڑی عابدہ قائم اللیل اوروضو دار تھی۔میں نے اپنے قبیلہ کے لوگوں کو ساتھ لیا اورہم اس قبر پر پہنچے،ہم لوگوں نے اس قبر کو کھوڈالا۔کھودتے میں یکبارگی ایک جلتا ہوا چراغ نظر آیا اوراسی کے ساتھ اس قبر میں لڑکے کو چلتا ہوا دیکھا۔اس دم ہاتف غیبی نے کہا کہ لے یہ تیری امانت ہے اگر تو اس کی ماں کو بھی ہماری امانت میں (وقت سفر رکھ) دیتا تو اس کو بھی زندہ پاتا۔یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بیشک وہ تجھ سے اس سے زیادہ مشابہہ ہے جتنا گھوڑا دوسرے گھوڑے کے مشابہ ہوتا ہے۔

دو رکعت نماز پڑھ کر سفر پر روانہ ہونا چاہئے

سفر کرنے والے کو چاہئے کہ جس منزل سے کوچ کرے تو دو رکعت نماز (نفل) پڑھ کر کوچ کرے اور اس طرح دعا کرے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فِی التَّقْوٰی وَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ وَوَجِّھْنِیْ لِلْخَیْرِ اَیْنَمَا تَوَجَّھْتُ. الٰہی تو مجھے تقویٰ کا توشہ عطا فرما اور میرے گناہوں کو معاف فرما دے اور میں جس طرف متوجہ ہوں (جہاں کہیں جاؤں) مجھے بھلائی ہی کی طرف متوجہ فرما!

رسول اکرم ﷺ کا معمول

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا ﷺ جب کسی منزل پر نزول فرماتے تو جب وہاں سے روانگی فرماتے تو دو رکعت نماز ادا فرما کر روانہ ہوتے۔ درویش مسافر کو چاہئے کہ جب وہ کسی منزل یا خانقاہ سے کوچ کرے تو دو رکعت نماز پڑھ کر کوچ کرے اور جب سواری پر سوار ہو جائے تو یہ دعا پڑھے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَلَنَا ھٰذَا وَمَا کُنَّا لَهٗ مُقْرِنِیْنَ. بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰهِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ. اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْحَامِلُ عَلَی الظَّھْرِ وَاَنْتَ الْمُسْتَعَانُ عَلَی الْاُمُوْرِ.

پاک ہے وہ ذات جس نے اس (جانور) کو ہمارا مطیع اور تابع فرمایا ہے ورنہ ہم اس کو تابع نہیں بنا سکتے تھے میں خدا کے نام سے سفر کو شروع کرتا ہوں اور اللہ بہت بڑا ہے، میں نے اسی پر بھروسہ اور تکیہ کیا ہے طاقت اور قدرت صرف اللہ کے لئے جو سر بلند اور عظمت والا ہے!

الٰہی! تو ہی اس جانور کو پیٹھ پر مجھے سوار کرانے والا ہے اور میں تمام کاموں میں تجھ ہی سے مدد کا طالب ہوں۔

منزل سے روانگی کا مسنون طریقہ

روانگی کا مسنون طریقہ ہے کہ منزل سے علی الصبح کوچ کیا جائے اور سفر کی ابتداء جمعرات کے دن سے کی جائے۔ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ سوائے جمعرات کے بہت کم اور کسی دن سفر شروع فرماتے تھے۔ اور جب آپ کہیں سریہ روانہ فرماتے تو دن کے ابتدائی حصہ میں روانہ فرماتے۔

مستحب ہے کہ جب کسی منزل اور پڑاؤ کے قریب پہنچے تو یہ دعاء پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَرَبَّ الْاَرْضِیْنَ وَمَا اَقْلَلْنَ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضْلَلْنَ وَرَبُّ الرِّیَاحِ وَمَا زَرِیْنَ، وَرَبُّ الْبِحَارِ وَمَا جَرِیْنَ، اَسْئَلُکَ خَیْرَ ھٰذَا الْمَنْزِلِ وَخَیْرَ اَھْلِهٖ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ ھٰذَا الْمَنْزِلِ وَشَرِّ اَھْلِهٖ.

"بار الٰہی! تو تمام آسمانوں کا پروردگار ہے جن پر وہ سایہ افگن ہوتے ہیں اور تمام زمینوں اور ان کی اٹھائی ہوئی چیزوں کا رب ہے وہ جو تمام شیاطین اور ان کے گم راہ افراد کا، ہواؤں اور ان چیزوں کا جو ان سے اڑتی ہیں اور جو سمندروں اور ان چیزوں کا جو ان پر بہنے والی ہیں، پروردگار ہے! میں تجھ سے اس منزل اور اس منزل کے رہنے والوں کی بھی خواہ ہوں اور میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس منزل اور اس منزل کے رہنے والوں کے شر سے۔"

اور جب منزل پر پہنچ جائے تو دو رکعت نماز ادا کرے۔

مسافر کے پاس طہارت کا جملہ سامان موجود ہونا چاہئے۔ روایت ہے کہ شیخ ابراہیم خواص رحمۃ اللہ علیہ چار چیزیں اپنے سفر میں ہر دم رکھتے تھے۔ (چار چیزوں کو خود سے جدا نہیں کرتے تھے)۔ یعنی لوٹا، سوئی ڈھاگا، قینچی، اور رسی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول!

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر فرماتے تھے تو آپکے پاس یہ پانچ چیزیں ہوتی تھیں۔ آئینہ، سرمہ دانی، اُسترا، مسواک اور کنگھا ایک روایت میں قینچی کا ذکر آیا ہے۔ اور صوفیا تو عصا بھی ساتھ رکھتے ہیں (اس کو کبھی نہیں چھوڑتے) اور یہ بھی مسنون ہے حصرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے منبر کو اختیار کیا حضرت ابراہیم کی طرح اور اگر میں عصا کو اختیار کروں تو عصا کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اختیار کیا ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عصا پر تکیہ لگانا انبیاء علیہم السلام کے اخلاق میں سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عصا تھا جس سے آپ تکیہ لگایا کرتے تھے اصحاب رضی اللہ عنہ کو عصا سے تکیہ لگانے کا حکم فرماتے تھے۔ اسی طرح لوٹا پاس رکھنا بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوٹے سے وضو فرما رہے تھے کہ لوگ عجلت وسرعت کے ساتھ آپ کی طرف بڑھے جس طرح روتے ہوئے بچے کی طرف ماں جھپٹ کر جاتی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے دریافت کیا کہ اس عجلت اور جھپٹ کر آنے کا کیا سبب ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے پاس پانی نہیں ہے کہ ہم پئیں اور وضو کریں صرف یہی پانی موجود ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے۔ اسلئے ہر ایک چاہتا ہیکہ جلدی سے پہنچ کر تھوڑا سا پانی حاصل کرے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹے پر اپنا دست مبارک رکھ دیا، میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشت ہائے مبارک سے پانی اس طرح ابل رہا تھا جس طرح چشمے سے ابلتا ہے!

پس اس پانی سے تمام لوگوں نے وضو کرلیا اور وہ سب کیلئے کافی ہوگیا۔ میں نے ان سے (یعنی حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے) دریافت کیا کہ آپ کتنے لوگ تھے، حضرت عبداللہ نے کہا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ پانی ہمارے لئے کافی ہوتا، اس وقت ہم غزوہ الحدیبیہ میں صرف پندرہ سو افراد تھے، (یعنی یہ واقعہ غزوہ حدیبیہ کا ہے اس وقت وہاں مسلمانوں کی تعداد صرف پندرہ سو تھی)۔

کمر بستہ ہونا بھی صوفیہ کی سنت ہے

کمر کا باندھنا بھی صوفیہ کی سنت ہے، حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ تک حج کیلئے پیادہ سفر کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پٹکوں سے اپنی کمریں کس لو، پس ہم نے اپنی کمریں پٹکوں سے باندھ لیں اور آپکے پیچھے پیچھے دوڑتے ہوئے روانہ ہوئے۔

آداب صوفیہ میں سے یہ بھی ہے کہ جب سفر کیلئے روانہ ہوں تو صبح دو رکعت نماز ادا کر کے خانقاہ سے نکلیں، جس طرح ہم نے گھر سے نکلتے وقت دو رکعت نماز کے ادا کرنے کیلئے بیان کیا ہے، خانقاہ سے روانہ ہوتے وقت موزے اپنے آگے رکھے اس کے بعد عبا کی داہنی آستین پہلے پہنے اس کے بعد بائیں آستین پہنے، پھر ٹپکے سے اپنی کمر کو کسے اور جوتے رکھنے کی تھیلی اٹھائے اور اولاً اس کو جھاڑے پھر اس جگہ جائے جہاں موزے پہننا مقصود ہوں وہاں پہلے مصلّے کو دوہرا کر کے بچھائے، پھر دونوں جوتوں کے تلوں کو ایک دوسرے سر گڑے (تا کہ نجاست خشک ان سے چھوٹ جائے) اب بائیں ہاتھ میں جوتا اور داہنے ہاتھ میں جوتے رکھنے کی تھیلی کو پکڑے اور تھیلی میں جوتے اس طرح رکھے کہ ان کی ایڑیاں تھیلی میں نیچے کی طرف ہوں پھر تھیلی کا منہ بند کردے (باندھ دے) جوتا تھیلی میں بائیں ہاتھ اور بائیں رخ پر رکھے، پھر اس تھیلی

کو کمر کے ساتھ باندھ لے، اب مصلّے پر بیٹھ جائے، بائیں ہاتھ سے موزے کو اٹھا کر جھاڑے اور پہلے دائیں پاؤں میں پہنے، موزے پہنتے وقت کمر بند یا جوتے کا کوئی حصہ زمین پر نہ گرے، موزے پہننے کے بعد ہاتھ دھو ڈالے اور اب اس مقام کی طرف رخ کر کے جہاں سے سفر کیلئے روانہ ہو رہا ہے، حاضرین کو الوداع کہے۔

اگر کوئی رفیق (از راہِ خدمت یا محبت) اس کا سامان مثلاً بستر یا عبا وغیرہ اٹھا کر خانقاہ کے باہر تک چلنا چاہے تو اس کو منع نہیں کرنا چاہئے۔ خانقاہ کے باہر مشایعت کرنے سے روک دے اور اس کو رخصت کر دے! باہر آ کر جب مشکیزہ باندھے تو پہلے (بطور رسم صوفیہ) اپنے بائیں ہاتھ کو اپنی داہنی بغل کے پیچھے سے نکالے پھر بائیں جانب مشکیزے کو باندھ لے، دایاں کندھا خالی رہنا چاہئے۔ مشکیزے کی گرہ دائیں جانب رہنا چاہئے۔ اثنائے سفر میں اگر کسی اچھے مقام پر پہنچے یا اس کے کچھ برادران طریقت اس کی پیشوائی کسی جگہ کریں یا شیخ طائفہ کسی جگہ اس کو خوش آمدید کہے (تو وہاں مقام کرنا چاہئے) تو مشکیزہ کو کاندھے سے اتار کر زمین پر رکھ دے اور ان لوگوں کا خود بھی استقبال کرے اور انہیں رخصت کرے جب وہ لوگ رخصت ہو جائیں تو مشکیزہ کو حسب سابق پھر باندھ لے، اگر ایسی صورت پیش نہ آئے اور اپنی منزل مقصود کے قریب پہنچ جائے خواہ خانقاہ وغیرہ ہو یا نہ ہو، تو وہاں مشکیزہ کو اتا دے اور اتارتے وقت اسے اپنی بائیں بغل کے نیچے رکھ لے، اسی طرح اپنے عصا اور چھاگل (لوٹے) کو بائیں ہاتھ میں لے لے۔

دوسروں سے محض اللہ کے لئے محبت کی جائے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ایک شخص اپنے گھر سے اپنے ایک بھائی سے ملاقات کے لئے نکلا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں

ایک فرشتہ بٹھا دیا۔ فرشتہ نے اس شخص سے دریافت کیا کہ تمہارا کہاں کا ارادہ ہے! اس نے جواب دیا کہ میں اپنے بھائی کی ملاقات کے لئے جا رہا ہوں فرشتے نے کہا کہ کیا اپنی قرابت کے اعتبار سے، اس شخص نے جواب دیا کہ میں صرف اللہ کے لئے اس سے محبت کرتا ہوں، یہ سن کر فرشتے نے کہا کہ میں اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور تمہیں یہ پیغام پہنچاتا ہوں کہ تم دونوں کی اس باہمی محبت کی وجہ سے اللہ بھی تم سے محبت کرتا ہے، یہ بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کو یاد کرتا ہے یا محض اللہ کے لئے اس کی زیارت یا اس سے ملاقات کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ارشاد فرماتا ہے کہ "تم بہت خوش وقت رہے اور تمہارا سفر اچھا رہا ہے اور تم جنت کو اپنا ٹھکانہ بنا لو"۔ روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "پہلے میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا مگر اب تم ان کی زیارت کرو کیونکہ ان کی زیارت سے تم کو آخرت کی یاد آئے گی (وہ تم کو آخرت کی یاد دلائے گی)۔

پس اس طرح درویش کو زندوں اور مردوں دونوں سے فیض حاصل ہوگا۔ لازم ہے کہ جب درویش سفر سے واپسی میں شہر میں داخل ہو تو کسی مسجد میں دو رکعت نماز ادا کر کے اس کی ابتدا کرے (داخلہ کی ابتدا کرے) اگر جامع مسجد میں جائے تو اور بھی بہتر ہے اور اکمل طریقہ ہے اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ جب (سفر سے واپس) تشریف لاتے تو سب سے پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور وہاں دو رکعت نماز ادا فرماتے اس کے بعد کاشانہ نبوت تشریف لے جاتے۔ فقیر کے لئے رباط، خانقاہ ہی بمنزلہ مکان کے ہے اس لئے خانقاہ کا قصد کرنا بھی گویا سنت ہے جیسا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب کوئی شخص مدینہ

منورہ میں داخل ہوتا تو اگر اس کا کوئی شناسا ہوتا تو وہ اپنے اس شناسا کے پاس قیام کرتا اور اگر کوئی شناسا نہ ہوتا تو وہ صفہ میں قیام کرتا تھا، میں بھی انہی لوگوں میں سے تھا جنہوں نے صفہ میں قیام کیا تھا (کیونکہ مدینہ منورہ میں میرا کوئی شناسا نہیں تھا)۔

آدابِ خانقاہی

جب خانقاہ میں داخل ہو تو ایسی جگہ جائے جہاں موزے اتارتے ہیں وہاں پہنچ کر کھڑے کھڑے اپنا پٹکا کمر سے اس کے بعد تھیلے کو اپنے بائیں ہاتھ سے دہنی آستین سے نکالے اور سیدھے ہاتھ سے تھیلے کا منہ کھولے اس کے بعد اس میں سے بائیں ہاتھ سے جوتے نکال کر زمین پر رکھ دے، اس کے بعد اپنا پٹکا لے کر تھیلے میں رکھ دے اس عمل کے بعد اپنے الٹے پاؤں کا موزہ اتارے اگر باوضو ہے تو موزے اتار کر پاؤں کو پسینہ دور کرنے کے لئے دھو ڈالے، جب مصلّے پر قدم رکھے تو مصلّے کے الٹے کونے کو الٹ کر اس سے گیلے پاؤں کو پونچھ ڈالے پھر قبلہ رو ہو کر دو رکعت (نفل) ادا کرے، یہ خیال رہے کہ مصلّے کی سجدے کی جگہ اس سے پامال نہ ہو۔

الغرض یہ تمام رسوم ظاہری ہیں جن کو بعض ارباب تصوف نے مستحسن کہا ہے اور پسند کیا ہے اور جو صوفی ان رسوم کا پابند ہو اس پر اعتراض نہیں ہوسکتا، کیونکہ اکثر مشائخ نے ان رسوم کو پسند کیا ہے اور ان کی پسندیدگی کی ظاہری وجہ یہ ہے کہ مرید کو ہر ایک امر میں ایک صورت خاص کے ساتھ پابند کر دیا جائے تاکہ وہ ہمیشہ ان کی پابندی کا خیال رکھے اور اپنی ہر حرکت اور ہر عمل میں اس مقصد کو پیش نظر رکھے اور اگر کوئی درویش ان رسوم میں سے کسی کی ادائیگی میں قصور کرے تو اس پر اعتراض نہ کیا جائے وہ ایسی حالت میں قابل اعتراض ہوگا جب کہ اس سے کسی واجب یا مستحب امر میں رخنہ پڑے (کسی واجب یا مستحب کو ترک کردے)۔

اصحاب رسول ﷺ صوفیہ کی طرح اکثر رسوم کے پابند نہیں تھے (ان کی بہت سی ایسی رسوم ہیں جن کی پابندی اصحاب کرام رضی اللہ عنہم نے نہیں کی ہے۔ نوجوان خانقاہ نشینوں کو زیبا نہیں کہ کسی نووارد خانقاہ پر ان تمام رسوم کی پابندی عائد کر دیں بلکہ جو غلط باتیں اس سے ظہور میں آئیں ان میں نیت کو دیکھنا چاہیئے۔ یعنی نیک نیتی کا لحاظ رکھتے ہوئے ان رسوم کی پابندی کا مطالبہ کرنا چاہئے مثلاً ایک درویش اپنی آستین چڑھائے بغیر خانقاہ میں داخل ہوا اور تمام سفر میں وہ اپنی آستین چڑھائے سفر کرتا رہا تو اس کو بتایا جائے کہ وہ محض دکھاوے کے لئے یہ کام نہ کرے کیونکہ اس نے کسی مستحب امر کی خلاف ورزی تو نہیں کی لیکن جس طرح وہ تمام سفر میں رہا ہے اسی طرح خانقاہ میں داخل ہونے کے وقت بھی رہتا ہے تو کوئی حرج نہیں تھا اسی طرح پٹکا باندھنے کا حال ہے کہ پٹکا باندھنا مسنون ہے اس سلسلہ میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نے کمروں پر پٹکے باندھ کر مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ تک سفر کیا تھا۔ نووارد کو بتایا جائے کہ آستین چڑھانے کا فائدہ ہے کہ اس طرح مسافر کو سفر کرنے اور چلنے میں آسانی ہوتی ہے۔ (ڈھیلی آستین لٹکی ہوئی اک الجھن پیدا کر دیتی ہے) لہٰذا جو کوئی سفر میں پٹکا باندھے اور آستین چڑھا کر سفر کرے تو اس کو اسی طرح اس ہیئت میں خانقاہ میں داخل ہونا چاہئے۔ اور اگر کوئی شخص کمر بستہ ہو یا سوار ہو اور پٹکا نہ باندھا تو سچائی اور راستی کا تقاضہ یہی ہے کہ وہ اسی طرح خانقاہ میں داخل ہو (اگر اس نے دوسری ہیئت اختیار کی تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے صداقت کو چھوڑ دیا) محض دکھاوے کے لئے نہ آستینیں چڑھائے اور نہ کمر میں پٹکا باندھے اگر ایسا کرے گا تو یہ تکلف اور ریاکاری ہوگی جب کہ تصوف کی بنیاد صداقت پر ہے اور دکھاوے کی اس میں گنجائش نہیں ہے (بلکہ خلق کی نظر سے گرنا ہی اس کی بنیاد ہے)۔

خانقاہ میں داخل ہوتے وقت سلام نہ کرنے کی وجہ

اور جو لوگ صوفیہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ لوگ خانقاہ میں داخل ہوتے وقت سلام کرنے میں پیش قدمی نہیں کرتے اور یہ طریقہ غیر مستحب ہے۔ ایسے نکتہ چین کو درویش کے ارادے اور اس کی نیت سے آگاہ ہوئے بغیر نکتہ چینی میں عجلت نہیں کرنا چاہئے اس کے سلام میں پیش قدمی نہ کرنے یا سلام کا جواب دینے کی بہت سی وجوہ ہوسکتی ہیں منجملہ ان کے ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ ''سلام'' خداوند تعالیٰ کا اسم مبارک ہے اور اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی اس روایت کو پیش کیا جاسکتا ہے کہ:

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک شخص گزرا اور اس وقت حضور ﷺ پیشاب کر رہے تھے، گزرنے والے نے آپ کو سلام کیا مگر آپ نے اس کے سلام کا جواب نہ دیا یہاں تک کہ وہ شخص آپ کی نظروں سے اوجھل ہوگیا، اس وقت آپ نے دیوار پر ہاتھ سے ضرب لگائی اور چہرے کا مسح فرمایا اس کے بعد آپ نے اس شخص کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ مجھے سلام کا جواب لوٹانے میں یہ امر مانع آیا کہ میں اس وقت پاک نہیں تھا (یعنی پاک نہ ہونے کے باعث میں نے سلام کا جواب نہیں دیا''۔

ایک دوسری روایت میں الفاظ اس طرح آئے ہیں: ''آپ نے اس شخص کے سلام کا جواب اس وقت تک نہیں دیا جب تک آپ نے وضو نہیں فرمالیا اس کے بعد آپ نے معذرت کی اور فرمایا کہ ''مجھے اس حال میں کہ میں پاک نہیں تھا یہ پسند نہیں آیا کہ میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کروں''۔ پس سفر سے واپس آنے والے درویشوں کی جماعت میں کوئی بے وضو بھی ہوجاتا ہے پس اگر کوئی باوضو اس کو سلام کرے اور

وہ بے وضو ہونے کے باعث اس کے سلام کا جواب نہ دے تو اس کا حال (محدث ہونا) ظاہر ہوجائے گا۔ پس سلام کرنے کا سلسلہ اس وقت تک ترک کردینا چاہئے جب تک جو وضو کرنا چاہے وہ وضو کرلے اور جو اپنے پاؤں دھونا چاہے وہ پاؤں دھولے اس طرح محدث کا حال پوشیدہ رہے گا اور وہ رسول اکرم ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے طہارت کے بعد سلام کرسکیں گے۔

سلام میں پیش قدمی کرنے کی ایک اور وجہ

کبھی ایسا ہوتا ہے وہ حضرات جو مقیم ہیں ان میں بھی بعض ایسے لوگ موجود ہوتے ہیں جو باوضو نہیں ہوتے وہ طہارت کے بعد ہی سلام کا جواب دینے کے اہل بن سکتے ہیں کیونکہ ''سلام'' اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ہے (اب اگر داخل ہونے والا درویش سلام کرے تو کس طرح جواب دیں، اس طرح داخل ہونے والا سلام میں پہل نہیں کرتا اس سلسلہ میں یہ بہترین توجیہہ ہے جو کی جاسکتی ہے۔ سلام میں پیش قدمی نہ کرنے کا سبب یہ بھی ہے کہ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی بھائی سفر سے واپس آتا ہے تو دوسرے بھائی بغل گیر ہوتے ہیں اور آنے والا درویش سفر کے گردوغبار سے آلودہ ہوتا ہے (وہ نہیں چاہتا کہ اس گردوغبار کے ساتھ دوسرے بھائی اس سے گلے ملیں وہ اگر سلام کرے گا تو میرے بھائی جواب دیں گے اور گلے ملیں گے اس لئے وہ چاہتا ہے کہ وہ پہلے وضو کرے، گردوغبار سے پاک وصاف ہوجائے اس وقت سلام اور معانقہ کرے، (وضو اور پاکیزگی سے پہلے سلام نہیں کرتا)۔

ایک وجہ سلام میں پہل نہ کرنے کی یہ بھی ہے کہ خانقاہ والے صاحبان، صاحبان مراقبہ ہوتے ہیں اگر یکبارگی اور اچانک ان کو سلام کریں (السلام علیکم کہے) تو صاحب مراقبہ چونک پڑتا ہے اور اس کا دل جو اس کا محافظ ہے اور مراقبہ

میں مشغول ہے پریشان ہوجاتا ہے (مراقبہ میں خلل پڑتا ہے) اور تشویش میں مبتلا ہوجاتا ہے اس لئے سلام سے پہلے انہیں مانوس کرنے اور رفتہ رفتہ آگاہ کرنے کے لئے درویش داخل خانقاہ ہوکر پاؤں دھوئے (گردسفر سے پاک کرے) وضوکرکے دورکعت نماز ادا کرے اس اثنا میں خانقاہ والے اس کی آمد سے آگاہ ہوکر اس سے ملنے کے لئے تیار ہوجائیں گے۔ اور وہ خود بھی اس وقت ان سے ملنے کے قابل ہوجائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”حَتّٰی تَسْتَانِسُوْا“ یہاں تک کہ تم ایک دوسرے سے مانوس ہوجاؤ۔ اس طرح تمام لوگوں کا آنے والے سے مانوس ہوجانا بھی اس کے حسب حال ہوگا۔ (درویش کے لئے ضروری ہے کہ وہ اہالیان خانقاہ سے مانوس ہوا جنبیت نہ رہے اس میں بھی آنے والے کے لئے بھلائی ہے)۔

خانقاہ درویش کا اپنا گھر ہے

سلام میں پہل نہ کرنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جب سفر سے واپس آنے والا درویش خانقاہ میں داخل ہوتا ہے یہ جگہ اس کے لئے کوئی نئی نہیں ہے کہ وہ وہاں قدم رکھتے ہی سلام کرے۔ بلکہ یہاں اس کے دوسرے بھائی رہتے ہیں اور ان کی روحانی محبت نے ان کو ایک رشتہ میں منسلک کررکھا ہے، یہ منزل اس کی ہی منزل ہے اور یہ جگہ اس کی اپنی جگہ ہے کوئی غیر جگہ نہیں ہے اس لئے اس کے لئے یہاں کے لوگوں سے سلام کرکے رشتہ جوڑنا اس قدر اہم نہیں ہے اس لئے پہلے وہ خدا سے رشتہ جوڑنا چاہتا ہے۔ داخل خانقاہ ہوکر عبادت میں اولاً مشغول ہوجاتا ہے۔

پس جس طرح آنے والا درویش سلام میں پہل کرنے سے بوجوہ مذکورہ بالا معذور ہے اسی طرح خانقاہ نشینوں کو بھی یہ لازم ہے کہ وہ خانقاہ میں داخل ہونے والوں پر سلام میں پہل نہ کرنے پر معترض نہ ہوں، کیونکہ سلام میں پہل نہ کرنے کی

کئی معقول وجوہ ہیں جو ہم بیان کرچکے ہیں، لیکن یہ خیال رکھنا چاہئے کہ جس طرح سلام میں پہل نہ کرنے کی چند وجودہ ہیں اسی طرح سلام میں پہل کرنے کی سلسلہ میں بھی ان کے پاس چند دلائل اور معقول وجوہ ہیں۔

آداب شریعت اور آداب طریقت

حضرات صوفیہ کے لئے کچھ آداب تو وہ ہیں جن کا ثبوت شریعت سے ہے اور کچھ ایسے آداب ہیں جنہیں مشائخ کرام نے پسند کیا ہے اور ان کا معمول رہے ہیں وہ آداب جو شریعت سے ثابت ہیں ان میں کچھ کا ہم تذکرہ کرچکے ہیں جیسے کمر باندھنا، عصا اور آفتابہ سفر میں رکھنا، موزے پہننے میں سیدھے پاؤں سے ابتدا کرنا اور اتارتے وقت بائیں پاؤں سے ابتدا کرنا، صحابی رسول حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم جوتے پہنو تو سیدھے پاؤں سے ابتدا کرو اور جب جوتے اتارو تو بائیں پاؤں سے ابتدا کرو یا دونوں کو یکساں پہنو، اور یکساں ہی اتارو۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعلین مبارک بائیں پاؤں سے پہلے اتارتے تھے اور دائیں پاؤں سے پہننے کی ابتدا فرماتے تھے۔ اسی طرح مصلی کا بچھانا بھی ایک مسنون طریقہ ہے جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کرچکے ہیں اور بہت سے سنت سے ثابت اور مشروع ہے کہ کوئی شخص دوسرے کے مصلے پر نہ بیٹھے اور یہ ایک طویل حدیث میں مذکور ہے ”کوئی شخص دوسرے شخص کے اختیار کی جگہ پر امامت نہ کرے اور نہ اس کی عزت کی جگہ (مسند) پر بغیر اس کی اجازت حاصل کئے بیٹھے۔

معانقہ، مصافحہ اور پیشانی کا بوسہ مسنون ہے

اسی طرح یہ بھی مسنون طریقہ ہے کہ جب کوئی اپنے بھائیوں کو سلام کرے تو ایک دوسرے سے بغیر معانقہ نہ کئے ہوں جیسا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ جب سرزمین حبشہ سے واپس تشریف لائے تو رسول اللہ ﷺ ان سے بغل گیر ہوئے۔ اسی طرح پیشانی کا بوسہ لینا بھی مسنون ہے اور اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ روایت ہے کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ آئے تو رسول اکرم ﷺ نے ان کی دونوں آنکھوں کے وسط (وسط پیشانی) کا بوسہ لیا اور فرمایا کہ مجھے فتح خیبر نے اتنا مسرور نہیں کیا جتنا جعفر رضی اللہ عنہ کی آمد نے مسرور کیا۔ اسی طرح بھائیوں سے مصافحہ کرنا بھی آداب شریعت میں سے ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اپنے مسلمان بھائیوں سے مصافحہ کرنا بوسہ کا قائم مقام ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے کسی نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ جب کوئی شخص اپنے دوست سے ملے تو کیا اس کے لئے جھکے (خم ہو کر ملے) آپ نے فرمایا نہیں، پوچھنے والے نے عرض کیا تو کیا اس سے لپٹے اور اس کا بوسہ لے؟ آپ نے فرمایا نہیں، عرض کیا کہ مصافحہ کرے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہاں! مصافحہ کرے۔

خانقاہ نشین درویشوں کے لئے یہ امر مستحب ہے کہ وہ آنے والے درویشوں کا مرحبا کہہ کر خیر مقدم کریں۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں جس روز حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے دوبار ”مَرْحَبًا بِالرَّاكِبِ الْمُهَاجِرِ“ فرمایا! اگر آنے والے کے لئے (از روئے تعظیم) کھڑے ہو جائیں تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ مسنون ہے۔ منقول ہے کہ جس روز حضرت

جعفر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے تو حضور ﷺ ان کے لئے از راہ شفقت و محبت) کھڑے ہو گئے۔

آنے والے کو کھانا کھلایا جائے

خادم خانقاہ کے لئے یہ امر مستحب ہے کہ آنے والے کے لئے کھانا پیش کرے، جناب لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب ہم وفد کی صورت میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ کاشانۂ نبوت میں موجود نہ تھے ہم وہاں ٹھہر گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا کہ ہمارے لئے حریرہ تیار کیا جائے اور وہ ہمارے واسطے تیار ہوا اور ایک قناع میں بھر کر ہم کو بھیجا گیا، ہم سب نے حریرہ کھایا، جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو آپ نے ہم لوگوں سے دریافت کیا، تم کو کچھ (کھانے کو) ملا؟ ہم نے عرص کیا، جی ہاں یا رسول اللہ ﷺ۔ اسی طرح آنے والے کے لئے بھی یہ مستحب ہے کہ وہ اپنی آمد پر بطور حق قدم خانقاہ نشینوں کیلئے کچھ پیش کرے، منقول ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ جب مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو آپ نے (مہمانی) کے لئے ایک اونٹ ذبح کرایا تھا۔

عصر کے بعد سفر سے واپس نہیں ہونا چاہئے

عصر کے بعد (سفر سے واپس) آنا مکروہ ہے اور اس کی توجیہہ سنت میں موجود ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے رات کے چلنے سے منع فرمایا ہے یعنی رات میں سفر سے واپس نہیں آنا چاہئے صوفیہ عصر کے بعد رات کے استقبال کی تیاری میں طہارت وغیرہ میں لگ جاتے ہیں اور ذکر و استغفار کی تیاری کرتے ہوتے ہیں ایسے وقت اگر کوئی خانقاہ میں آئے گا تو ان کا حرج ہوگا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ ''تم میں سے جب کوئی سفر سے واپس آئے تو رات کے وقت اپنے اہل کے پاس نہ جائے، کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اکرم ﷺ کا معمول تھا کہ آپ سفر سے دن چڑھے واپس تشریف لایا کرتے تھے اور دن چڑھے آنے کو مستحب سمجھتے تھے۔ اس طرح دن کے اول وقت میں آنا مستحب ہے اور صوفیہ نے اس کو پسند کیا ہے، ہاں اگر ضعف کے باعث دیر ہوجائے یا کچھ ایسی ہی بات ہو تو عصر کے وقت تک ان کی آمد کو معذور سمجھا جاسکتا ہے کیونکہ پیدل چلنے یا ضعیفی کی وجہ سے دیر میں پہنچنے کا ایک احتمال ہوسکتا ہے مگر جب عصر کا وقت ختم ہوجائے اور اس وقت درویش آئے تو سمجھا جائے گا کہ دن کے شروع میں آنے کی سنت میں اس سے کوتاہی سرزد ہوئی ہے کہ یہ صوفیہ حضرات عصر کے بعد آنے کو سنت نبوی ﷺ کی پابندی نہ کرنے کے بعد ناپسند کرتے ہیں۔ پس اگر داخل ہونے سے قبل عصر کا وقت ہوجائے تو اپنی واپسی دوسرے دن پر ملتوی کردے تاکہ دوسرے دن چاشت کے وقت داخل ہونے سے سنت کی پیروی ہوجائے اس سلسلہ میں ایک نکتہ اور بھی ہے وہ یہ کہ عصر کے بعد نماز (نفل وغیرہ) پڑھنا مکروہ ہے۔ اور مسافر کے لئے ضروری ہے کہ جب داخل ہو تو دو رکعت نماز (نفل) ادا کرے، جب عصر کے بعد آنا ہوگا تو نماز ادا نہیں کرسکے گا۔

آنے والے کے ساتھ مؤدت سے پیش آنا چاہئے

کبھی کبھار ایسا اتفاق بھی ہوجاتا ہے کہ خانقاہ میں داخل ہونے والے آداب داخلہ سے کم آگاہ ہوتے ہیں اس وقت وہ گھبراجاتے ہیں ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں اس لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ اہل خانقاہ ان کے پاس آکر بیٹھیں

اور ان سے بے تکلفی اور محبت کے ساتھ پیش آئیں تاکہ احساس بیگانگی اور آداب سے عدم واقفیت سے جو تحیر ان میں پیدا ہوگیا ہے وہ دور ہوجائے اور ان کی سراسیمگی جاتی رہے۔ اس میں بڑی فضیلت ہے۔

حضرت ابورفاعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب بار اول میں رسول خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ اس وقت خطبہ دے رہے تھے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ ایک مسافر شخص حاضر ہوا ہے وہ اپنے دین کے بارے میں معلوم کرنا چاہتا ہے اس کو نہیں معلوم کہ دین کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور خطبہ آپ نے چھوڑ دیا لوہے کے پاؤں والی ایک کرسی لائی گئی آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اور پھر آپ نے مجھے دینی امور کی تعلیم دی اس کے بعد آپ نے پھر خطبہ شروع فرمادیا اور اس کو تکمیل پر پہنچایا۔

پس یہ بات فقراء اور صوفیہ کے اعلیٰ اخلاق میں داخل ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ نرمی اور مدارات سے پیش آئیں اور اگر کچھ ناپسندیدہ باتیں سننا پڑیں یا ناپسندیدہ باتیں دیکھنا پڑیں تو ان کو برداشت کریں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ خانقاہ میں ایسا فقیر آجاتا ہے اور مراسم صوفیانہ کی خلاف ورزی اس سے ہوتی ہے تو اس کو جھڑکنا اور نکال باہر کردینا بہت بڑی غلطی ہے اس لئے کہ بہت سے صالح بندے اور اولیاء اللہ ایسے بھی ہیں جو آداب خانقاہی سے پوری پوری واقفیت نہیں رکھتے ہیں لیکن وہ خانقاہ میں سچے ارادے سے اور پوری پوری عقیدت کے ساتھ داخل ہوتے ہیں تو جب ان سے بُرا سلوک کیا جاتا ہے تو ان کے دل پراگندہ اور پریشان ہوجاتے ہیں۔

جمعیت خاطر رخصت ہوجاتی ہے اس کراہت اور نامناسب امور سے دین ودنیا کی تباہی کا امکان ہے پس اس سے پرہیز کرنا چاہئے اور رسول خدا ﷺ کے

اخلاق عالیہ کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ حضور کس درجہ رفیق ومدارات فرمایا کرتے تھے
اور یہ صحیح روایت ہے کہ ایک بدوی مسجد نبوی میں آیا اور اس نے وہاں پیشاب کر دیا،
یہ دیکھ کر حضور ﷺ کے حکم کے مطابق بڑے ڈول میں پانی بھر کر اس کو بہا دیا گیا او
رحضور ﷺ نے اس اعرابی کو جھڑکا نہیں بلکہ نہایت نرمی اور خوش اخلاقی کے ساتھ
اس کے فرض سے آگاہ کر دیا گیا۔

پس یاد رکھنا چاہئے کہ سختی، درشتی اور بدکلامی خبث باطنی کی علامت ہے جو
صوفیہ کے حالات کے بالکل منافی ہے اگر خانقاہ میں کوئی ایسا شخص آئے جو اس قابل
نہ ہو کہ اس کو ہاں رکھا جائے تو اس کو ماحضر پیش کرنے کے بعد وہاں سے رخصت
کر دیا جائے لیکن ملائمت اور نرمی کے ساتھ کہ ارباب خانقاہ کا یہی طریقہ ہے۔

مہمان کے جسم کا مساج اور دبانا

خانقاہ میں آنے والے درویش کے جسم کو دبانا اور مساج کرنا بھی ایک
امر مستحسن ہے اور اس کا ثبوت بھی اسوۂ رسول اللہ ﷺ میں موجود ہے۔ حضرت
عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو
اس وقت ایک غلام آپ کی کمر دبا رہا تھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی مزاج پرسی کی تو
آپ نے فرمایا "اونٹنی نے مجھے گرا دیا تھا۔ کمر میں تکلیف ہے اسلئے کمر دبوا رہا ہوں۔

جسم دبانے کا خوگر نہیں ہونا چاہئے

لیکن یہ طریقہ اسی وقت مستحسن اور پسندیدہ ہے کہ جب تکان ہو یا سفر سے
واپسی پر جسم کو دبایا جائے تاکہ سفر کی کلفت دور ہو جائے لیکن اگر کوئی جسم دبوانے کا
عادی ہو جائے اور ہاتھ پاؤں دبوانے کو پسند کرنے لگے اس خیال سے کہ اس سے

نیند آجاتی ہے اور جب تک نیند نہ آجائے ہاتھ پاؤں دبائے جاتے ہیں تو ایسا کرنا
فقیروں کے لئے مناسب نہیں ہے خواہ شریعت میں اس کی رخصت اور اس کا جواز
موجود ہو۔ بعض فقراء کے بارے میں کہا گیا ہے کہ جو ہاتھ پاؤں دبوانے کے
عادی ہو گئے تھے اور اس عمل سے لذت اندوز ہوتے تھے تو ان کو احتلام ہو جاتا تھا
چنانچہ وہ اس احتلام کو ہاتھ پاؤں دبوانے کی سزا تصور کرتے تھے یہ ایسے امور ہیں کہ
ان میں ارباب عزیمت کے لئے رخصت (جواز) کی گنجائش نہیں ہے اور نہ اس
طرف ان کو رغبت کرنا چاہئے۔

رہبانیت منع ہے

روایت ہے کہ ایک عارف نے دنیا سے اس قدر کنارہ کشی اختیار کی کہ لوگوں
سے بچ کر جنگل میں نکل گئے بستی سے منہ موڑ کر جنگل میں پہنچ گئے۔ اور یہ عہد کر لیا
کہ میں کسی شخص سے کوئی چیز طلب نہیں کروں گا میرا رزق خود میرے پاس جب
آئے گا تب کھاؤں گا۔ چلتے چلتے وہ ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچا اور وہاں سات
دن تک بیٹھا رہا لیکن کھانے کو کوئی چیز نہیں ملی، یہاں تک کہ موت کے قریب پہنچ
گیا۔ اس وقت اس نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کیا کہ الٰہی اگر تو مجھے زندہ رکھنا
چاہتا ہے تو میرا رزق مجھے عطا فرما دے جو تو نے میری قسمت میں لکھ دیا ہے ورنہ
مجھے موت دے دے! اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو الہام ہوا کہ
میں اپنی عزت وجلال کی قسم کھاتا ہوں میں تم کو اس وقت تک رزق نہیں دوں گا جب
تک تم بستی میں نہ جاؤ اور لوگوں کے ساتھ رہنا سہنا نہ شروع کر دو۔ اس الہام کے
بعد وہ شہر میں داخل ہوئے اور لوگوں سے ملے جلے اسی وقت کوئی ان کے لئے کھانا
لایا اور کسی نے پانی پیش کیا جب وہ خوب کھا پی چکے تو ان کو کچھ دہشت ہوئی اس

وقت ہاتف غیبی نے ان سے کہا کہ تم چاہتے تھے کہ دنیا تیاگ کر نظام عالم اور حکمت الٰہی کو باطل کردو، کیا تم یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرت کے ہاتھوں روزق دینے سے زیادہ محبوب ومرغوب یہ ہے کہ بندے بندوں کو رزق پہنچائیں۔

نظریہ توحید اگر درست ہے تو اسباب معدوم ہوجاتے ہیں

بہرحال جو صوفی فتوحات پر تکیہ کئے ہے اور اس کا خوگر ہے اس کے لئے انسان کا ہاتھ اور فرشتوں کا ہاتھ یکساں ہے وہ قدرت وحکمت میں کوئی فرق نہیں کرتا اس کے لئے جنگلوں میں پھرنا اور قطع تعلقات کرکے بیٹھ جانا یا دنیاوی اسباب کا گرویدہ بن جانا یکساں ہی ہے کہ جب اس کا نظریہ توحید درست ہوگا تو انسان کی نظر سے تمام دنیاوی اسباب معدوم ہوجائیں گے۔

معاش کا دروازہ کلید قدرت الٰہی سے کھولو

محمد اسکاف رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے یحییٰ بن معاذ رازی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ جس نے معاش کے دروازے کو قدرت کی کلید کے بغیر کھولنا چاہا وہ مخلوق کے سپرد کردیا گیا (اللہ تعالیٰ سے اس کا تعلق منقطع ہوجاتا ہے) ایک عابد وزاہد اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں اچھا خاصا پیشہ ور شخص تھا، خدا کو یوں منظور ہوا کہ میں اسے ترک کردوں اسی وقت میرے دل میں یہ بات کھٹکنے لگی کہ معاش کہاں سے آئے گی؟ اس دم ہاتف غیب نے مجھے آواز دے کر کہا کہ تم دنیا کو چھوڑ کر میری طرف راغب ہوئے یہ سبب محبت ہے لیکن افسوس کہ رزق کے معاملہ میں مجھ پر تہمت لگاتے ہو! یہ تو میرا ذمہ ہے کہ میں اپنے دوستوں میں سے ایک دوست کو تیرا

خادم بنادوں یا ایک منافق کو جو میرے دشمنوں میں سے جو تیرا مسخر اور محکوم کردوں (ہر ایک تجھے رزق پہنچائے گا، اب جس کو تو پسند کرے)۔

صوفی دنیا کا مخدوم بننا پسند نہیں کرتا

پس جب صوفی کا روحانی مقام درست اور وہ اپنی خواہشات سے الگ تھلگ ہوگیا اور کسی شوق سے اس کا تعلق باقی نہ رہا تو اس وقت وہ اس مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے کہ دنیا اس کی خدمت کرے گی اور اس کی خادمہ بن کر رہنا پسند کرے گی مگر وہ اس کا مخدوم بننا پسند نہیں کرے گی۔ بلکہ فتوح خور (صاحب فتوح) نفس کی ہر خواہش اور ہر جنبش کو ایک گناہ اور جرم سمجھے گا۔

حکایت ایوب حمّال رحمۃ اللہ علیہ

روایت ہے کہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ایک روز شارع باب الشام کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر انہوں نے آٹا خریدا اس تو کوئی قلی یا حمال وہاں موجود نہ تھا آخر کار ایوب نامی حمال اتفاق سے مل گیا۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وہ آٹا اٹھوا کر گھر لائے، حضرت امام احمد نے ایوب حمال کو اجرت دی۔ جب اجرت دے کر گھر میں واپس آئے تو دیکھا کہ گھر کے لوگوں نے تمام آٹے کی روٹیاں پکالی ہیں اور چونکہ روٹیاں بہت ہوگئی تھیں اس لئے سکھانے کے لئے تخت پر پھیلادی تھیں، ایوب حمال نے انہیں دیکھ لیا تھا، ایوب ہمیشہ روزے سے رہا کرتے تھے، امام احمد نے اپنے فرزند صالح سے کہا کہ تم ایوب کو روٹی دے دو۔ صالح نے ایوب کو دو روٹیاں دیں مگر انہوں نے واپس کردیں امام احمد نے فرمایا انہیں یہاں رکھدو، جب کچھ دیر گزر گئی تو انہوں نے فرمایا ایوب کو روٹیاں دے دو اس بار جب صالح نے ان

کو روٹیاں دیں تو انہوں نے لے لیں، صالح بہت تعجب کرتے ہوئے واپس آئے تو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا کہ تم پہلی دفعہ روٹی واپس کرنے اور دوبارہ لے لینے پر حیران ہو؟ انہوں نے کہا جی ہاں! حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایوب ایک نیک اور صالح مرد ہیں! پہلی جب انہوں نے روٹیوں کو دیکھا تو ان کے نفس میں ان کی خواہش پیدا ہوئی، چنانچہ ان کی خواہش نفسانی کو پورا کرتے ہوئے ان کو روٹیاں دی گئیں۔ تو انہوں نے واپس کر دیں کہ وہ نفس کی خواہش کو پورا کرنا نہیں چاہتے تھے۔ اور جب وہ ملنے سے مایوس ہوئے تو دوبارہ ہم نے ان کو بھیجیں اور انہوں نے اس کو فتوح جان کر قبول کر لیا۔ یہ حالت ارباب صدق کی ہے اگر وہ کبھی سوال کرتے ہیں تو صحیح علم کے ساتھ سوال کرتے ہیں اور اگر سوال سے رکتے ہیں تو سوال نہیں کرتے تو وہ بھی ایک حال اور ایک روحانی کیفیت ہوتی ہے اور جب کسی چیز کو قبول کرتے ہیں علم کے بعد جب شبہ دور ہو جاتا ہے تو سوال کرتے ہیں۔

بے ضرورت طلب کرنے والا صوفی نہیں ہے!

وہ صوفی جس کو فتوح کا حال میسر نہیں ہوا اور فتوح کا مرتبہ اس سے پوشیدہ ہے اس کے لئے صحیح علم کی شرط کے ساتھ سوال یا کسب کی اجازت ہے مگر وہ سائل جو ضرورت کے وقت کے بغیر اور حاجت سے زیادہ طلب کرے تو سمجھ لینا چاہئے کہ ارباب تصوف سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک سائل کو مانگتے ہوئے سنا تو آپ نے اپنے ساتھی سے فرمایا کہ میاں! میں نے تم سے کہا تھا کہ سائل کو کھانا دیدو! انہوں نے کہا جی! میں نے کھانا دے دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو اس کی کمر کے نیچے ایک جھولی روٹیوں سے بھری ہوئی تھی۔ اس وقت حضرت رضی اللہ عنہ نے اس سے دریافت کیا

کہ تیرے اہل و عیال ہیں اس نے کہا کہ نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تو سائل نہیں ہے بلکہ سوداگر ہے یہ کہہ کر اس کی جھولی لے لی اور ضرورت مند حضرات کے سامنے خالی کر کے اور اس کے درے مارے۔

فقر عذاب بھی ہے اور ثواب بھی ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں فقر میں ثواب بھی رکھا ہے اور فقر میں عذاب بھی رکھا ہے۔ وہ فقر جس میں ثواب موجود ہے اس کی علامت یہ ہے کہ صاحب فقر کے اخلاق نیک ہوں اپنے رب کا اطاعت گذار بندہ ہو اور اپنے حال کی شکایت لب پر نہ ہو اور اپنے فقر پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے اور وہ فقر جس میں عذاب ہے اس کی علامت یہ ہے کہ صاحب فقر کے اخلاق برے ہوں اور اپنے رب کا نافرمان ہو، اپنے فقر پر بہت شکوہ شکایت کرے اور حکم الٰہی یا تقدیر پر غصہ کرے۔

اسی لئے صوفیائے کرام کا طریقہ یہ رہا ہے کہ خواہ ان کو فتوح حاصل ہو یا وہ علم کیساتھ سوال کریں ہر موڑ پر وہ حسن ادب کو ملحوظ رکھتے۔ اور ہر بدلتی ہوئی حالت کیساتھ اپنی صداقت کا ثبوت پیش کرنے میں کوتاہی نہیں کرتے۔ (عوارف المعارف، ص ۳۰۴)

☆☆☆

صوفیوں کی ازدواجی زندگی

نَحمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

"اے ہمارے پروردگار ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں ہے!"

صوفی کا تجرد اور تاہل

صوفی اگر متاہل زندگی اختیار کرتا ہے یعنی اگر نکاح کرتا ہے تو صرف اللہ کے لئے! بالکل اسی طرح جیسے وہ صرف اللہ کے لئے اب تک مجرد رہا تھا، جس طرح اس کے تجرد کا ایک مقصد اور وقت ہے اسی طرح اس کی متاہل زندگی کا بھی ایک مقصد اور وقت ہے، جو صوفی صادق ہے وہ تجرد اور تاہل کا وقت جانتا ہے اس لئے کہ صوفی کی سرکش طبیعت کے دہانہ میں علم کی لگام ڈال دی گئی ہے، جب تک اس کے لئے تجرد کی زندگی بہتر ہوتی ہے مجرد رہتا ہے اور اس کی طبیعت نکاح جلد کرنے کی طرف مائل نہیں ہوتی اور اسی لئے وہ تزویج پر قدم نہیں اٹھاتا (نکاح نہیں کرتا) جب نفس میں یہ صلاحیت پیدا ہوجائے اور نرمی کرنے کا اس کو استحقاق ہو جب نرمی پیدا

ہوجائے یہ امور اسی وقت سرزد اور رونما ہوتے ہیں جب کہ نفس پورے طور پر مطیع ومنقاد ہو اور جو کچھ اس سے چاہا جائے اس کو وہ قبول کرے جیسے ایک لڑکا ہمیشہ دل پسند بات کرے اور نقصان وناگوار چیز سے باز رہے۔ تو جب نفس منقاد ومطیع ہوجائے اور وہ حکم الٰہی بجالانے کی تحریک کرے اور لقب کے ساتھ جنگ کرنے سے بیزار ہو تو دونوں کے مابین انصاف اور عدل سے صلح کرادی جائے اور دونوں میں سے ہر ایک کے معاملہ پر انصاف کی نظر کی جائے۔

صوفی کے لئے بیوی کا انتخاب

اور صوفیہ میں سے جس کسی نے تجرد کی لذت پر صبر کیا تو یہ صبر اسوقت تک ہی ہوسکتا ہے جب کہ کتاب اپنی حد کو پہنچ جائے یعنی مقدر کا لکھا پورا ہوجائے، اس وقت صوفی کیلئے بیوی کا انتخاب کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ اس کا مددگار ہوگا اور اس کے اسباب مہیا فرمادے گا اور ایک ایسا رفیق زندگی اس کو انعام فرمائے گا جس کے ساتھ نکاح کرکے وہ اپنی زندگی خوشی سے بسر کرے اور اللہ تعالیٰ اس کی طرف رزق بھیجے گا۔

اور اگر صورت حال یہ ہے کہ مرید (صوفی) نکاح کرنے میں جلدی کرے اور اس کی طبیعت نکاح ان کی ذمہ داریوں سے خوف زدہ نہ ہو اور خیانت کا اس میں شائبہ نہ ہو اور شہوت نفسانی کے وساوس اس سے بلند ہونے لگے جو علم کی شمع کو گل کردیتا ہے اور وہ اپنے اعلیٰ انجام سے (جو اس کے حال کا تقاضا اور اس کی ارادت کا باعث ہے اور صدق طلب کیلئے شرط ہے) نشیب میں گرجاتا ہے اس اعلیٰ مقام کو کھودیتا ہے اور پھر وہ صداقت وعقیدت کے شرائط کی بجا آوری نہیں کرسکے گا بلکہ وہ اس سہولت اور عام اجازت کی پستی میں گرجائے گا جو اللہ تعالیٰ نے عام مخلوق کیلئے ازراہ الفت وکرم مقرر فرمادی ہے (عوام کی طرح نکاح سے لذت اندوز ہوگا) لیکن

سمجھ لینا چاہئے کہ اس طریقے سے درویش کی روحانی زندگی کو زبردست نقصان اور خسارہ ہوگا اور پس اس قسم کی جلد بازی مردان کار کی پستی کا باعث بن سکتی ہے۔

شیخ تستری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

شیخ سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب مرید اس حالت میں ہو جہاں سے ترقی کی حالت کی امید ہو اور ایسی حالت میں وہ کسی ابتلاء میں داخل ہوجائے اور اس کو پست حالی میں واپس آنا پڑے تو یہ درویش کیلئے عظیم حادثہ ہے۔

ایک درویش کا عجیب جواب

ایک صوفی سے کہا گیا کہ تم شادی کیوں نہیں کرتے انہوں نے جواب دیا کہ عورت صرف خواہش کے لئے ہوتی ہے اور میں ابھی تک مردوں کے مقام تک پہنچا نہیں ہوں پس میں کس طرح شادی کرسکتا ہوں اس حکایت کا مطلب یہ ہے کہ مخلص اور صادق درویشوں کے بلوغ کا ایک خاص وقت (عوام کے وقت سے الگ ہوتا ہے جب وہ اس بلوغ کو پہنچ جاتے ہیں اس وقت وہ نکاح کرتے ہیں۔

تجرد وتزویج کی فضیلت

بہر حال مجرد ہونے اور نکاح کرنے کے سلسلہ میں جو اخبار وآثار موجود ہیں ان میں تو تجرد یعنی تجرید کی فضیلت بھی موجود ہے اور تزویج کی بھی! رسول اکرم ﷺ کے ارشاد گرامی میں اس بارے میں جو تنوع (رنگارنگی) پائی جاتی ہے یعنی لوگوں نے حالات کے اعتبار سے بعض احادیث تجرید کی فضیلت میں ہیں اور اسی طرح بعض لوگوں کے احوال کے تقاضہ کے بموجب بعض احادیث تاہل وتزویج کی

فضیلت میں ہیں۔ بہر حال آثار واختلاف صرف ان لوگوں کیلئے ہے جنہوں نے اپنے کامل تقویٰ اور ضبط نفس سے اپنی آتش شہوت کو سرد کرلیا ہے (پس ان کیلئے تجرید ہی وجہ فضیلت ہے) ورنہ وہ شخص جسے مجرد رہنے سے فتنہ کا اندیشہ ہو اور شہوت کا اس پر غلبہ ہو تو اس کے نزدیک یہ کرنا ضروری ہے اور تاہل ہی میں اس کیلئے فضیلت ہے۔ البتہ ائمہ کرام کے یہاں ایسے شخص کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے جس پر شہوت غالب نہ ہو (بعض مجرد رہنے کے حق میں ہیں اور بعض نکاح کرنے کے حق میں)۔

بہر حال جب کسی صوفی کی شادی ہوجائے تو اس کے دوسرے روحانی بھائیوں پر لازم ہے کہ اگر ان کے صوفی بھائی کا یہ حال ہے اور کمال کے درجہ پر ابھی نہیں پہنچا ہے تو اس کے ساتھ ایثار سے پیش آئیں اور اگر وہ دوسروں سے زیادہ طلب کرے تو مزید چشم پوشی سے کام لیں، جیسا کہ ہم اس شخص کے قصے میں بیان کرچکے ہیں کہ جس نے صبر اختیار کیا اور کامیابی اس وقت حاصل ہوئی جب اس کی کامیابی کا وقت آگیا تھا۔ (یہ حکایت سابق میں بیان ہوچکی ہے)۔

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے پاس جب مال غنیمت آتا تھا تو آپ اسے تقسیم فرمادیتے تھے۔ تقسیم اس طرح ہوتی تھی کہ شادی شدہ مسلمانوں کو دو حصے اور مجرد کو ایک حصہ دیا جاتا تھا، ایک بار حضور ﷺ نے مجھے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے پہلے طلب فرمایا ورنہ ہمیشہ پہلے ان کو ہی طلب کیا جاتا تھا۔ اور مجھے دو حصے عطا فرمائے۔ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو ایک حصہ دیا۔ وہ حصہ انہوں نے لے لیا لیکن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اس قدر ملول ہوئے کہ ان کے لینے سے تمام حاضرین اور رسول اکرم ﷺ نے یہ اندازہ کرلیا کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو ایک حصہ ملنے سے کوفت اور ملال ہوا ہے اس وقت تمام مال غنیمت تقسیم ہوچکا تھا صرف سونے کی ایک زنجیر باقی رہ گئی تھی، رسول اکرم ﷺ عصائے مبارک کی نوک

میں اس کو اٹھاتے لیکن وہ پھسل کر گر جاتی اس وقت آپ نے حاضرین سے فرمایا، ”جب تمہارے پاس یہ (سونا) زیادہ ہوجائے گا تو اس کے بعد تمہاری کیا حالت ہوگی، کسی شخص نے کوئی جواب نہیں دیا صرف عمار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم اس سے زیادہ مال خرچ کرنا چاہتے ہیں انہوں نے اپنی ضرورت کی طرف اس قول سے اشارہ کیا۔

تجرد کی زندگی

درویش کیلئے تجرد کی زندگی مفید ہوتی ہے عالم تجرد میں اس کے خیالات یکسو رہتے ہیں اور اس کو جمعیت خاطر حاصل ہوتی ہے اس طرح اس کی زندگی بڑی خوشگوار گزرتی ہے پس ابتدائی زمانہ میں درویش کیلئے بھی مناسب ہے کہ وہ تمام تعلقات سے انقطاع کر کے تمام رکاوٹوں کو دور کر کے سفر اختیار کرے سفر میں خطرات سے دوچار ہونا چاہیے اس طرح معرفت اور خداشناسی کے راستے میں تمام ظاہری اسباب سے الگ تھلگ رہ کر ان رجحانات کو دور کردے جو مجاہدہ کی راہ میں حاصل ہیں۔ اس کے برعکس اگر وہ ازدواجی زندگی کے جھمیلوں میں گرفتار ہے تو اس ازدواجی زندگی کی مصروفیات سے اس کی روحانی علامتیں بجائے بلندی کے پستی کی طرف آجاتی ہے اور بےفکری کی زندگی کے بجائے پریشانی روزگار اور پریشان حال بن جاتا ہے بلکہ انسان بچوں کے جھمیلوں میں پھنس کر رہ جاتا ہے اور ایسے مقامات کے اردگرد چکر لگانے لگتا ہے جو مشتبہ ہوتے ہیں (شبہ کی روزی کے حصوں تک پہنچ جاتا ہے ترک دنیا کر چکا تھا ازدواجی زندگی میں گرفتار ہوکر پھر دنیا کی طرف مائل ہونا پڑتا اور اپنے مزاج اور عادات کے مطابق خواہشات نفسانی میں گرفتار ہوجاتا ہے۔ اپنی طینت وفطرت کے بقدر شہوت نفسانی میں گرفتار ہونا پڑتا ہے۔

شیخ ابوسلیمان الدارانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس نے تین چیزوں کو طلب کیا وہ دنیا کا ہوگیا! اول معاش، دوم نکاح، سوم احادیث پڑھنا۔ اور میں نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو بھی نہیں دیکھا کہ وہ شادی کرنے کے بعد اپنے بلند مقام پر قائم رہا ہو۔ (بلکہ وہاں سے ان کو تنزل ہوا)۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد مردوں کے لئے عورت سے زیادہ مضرت رساں اور کوئی فتنہ نہیں ہوگا۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم سختی اور تنگدستی میں گرفتار ہوئے تو اس موقعہ پر ہم نے صبر سے کام لیا مگر جب ہم کو خوشحال کے ساتھ آزمایا گیا تو ہم صبر نہ کرسکے۔ (اور جادہ ثواب سے ہٹ گئے) مجھے جن فتنوں کا ڈر ہے ان میں سب سے زیادہ خطرناک فتنہ عورتوں کا ہے اس حال میں جب کہ وہ سونے کے کنگن شام کی ریشمی چادر اور یمن کے سرخ سنجاف کا لباس پہنے ہوں گے اور دولت مندان کے عیش وانداز سے مات کھاجائیں گے (اور اگر فقیر ان کے دام میں آجائیں گے) تو وہ فقیروں کو ایسی چیز مہیا کرنے پر مجبور کریں گے جن پر ان کی دسترس نہیں ہوگی۔

کسی دانشمند نے کیا خوب کہا ہے کہ مجرد رہنے کا علاج، عورتوں کے نکاح کے علاج سے آسان ہے: شیخ سہل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ سے عورتوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا عورت کے نہ ہونے پر صبر کرلینا اس کی باتوں پر صبر کرنے سے بہتر ہے اور بہت آسان ہے اور ان کے معاملات پر صبر کرنا آگ کے عذاب سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيفاً ”اور انسان کو ناتواں پیدا کیا گیا ہے“۔

مفسرین نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ انسان اس وجہ سے کمزور ہے کہ وہ بغیر عورت کے نہیں رہ سکتا اور اسی طرح اس ارشاد ربانی میں فرمایا گیا ہے:

رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ''اے ہمارے پروردگار ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کے اٹھانے کی ہم میں طاقت نہیں ہے!''

اس ارشاد خداوندی میں طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالنے سے مراد قوت شہوانی ہے پس فقیر اگر نفس کے مقابلہ پر قادر نہ ہو اور حسن معاملت سے معالجہ نفس میں اس کو وافر حصہ ملا ہے اور وہ عورتوں پر صبر کر لے تو سمجھ لینا چاہئے کہ اس نے پورا فضل حاصل کیا ہے اور اپنی عقل کو کام میں لایا اور ایک آسان کام کی طرف راستہ پالیا۔

حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ دوسو برس کے بعد تمہارے درمیان سب سے بہتر شخص ''حفیف الحاذ'' ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ''حفیف الحاذ'' کیا چیز ہے۔ فرمایا وہ شخص ہے جس کے نہ بیوی ہو اور نہ اولاد ہو۔

ایک فقیر سے جب کہا گیا کہ تم نکاح کر لو تو انہوں نے کہا کہ میں نکاح سے زیادہ حاجت مند اپنے نفس کو طلاق دینے سے ہوں۔ حضرت بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ لوگ آپ کے بارے میں چہ میگوئیاں کرتے ہیں انہوں نے کہا کیا کہتے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ آپ نکاح نہیں کرتے اس لئے تارک ہیں، بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ان لوگوں سے کہدو کہ میں سنت ہی سے فرض میں مشغول ہوں رسول خدا ﷺ کے ارشاد کے مطابق میں سنت ہی سے فرض کی ادائیگی میں مشغول ہوں۔

شیخ بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ ہی کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اگر میں ایک مرغی بھی پال لوں تو مجھے اندیشہ ہے کہ میں ایک ایسا جلاد بن جاؤں گا جو پل پر کھڑا ہو جہاں سے عافیت اور بچ نکلنا ناممکن ہے یعنی ایک مرغی کی پرورش بھی توجہ الی اللہ میں رخنہ اندازی ہے اور توجہ الی اللہ سے تنزلی بربادی ہی بربادی ہے۔

صوفی ہر دم نفس کشی میں مشغول رہتا ہے

حقیقت یہ ہے کہ صوفی تجرد نفس اور اس کے مطالبات کی کشمکش میں گرفتار ہوتا ہے اور وہ ہر وقت نفس کشی کے کام میں مصروف رہتا ہے اب ان مطالبات کے ساتھ ہی وہ نکاح کرے اور اسکی بیوی کے مطالبات کا بھی اس میں مزید اضافہ ہو جائے تو اس کی جدوجہد کمزور ہو جائے گی اور عبادت کے عزم اور ارادے میں فتور پڑ جائے گا کیونکہ نفس کا تو یہ خاصہ ہے کہ اگر اس کو طمع پر ڈال دیا جائے تو وہ اس کا عادی پڑے گا اور اگر قناعت کے راستے پر ڈال دیا جائے تو وہ قانع ہو جائے گا۔

ہمیشہ روزے رکھنا روحانی خواہش کا علاج ہے

نوجوان صوفی اور مزید نکاح کی خواہش کو دبانے کے لئے ہمیشہ روزے رکھتا ہے اس لئے کہ روزہ نفس کو مغلوب کرنے اور اس کی خواہشوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے بہت مفید و کارآمد ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِجَمَاعَةٍ مِّنَ الشُّبَّانِ وَهُمْ يَرْفَعُوْنَ الْحِجَارَةَ فَقَالَ يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَائَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَلْيَصُمْ فَاِنَّ الصَّوْمَ لَهٗ وِجَاءٌ۔ ''رسول اکرم ﷺ نوجوانوں کی ایک جماعت کے پاس سے گزرے، وہ لوگ پتھر اٹھا رہے تھے، حضور ﷺ نے فرمایا اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کر سکتا ہو وہ نکاح کرے اور جو نکاح نہ کر سکے وہ روزہ رکھے کیونکہ روزے شہوت کے لئے وجاء کا حکم رکھتے ہیں''۔

(وجا کے معنی ہیں خصّی کرنا، عربوں کا دستور تھا اور اب بھی برصغیر ہندو پاک میں یہ دستور ہے کہ بکروں کو خصی کر دیتے ہیں ان کی قوت نرینہ ختم ہو جائے اور وہ خوب فربہ ہو جائیں۔ چنانچہ اس کے ثبوت میں رسول اکرم ﷺ کی یہ حدیث پیش کی

جا سکتی ہے کہ ضَحّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ بِکَبْشَیْنِ اَمْلَحَیْنِ مَوْجُوْئَیْنِ. یعنی سرکار دو عالم ﷺ نے دو موٹے خصی کیے اور اس کے بعد نبے قربانی فرمائے)

کہتے ہیں کہ اگر نفس کو تم کسی کام میں مشغول نہیں رکھو گے تو وہ تم کو کسی کام میں مشغول رکھے گا، پس اگر نوجوان مرید ہمیشہ کام میں مشغول رہے اور عبادت میں مصروف رہ کر نفس کشی کرتا رہے تو اس عمل سے نہ صرف یہ کہ نفس کے خطرات کم ہو جائیں گے بلکہ جو عبادت وہ کرتا رہا ہے اس کے ثمر ہائے شیریں بھی اس کو حاصل ہوں گے۔ یعنی کثرت عبادت کا شوق پیدا ہوگا! اور اس پر آسانیوں کے دروازے کشادہ ہو جائیں گے اور عمل میں اس کو لذت محسوس ہوگی پس اس کو اس بات سے غیرت آئے گی کہ اس کی بیوی کے باعث اسکے حال اور وقت میں کدورت پیدا ہو۔

عالم تجرد میں حسن ادب

عالم تجرد میں مرید کا حسن ادب یہ ہے کہ مرید عورتوں کی خواہش کو اپنے باطن میں جگہ نہ دے اور جب کبھی اس کے دل میں عورت اور شہوت کا خطرہ گزرے تو حسن انابت (عصمت وعفت) کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف گریز کرے، حق تعالیٰ اس کو اس خواہش کے تدارک کیلئے قوت وعزیمت عطا فرمائے گا یعنی قوت عزیمت سے اس کا تدارک فرما دے گا۔ اور نفس کی مخالفت میں اللہ تعالیٰ اس کی اعانت فرمائے گا۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس کے نفس پر اس کے قلب کا نور عکس افگن ہوگا او ریہ ثواب اس کے حسن توبہ کا ہوگا۔ اس کو توبۃ النصوح کا اجر اس طرح دیا جائے گا جب یہ کیفیت پیدا ہو جائے گی تو نفس کا مطالبہ نکاح سے ساکن ہو جائے گا نفس اس مطالبے سے باز آجائے گا۔ اس وقت جب مرید کا نفس ان لوگوں کو برا بھی نہیں سمجھتے جو حسن نیت اور تمام آداب کے ساتھ سماع سنتے ہیں! (عوارف المعارف، ص ۳۰۷) ☆☆

سماع اور وجد کی حقیقت

استغنا اور علو مرتبت کے لحاظ سے

نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمُ اَمَّا بَعْدُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجَعَلَ مِنْھَا زَوْجَھَا لِیَسْکُنَ اِلَیْھَا. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

''ہم نے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ آرام وسکون پائے''

یہ بات ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ وجد کے ذریعہ انسان اس چیز کو پاتا ہے جسے کھو چکا ہے (کھوئی ہوئی چیز کا احساس ہوتا ہے) پس جس شخص نے کوئی چیز کھوئی ہی نہیں ہے وہ پائے گا کیا۔ یعنی اگر گمشدگی کی کیفیت نہیں ہے تو وجد کی کیفیت بھی پیدا نہیں ہوگی، گمشدگی کی کیفیت کا وجود اس اعتبار سے ہے کہ جب بندے کا وجود اپنی صفات اور اس کے باقی ماندہ احوال سے متصادم ہوتا ہے پس اگر بندہ خالص ہے یعنی جس نے خالص بندگی اختیار کی ہے وہ ہر چیز سے آزاد ہو کر وجد اور حال کی کثرت سے الگ اور آزاد ہو گیا، اس لئے کہ وجد وحال تو اسی بقایا کا شکار کرتا ہے جو عنایات وانعامات الٰہی کے پیچھے رہنے سے پائی جاتی ہیں (وجد میں وہ انہی چیزوں کو پاتا ہے جو انعام الٰہی سے اس کو حاصل نہیں ہوئی تھیں)۔

شیخ حصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

شیخ حصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کتنا زبوں حال ہے وہ شخص جو محرکات کا محتاج ہو کسی تحریک سے ذوق وشوق محبت پیدا ہو۔ اس اعتبار سے سماع کا وجد ایک حق پرست انسان پر بھی ویسا ہی اثر کرتا ہے جیسا ایک باطل پرست پر، یہ دونوں قسم کے لوگ (حق پرست و باطل پرست) باطنی طور پر وجد سے متاثر ہوتے ہیں ان کی ظاہری حالت پر بھی اس کا نمایاں اثر مرتب ہوتا ہے جس کے نتیجے میں ان کے جذبات و کیفیات بھی تبدیل ہوتے ہیں، لیکن ان دونوں کی کیفیات میں فرق ہوتا ہے اور فی مابین فرق یہ ہے کہ جو باطل پرست ہے وہ اپنی نفسانی خواہشات کی بنا پر وجد میں آتا ہے اور حق پرست اپنے ارادۂ ولی کی بدولت وجد کرتا ہے۔ اسی لحاظ سے یہ کہا گیا ہے کہ سماع سے خاص قلب میں حرکت پیدا نہیں ہوتی بلکہ اس سے وہ چیز حرکت کرتی ہے جو دل میں موجود ہے (یعنی خواہشات، جذبات) لہٰذا جس کا باطن غیر اللہ سے وابستہ ہے سماع اس کو بھی متاثر کرتا ہے اور وہ اپنی نفساتی خواہشات کی بنا پر وجد میں آتا ہے اور جس کا باطن اللہ کی محبت سے وابستہ ہے وہ اپنے ارادۂ قلب کے ساتھ وجد کرتا ہے۔

باطل پرست حجاب نفس میں چھپا ہوا ہے اور حق پرست قلب کے حجابات میں پنہاں ہوتا ہے لیکن نفس کا حجاب ارضی و ظلمانی ہے اور قلب کا حجاب سماوی و نورانی ہے، پس جو شخص شہود حق کی تجلیات کے دوامی مشاہدہ کے باعث گم ہونے سے محفوظ ہے اور وجود کے دامنوں سے اس کو لغزش پیدا نہیں ہوئی ہے۔ موجودات کے مشاہدے کے باعث شہود حق سے غافل نہیں ہوتا ہے وہ سماع نہیں سنتا اور اگر سنتا ہے تو سن کر وجد میں نہیں آتا۔

حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت ممشاد دینوری کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن میں قوال موجود تھا۔ جب ان لوگوں نے آپ کو اپنے قریب دیکھا تو وہ لوگ خاموش ہو گئے قوالی بند کر دی آپ نے ان لوگوں سے کہا کہ تم جس شغل میں مشغول ہو اس کو جاری رکھو، خدا کی قسم اگر دنیا بھر کے تماشے (لہو ولعب) میرے کان میں بھر دیئے جائیں تب بھی وہ میرے شغل اور میرے کام میں رخنہ انداز نہیں ہو سکتے اور نہ وہ میری بیماری دور کر سکتے ہیں۔

پس وجد روح کی چیخ و پکار ہے اگر وجد کرنے والا باطل پرست ہے تو گرفتار نفس ہو جاتا ہے اور اگر حق پرست ہے تو گرفتار قلب بن جاتا ہے پس دونوں صورتوں میں وجد و حال کا تعلق روح سے ہے۔

وجد کس طرح پیدا ہوتا ہے

کبھی وجد اشعار کے معانی و مطالب کے سمجھنے سے پیدا ہوتا ہے اور کبھی صرف نغموں اور راگوں سے پیدا ہوتا ہے اگر کسی شخص میں وجد فہم معانی و مطالب سے پیدا ہو اور وہ سامع باطل پرست ہے جب بھی اس باطل پرست کا نفس روح کے ساتھ سماع میں شریک ہو جاتا ہے اور اسی طرح حق پرست کا دل روح کے ساتھ شریک ہو گا لیکن وہ سماع جو محض نغموں پر محدود و منحصر ہے اس میں صرف روح شریک ہوتی ہے۔ البتہ باطل پرست کا نفس اور حق پرست کا دل چوری چھپے اس کو سنتا ہے۔

روح کی نغموں سے لذت یاب ہونا اس وجہ سے ہے کہ عالم روحانی حسن و جمال کا مجموعہ ہے اور کائنات میں تناسب کو پسند سمجھا گیا ہے قولاً بھی اور فعلاً بھی!

نیز شکل وصورت کا تناسب بھی روحانیت کی میراث ہے پس جب روح عمدہ نغمات اور متناسب آوازیں سنتی ہے تو متناسب اور ہم جنس ہونے کے باعث ان کا اثر قبول کر لیتی ہے لیکن عالم حکمت کے مصالح کے پیش نظر اسے شرعی قیود سے مقید کر دیا گیا ہے (ورنہ عظیم فتنے پیدا ہو جاتے) اور ان پابندیوں پر عمل کرنے ہی پر انسان کے حال اور مستقبل کی فلاح کا انحصار ہے۔

نغمات سے لطف اندوز ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ نغمات ایسے رموز واشارے ہیں جن سے روح چپکے چپکے نفس سے باتیں کرتی ہے اور جس طرح عاشق ومعشوق کے درمیان اشارے اور کنائے ہوتے ہیں اسی طرح نفس اور روح کے مابین اشاروں اور کنایوں سے باتیں ہوتی ہے اور نفس وروح کے درمیان حقیقی عشق ومحبت کا تعلق موجود ہے چنانچہ روح کو مذکر استعمال کیا جاتا ہے۔ (عاشق ہے) اور نفس کو مونث (وہ معشوق ہے) اور مذکر ومونث کے درمیان عشق ومحبت کا پایا جانا ایک فطری امر ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَجَعَلَ مِنهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيهَا.

''ہم نے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ آرام وسکون پائے''

اس ارشاد ربانی میں ان تعلقات کا ذکر ہے جو باہمی تلازم اور میل یعنی عشق ومحبت کا سبب ہیں لہٰذا روح نغمات کو اسی لئے پسند کرتی ہے کہ وہ عاشقوں کے درمیان راز ونیاز کا ایک واسطہ ہیں، جس طرح عالم حکمت میں حضرت حوا علیہا السلام کی آفرینش وتخلیق حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی اسی طرح عالم قدرت میں نفس کو روحانی روح سے پیدا کیا گیا اسی وجہ سے ان میں یہ باہمی تعلق پیدا ہو گیا کہ نفس روح روحانی کے باعث اس کا ہم جنس بن گیا اور تمام حیوانی ارواح میں صرف اسی کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ روحانی روح کے زیادہ قریب ہے لہٰذا اس ظہری عالم کے آدم

وحوا کی طرح چونکہ نفس بھی (حوا علیہا السلام) کی طرح روحانی روح سے پیدا ہوا ہے اس سبب سے ان کے درمیان عشق ومحبت کے تعلقات پیدا ہو گئے اور ان میں سے ایک مذکر ہے اور دوسرا مونث (نفس مونث ہے اور روح مذکر ہے روح عاشق ہے اور نفس معشوق) لہٰذا روح کو نغمات اسی وجہ سے پسند ہیں کہ وہ عاشق ومعشوق کے درمیان مراسلت ومکالمت کا کام دیتے ہیں جیسا کہ ایک شاعر کہتا ہے:

تُكَلَّمَ مِنَّا فِي الْوُجُوْدِ عُيُوْنُنَا　　فَنَحْنُ سُكُوْتٌ وَّ الْهَوٰى يَتَكَلَّمُ

ہم تو ہیں خاموش، لیکن عشق ہے محو کلام　　ہِشمس اپنی ترجماں ہیں ایسی آنکھوں کو سلام

جب روح نغمات سے محظوظ اور لذت اندوز ہوتی ہے تو اس نفس پر جو بیمار محبت ہے وجد طاری ہو جاتا ہے اور اس سے متعلق ہر چیز وجد میں آجاتی ہے اسی طرح قلب جو ارادہ کا معمول ہے وہ بھی ان اندرونی کشاکش کے باعث وجد میں آجاتا ہے۔ یعنی:

شَرَّبْنَا وَاَهْرَقْنَا عَلَى الْاَرْضِ جُرْعَةً　　وَلِلْاَرْضِ مِنْ كَاسُ الْكِرَامَ نَصِيبُ

مِیکشی کے وقت اک جرعہ زمیں کو بھی دیا　　ہم کریموں سے اسے بھی ایک حصہ مل گیا

لیکن باطل پرست کا نفس اس کے قلب کے آسمان کی زمین ہے اور حق پرست کا قلب اس کے آسمان روح کی زمین ہے۔

ایک جوہر کامل کا مقام

وہ شخص جو کامل مردوں کے مقام اعلیٰ پر پہنچ گیا ہے اور مختلف عارضی کیفیات سے آزاد ہے وہ تو ایک جوہر کامل ہے جو حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ السلام کی طرح اپنے نفس اور اپنے قلب کی پاپوش کو مقدس وادی میں چھوڑ کر سلطان باجبروت کے حضور حقیقت میں پہنچ جاتا ہے اور تجلیات الٰہی کے انوار کے ذریعہ اس نے ان فانی آوازوں کے

اجرام کو جلا دیا ہے اور اس کی روح اس وقت اپنے محبّ کے راز و نیاز کی طرف متوجہ نہیں ہے کیونکہ اس وقت وہ آثار و انوار محبوب کے مشاہدے میں مشغول ہے وہ عاشق جو خود ضاجر ہے یعنی سرگرداں ہے وہ دوسرے عاشقوں کی ظلمتوں کو دور کرنے کی کس طرح فکر کرسکتا ہے، پس ایسے شخص پر جو اس مقام پر فائز ہو سماع کچھ بھی اثر نہیں کرسکتا۔ اور جب نغمات اپنی اس لطافت اور روحانی دلکشی کے باوجود اس کی روح پر اثر انداز نہیں ہوسکتے تو پھر الفاظ و معانی کے اثر انداز ہونے کی کہاں گنجائش کہ وہ تو ان نغمات سے بھی زیادہ کثیف ہیں، وہ دل جو لطیف اشارات کے بار کا متحمل نہیں ہوسکتا وہ عبارات کے بارگراں کا کس طرح متحمل ہوسکتا ہے۔

وجد ایک وارداتی کیفیت ہے

وجد اس وارداتی کیفیت کا نام ہے جو خداوند بزرگ و برتر کی طرف سے وارد ہوتی ہے لیکن جس بندے کا مقصود خود ذات الٰہی سے ہے وہ اس عطا کردہ واردات پر اکتفا اور قناعت نہیں کرسکتا اور جو شخص قرب الٰہی کی منزل پر ہے اس شخص کو یہ واردات اپنی طرف مائل نہیں کرسکتی ہیں پس ایسا شخص وجد سے بے نیاز ہوتا ہے اس لئے کہ یہ واردات خداوند مجد وعلا سے دوری اور بعد کی مظہر ہیں مقرب بندہ ان واردات سے اس لئے بے نیاز ہوتا ہے کہ جس کو قرب الٰہی میسر آگیا اس کو سب کچھ حاصل ہو گیا پس وہ ان واردات کی طرف متوجہ ہو کر کیا کرے۔

مقام قرب سے بعد، وجد کی منزل پر پہنچاتا ہے

علاوہ ازیں وجد ایک آگ ہے اور مقرب بندے کا دل سراپا نور ہے، چونکہ نور نار سے لطیف تر ہے اس لئے وہ سراپا نور قلب پر موثر نہیں ہوسکتی اس لئے کہ

کثیف شے کا غلبہ لطیف شئے پر ناممکن ہے، پس جب تک ایسا مقرب بندہ اور مرد کامل اس جادہ استقامت راہ قربت پر گامزن رہے گا اور اپنے جسمانی رجحانات کے باعث اپنے اس مقررہ راستے سے (راہ قربت) منحرف نہیں ہوگا اس پر سماع کے ذریعہ وجد طاری نہیں ہوسکتا۔ لیکن جب اس میں فتور و قصور پیدا ہوجائے یا خداوند محسن کی جانب سے وہ کسی آزمائش میں ڈال دیا جائے اور وہ اس ابتلا کی مختلف صورتوں کو برداشت کرنے لگے تو اس وقت چونکہ وہ اپنے وجود کی دنیا میں داخل ہوجائے گا تو اس ابتلا کے باعث وہ حجاب القلب کی طرف لوٹ آئے گا پس اگر کسی خدا رسیدہ شخص کے قدم ڈگمگا جائیں اور وہ مقام قلب پر گر جائے تو یہاں سے وہ مقام نفس کی طرف لوٹ جاتا ہے (مقام قلب پر پہنچ کر قدموں کی لغزش اس کو مقام نفس پر پہنچا دیتی ہے)۔

ہمارے ایک شیخ نے فرمایا کہ ایک شخص سماع میں وجد کرنے لگا، کسی بزرگ نے ان سے کہا کہ یہ کیا حال ہے انہوں نے جواب دیا کہ میرے اندر کوئی چیز گھس گئی ہے جس نے مجھے اس وجد کے مقام پر پہنچا دیا ہے۔

حضرت شیخ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ساتھی نے بیان کیا کہ میں حضرت شیخ سہل کے ساتھ مدتوں تک رہا لیکن میں نے یہ کبھی نہیں دیکھا کہ تلاوت قرآن یا کسی اور چیز کی سماعت سے ان کی طبیعت میں تغیر آیا ہو جب ان کی عمر کا آخری حصہ تھا تو ایک بار ان کے سامنے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی گئی۔ فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ (آج تم سے کوئی فدیہ نہیں لیا جائے گا) یہ آیت سن کر سہل لرزہ براندام ہوگئے اور قریب تھا کہ گر پڑیں، جب میں نے اس کا سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ اب میں کمزور ہوگیا ہوں، اسی طرح ایک مرتبہ انہوں نے یہ آیت سنی: اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ (آج کے دن بادشاہت اور حکومت مہربان خدا کی ہوگی) یہ سنتے

ہی وہ مضطرب اور بے چین ہوگئے جب ان کے ساتھی ابن سالم نے ان سے سبب دریافت کیا تو فرمایا میں کمزور ہوگیا ہوں یہ سن کر لوگوں نے دریافت کیا کہ حضرت اگر کمزوری یہ ہے تو طاقت کونسی ہے؟ آپ نے فرمایا روحانی طاقت یہ ہے کہ شیخ پر جب کوئی وجد طاری ہو تو وہ اس کے ذریعے اس کیفیت وجد کو برداشت کرلے اور یہ عارضی جذبہ اس میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کرسکے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد

اسی قسم کا ایک ارشاد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے آپ نے فرمایا کہ ہم ایسے تھے لیکن اب تلاوت قرآن کے موقع پر کسی کو روتا دیکھ کر ہمارے دل بھی سخت ہوگئے ہیں، اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اب قرآن کریم کی تلاوت کی ہیئت تاثیر سے دل مانوس ہوگئے ہیں اور اس کی تاثیر اور تجلیات سے اس قدر آشنا ہوچکے ہیں کہ اب وہ کوئی نئی اور عجیب چیز معلوم نہیں ہوتی جس کے باعث طبیعت میں تغیر اور انتشار پیدا ہو، اسی کے مطابق ایک بزرگ کا یہ قول ہے کہ ''میری روحانی کیفیت وحالت نماز سے پہلے بھی ویسی ہی ہوتی ہے جیسی نماز کے بعد'' اس قول میں اس طرف لطیف اشارہ ہے کہ میری حالت شہود یعنی شہود حق کی حالت میں استمرار ہے (ہر حال میں یکساں ہے) اس لحاظ سے ان بزرگوں کی حالت ہر صورت میں اور ہر حال میں خواہ سماع ہو یا نہ ہو یکساں ہوتی ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اگر علم میں اضافہ ہوجائے تو اس کے ساتھ وجد وحال کی کمی نقصان دہ اور مضر نہیں ہے بلکہ علم کا اضافہ زیادہ اہم ہے،

وجد وحال کے اضافہ سے شیخ حماد کا قول ہے کہ گریہ وزاری وجود کا باقی حصہ ہے، بہر حال جو لوگ اشاروں اور کنایوں کے سمجھنے والے ہیں ان کے لئے یہ تمام اقوال جو ہم نے پیش کئے اپنے مفاہیم کے اعتبار سے ایک دوسرے سے قریب تر ہیں، ان میں فرق وتبائن نہیں ہے لیکن ایسے لوگ اس زمانے میں کم یاب ہیں (ممکن ہے کہ یہ اقوال ان کے فہم میں نہ آسکیں)۔

سماع کے وقت گریہ وزاری

سماع کے وقت کچھ لوگوں پر رقت طاری ہوجاتی ہے وہ گریہ وزاری کرنے لگتے ہیں اس گریہ وزاری کے محرکات الگ الگ ہوتے ہیں کچھ لوگ خوف الٰہی سے ڈرتے ہیں کچھ شوق ومحبت کے اہتزار سے اشکبار ہوجاتے ہیں اور کچھ وفور مسرت سے آنسو بہانے لگتے ہیں چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے:

طَفَحَ السُّرُور عَلَيَّ حَتّٰى اِنَّنِيْ   مِنْ عَظِيْمِ مَا قَدْ سَرَّنِيْ اَبْكَانِيْ
ہے تن بدن میں میرے یہ عالم سرور کا   میں اس نشاط بخش کی عظمت سے، رو دیا
آپ کے التفات نے بخش دی ساری کائنات   آپ جو مسکرادیئے درد کو دل بنادیا

سماع عوام

حضرت ابوبکر الکنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عوام کا سماع ان کی طبیعت کا اقتضا ہے لیکن مریدوں کے سماع میں رغبت (طبعی) اور خدمت ورجا کا دخل ہے اولیاء اللہ کا سماع اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور اس کے انعامات کے پانے کے باعث ہے، عارف کامل کا سماع مشاہدہ حق پر مبنی ہے لیکن اہل حقیقت کا سماع کشف ومشاہدہ ہے (سماع

میں ان پر کشف ومشاہدہ کی کیفیت وحالت طاری ہوتی ہے) پس ان طبقات میں سے ہر ایک طبقہ کا ایک مخصوص مقام ہے آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ جب یہ واردات ظہور میں آتی ہیں تو وہ کسی نہ کسی شکل میں متصارف ہوتی ہیں اور اسی کا روپ دھار لیتی ہیں یعنی جو موافق اور بقا کی طرف لوٹتے ہیں (اللہ تعالیٰ اپنی شان کریمی کے طفیل ہم کو مقام بقا کی طرف واپس کرتا ہے)۔(عوارف المعارف،ص:۳۴۱)

☆☆☆

سماع کے آداب اور توجہ

نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡكَرِيۡمُ اَمَّا بَعۡدُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَعِبَادَ الرَّحۡمٰنِ الَّذِيۡنَ يَمۡشُوۡنَ عَلَى الۡاَرۡضِ هَوۡنًا. صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡمُ.

''اور اللہ کے بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم روی کے ساتھ چلتے ہیں''۔

اس باب میں ہم سماع کے آداب، جامہ دری اور مشائخ عظام کی ہدایات کو بیان کریں گے اور اس باب میں بتایا جائے گا کہ اس سلسلہ میں کونسی باتیں قابل قبول ہیں اور کن باتوں سے احتراز کرنا چاہئے۔

محفل سماع میں کس طرح آئے

تصوف کی بنیاد صداقت پر رکھی گئی ہے خواہ کوئی حالت ہو (وہ صدق سے خالی نہیں ہوتی) پس ایک طالب صادق کو خلوص نیت کے ساتھ سماع کی محفل میں حاضر ہونا چاہئے، لازم ہے کہ اس محفل میں نفسانی خواہشات سے پرہیز کرے بلکہ اس کو یہ توقع رکھنا چاہئے کہ یہاں آکر وہ مزید روحانیت حاصل کرے گا، پس جب وہ اس محفل میں شریک ہوکر برکت حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو اس سے قبل استخارہ

کرے یعنی اللہ تعالیٰ سے خیر وفلاح طلب کرے اور جب محفل میں شریک ہوتو سچائی، متانت اور وقار کو ہر طرح باقی رکھے۔

شیخ ابو بکر الکنانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ صاحب سماع کو چاہئے کہ سماع میں شرکت سے ایسی لطف اندوزی اور حظ کی توقع نہ رکھے جس سے وہ وجد وشوق میں آکر مست ومدہوش بن جائے اور اس پر جذبات وکیفیات کا اس قدر غلبہ ہو جائے کہ وہ متانت ووقار کو ہاتھ سے دیدے۔ پس ایک طالب صادق کو چاہئے کہ ان تمام حرکات سے حتی الامکان گریز کرے جو وجد میں لانے والی ہوسکتی ہیں خاص طور پر مشائخ کرام کے سامنے اس قسم کی حرکات نہ کرے۔

ایک نوجوان حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہتا تھا جب کبھی وہ سماع سنتا تھا تو چیختا تھا اور اس کی حالت بالکل غیر ہو جاتی تھی، ایک روز حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا اگر آئندہ تم سے سماع میں ایسی حرکت سرزد ہوئی تو تم کو میری صحبت ترک کرنا ہوگی آپ کی اس ہدایت کے بعد اس نے ضبط کرنا شروع کیا۔ جب وہ اس طرح اپنی چیخ کو ضبط کرتا تھا تو اس کے ہر عضو سے پسینہ کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے۔ شدت ضبط سے یہ حالت ہو جاتی تھی کہ آخر کار اس نے ایک دن (محفل سماع میں) ایک چیخ ماری اور اس کی روح پرواز کرگئی۔

سماع کی لغزش بہت سے گناہوں کا موجب ہے

یہ امر صدق سے بعید ہے کہ بغیر وجد نازل ہوئے وجد کا اور بغیر حال کے حال کا دعویٰ کیا جائے بلکہ یہ عین نفاق ہے مشہور ہے کہ نصر آبادی رحمۃ اللہ علیہ سماع کے بڑے حریص تھے (ان کو سماع کا بہت شوق تھا) ان کی یہ حالت دیکھ کر لوگوں نے ان پر اعتراض کیا، ان کے اعتراض کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ سماع کا سننا اس سے

کہیں زیادہ بہتر ہے کہ ہم ایک جگہ بیٹھ کر لوگوں کی غیبت کریں ان کے روحانی بھائی شیخ ابو عمر بن مجید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اے ابو القاسم! سماع میں جو لغزش ہو جاتی ہے وہ کئی سال تک غیبت کرنے سے بھی بری ہے ہم بیٹھ کر برسوں تک اگر لوگوں کی غیبت کریں، سماع کی لغزش تو اس سے بھی بری ہے اس وجہ سے کہ سماع کی لغزش میں اللہ تعالیٰ کے کئی گناہ ہیں (سماع کی لغزش میں اللہ تعالیٰ کی متعدد نافرمانیاں ہیں) ایک گناہ تو یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتا ہے یعنی مدعی ہے اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو روحانیت بخشی ہے حالانکہ وہ اس سے محروم ہے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگانا بدترین گناہ ہے دوسرے یہ کہ وہ اکثر حاضرین مجلس سماع کو یہ فریب دیتا ہے کہ وہ لوگ اس کی نسبت حسن ظن رکھیں اور فریب دینا ایک خیانت ہے یعنی دوغلا پن اور ناراستی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے ہم کو فریب دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے، تیسرے یہ کہ اگر وہ باطل پرست ہے (خیال باطل میں مبتلا ہے) اور لوگ اس کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں لیکن کچھ عرصہ بعد لامحالہ اس سے ایسے امور سرزد ہو جائیں گے (اس باطل پرست پر قیاس دوسرے بزرگوں کا بھی کریں گے) چنانچہ اس طرح بالواسطہ ان لوگوں کو نقصان پہنچے گا جن کو بزرگوں کے ساتھ حسن ظن ہے اور اپنے اس بدعقیدہ پن کے باعث وہ نیک بندوں کی اعانت سے بھی محروم ہو جائیں گے، ان خرابیوں کے علاوہ بھی اس امر میں بہت سی خرابیاں پنہاں ہیں جو غور وفکر سے معلوم ہوسکتی ہیں۔

منجملہ ان کے ایک بڑی خرابی یہ ہے کہ ایسا جھوٹا مدعی مشیخیت حاضرین مجلس کو مجبور کرے گا کہ وہ لوگ نشست وبرخاست میں اس کی تقلید اور پیروی کو اپنا شعار بنائیں اس طرح وہ خود بھی تصنع اور تکلف کرتا ہے اور دوسروں کو بھی اپنی باطل پرستی کی تقلید پر مجبور کرتا ہے بایں ہم ایسی محفل اور مجلس میں کچھ ایسے صاحبان بصیرت بھی

ہوتے ہیں جو اپنے نور فراست سے یہ معلوم کر لیتے ہیں کہ یہ مدعی باطل پرست ہے لیکن آداب محفل کا خیال رکھتے ہوئے اور ان کی پابندی کے باعث ایسے صاحبان بھی اس قسم کے بے جا تکلفات کے ارتکاب پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

اس قسم کے گناہوں کی اگر تفصیل کی جائے تو بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے، مختصر یہ کہ ایسے معاملات میں خدا کا خوف کرنا چاہئے۔ اور (یہ تصنع) وجد و حال کی حرکتیں نہیں کرنا چاہئے بجز اس کے کہ ایک رعشہ دار کی طرح رعشہ کی حرکت پر قابو نہ پا سکے یا چھینکنے والے کی طرح چھینک پر قابو پانا محال ہے (یعنی وجد و حال پر جب ضبط و قابو نہ رہے تو اس کا اظہار کرے) یا اس کی حرکت وجد اس کی سانس کی طرح ہو جائے (جس پر ارادہ غالب نہیں آ سکتا) اس وقت قدرتی تقاضہ (یا غیر ارادی طور پر) اس کا حرکت کرنا درست ہوگا۔ (عوارف المعارف ص ۳۴۸)

☆☆☆

شجرۂ عالیہ

چشتیہ صابریہ امدادیہ رشیدیہ رحمۃ اللہ علیہا

بطفیل مرشد راہ طریقت مخدوم العالم الحاج محمد مصطفیٰ کامل رشیدی
خانقاہ قطب عالم رشیدیہ گنگوہ شریف ضلع سہارنپور

یا الٰہی ہو ہماری التجاء دل قبول — اولیاء خاندان صابری کا واسطہ
مصطفیٰ کامل رشیدی کا تصدق اے خدا — شیخ الاسلام حسین احمد ولی کا واسطہ
مسند رشد وہدایت تو نے بخشی تھی جنہیں — ان رشید احمد امام وقت ہی کا واسطہ
بہر امداد اللہ و نور محمد اے خدا — حضرت عبد الرحیم متقی کا واسطہ
عبد باری عبد ہادی عضد دیں مکی ولی — ان بزرگوں کی مقدس زندگی کا واسطہ
شاہ محمد اور محبّ اللہ وشاہ بوسعید — اور نظام الدین کے سوز دلی کا واسطہ
اپنے لطف خاص سے یارب ہمیں کر آشنا — شاہ جلال الدین کی پاکیزگی کا واسطہ
(عبد قدوس احمدی) محمد عارف کے طفیل — شیخ احمد عبد الحق ردولوی کا واسطہ
واسطہ یارب جلال الدین وشمس الدین کا — تجھ کو تیرے دوست صابر کلیری کا واسطہ
واسطہ بابا فرید الدین قطب الدین کا — شاہ معین الدین کی خود آگہی کا واسطہ

بہر عثمان وشریف وشاہ مودود اے خدا — شاہ ابو یوسف کے جذب باطنی کا واسطہ
شاہ محمد شاہ احمد اور حضرت بواسحاق — شاہ ممشاد وہبیرہ سے سخی کا واسطہ
اے خدا تجھ کو حذیفہ ابن ادھم اور فضیل — عبد واحد اور حسن بصری سبھی کا واسطہ
واسطہ تجھ کو علی رضی اللہ عنہ کی شان کا دیتے ہیں ہم — اور تیرے لاڈلے پیارے نبی ﷺ کا واسطہ
پاک کردے دل ہمارے تو خیال غیر سے — تجھ کو تیری شان تیری برتری کا واسطہ
التجا تجھ سے سلیم اطہر کی ہے ہردم یہی — ہو میسر سرور عالم ﷺ کی ہم کو پیروی

طالب خیر: سید سلیم اطہر شاہ ولایت سہارنپور

(نوٹ) حضرت الحاج سید سلیم اطہر شاہ صاحب کے متعلقین اس شجرہ کو پڑھیں۔

☆☆☆

اجان رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات

قدیم زمانہ سے دستور رہا ہے کہ اکابر اور مشائخ عظام نے بادشاہوں اور وزیروں کو خطوط لکھے ہیں، کیوں کہ یہ سنت رسول اللہ ﷺ ہے۔ اجان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس عظیم سنت کو نہ صرف زندہ کیا بلکہ اخیر عمر تک باقی رکھا۔ آپ نے محترمہ اندرا گاندھی، اور رفیع احمد قدوائی اور وزارت داخلہ ہند کے علاوہ ایران کے رضا شاہ پہلوی اور آیت اللہ خمینی صاحب افغانستان کے شاہ ظاہر، اور شاہ داؤد کو بھی خطوط لکھے۔ افسوس ان خطوط کی نقل دستیاب نہ ہوسکی۔ البتہ ایسے ہی ایک خط کی نقل جو پاکستان کے وزیر اعظم نواز شریف کو لکھا گیا تھا اور ایک خط تحریک ائمہ مساجد کے روح رواں حضرت مولانا جمیل احمد الیاسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خط کے جواب میں لکھا تھا۔ ان کی نقول بلکہ عکس تحریر اصلی حالت میں بھائی سید سلیم اطہر شاہ صاحب کے پاس سے دستیاب ہوئے اور ایک خط حضرت مولانا مفتی محمد خالد سیف اللہ صاحب مدظلہ العالی ناظم اعلیٰ مدرسہ اشرف العلوم رشیدی کی تالیف اکابر گنگوہ سے ماخوذ ہے۔ ذیل میں تمام خطوط دیئے جارہے ہیں جن سے قارئین کرام کو اندازہ ہوگا کہ اجان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کس طرح بے غرض اور بے خوف ہوکر بڑے بڑے حکام کو خط

لکھا کرتے تھے۔ (محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاؤلی) حضرت مولانا احمد سعید بزرگ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے پاس کچھ رقم ارسال کی جس پر انہوں نے مندرجہ ذیل تحریر لکھوائی جو بندہ کے (مفتی صاحب) کے پاس محفوظ ہے:

ہواللہ

جناب الحاج مولوی سعید احمد بزرگ صاحب

بعد سلام مسنونہ عرض ہے کہ آئندہ یہ سو روپیہ قاری شریف احمد صاحب کو منتقل کردیں یا مدرسہ کو جو بہتر گمان ہو وہ کریں، الحمدللہ اب میں ایسی رقوم کا مستحق نہ رہا پہلے البتہ سخت ضرورت تھی مگر رب حق تعالیٰ خود کفیل بن چکا ہے نہایت سکون حنانیہ عنایت فرمادیا ہے اپنے فضل وکرم ورحم مانند کبراحمراب آپ لوگ مانگتے ہیں کہ ''اے اللہ دے'' میں کہتا ہوں کہ ''نہ دے اپنے پاس بلا کر دفنا دے مرنے کو تیار بیٹھا ہوں کیا لوں دوں اور جمع کروں''۔ فقط والسلام

راقم الحروف عاجز بندہ مصطفیٰ کامل

اعرابی رشیدی عفی عنہ گنگوہ خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ

۶ ررمضان المبارک ۱۳۹۱ھ

(ماخوذ از تذکرہ اکابر گنگوہ ص ۱۷۴ تالیف مفتی محمد خالد سیف اللہ صاحب مدظلہ)

☆☆☆

عکس مکتوب

بنام نواز شریف وزیر اعظم پاکستان

files\Faizan-e-Gangohi\Faizan-e-Gangohi 3rd\Khat Nawaz Shareef (From Ajjan 0).jpg not found.

عکس مکتوب

بنام مولانا جمیل احمد الیاسی دہلوی

NEW\Faizan-e-Gangohi\Faizan-e-Gangohi 3rd\Khat Moulana Jameel (From Ajjan 1).jpg not found.

NEW\Faizan-e-Gangohi\Faizan-e-Gangohi 3rd\Khat Moulana Jameel (From Ajjan 2).jpg not found.

مردمومن اور قلندر

نَحمَدُہٗ وَ نُصَلِّیُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ. صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ.

''جس نے اپنے آپ کو پہنچان لیا، اس نے اپنے رب کو پہنچان لیا''۔

عبادت ریاضت اور مشاہدے سے حاصل ہونے والی ایسی کیفیات کا نام ہے۔ جو صرف ان پر ہی عیاں ہوتی ہیں جو کہ ان اعمال کو کماحقہ ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ تصوف ایک بحرِ بے کنار کا نام ہے جس میں اترنے والا ہی اس کی حقیقت کو جان سکتا ہے۔

تصوف کیا ہے۔ اس کی بنیاد کیا ہے اس کی راہ پر چلنے کے آداب کیا ہیں، اس راہ پر کون کون سی منزل ''پڑاؤ'' کی صورت راہ سلوک کے مسافر جسے ''سالک'' کہا جاتا ہے کہ سامنے آتی ہیں۔ راہ سلوک کے مسافر درجہ بدرجہ ان منازل تک پہنچتے ہیں۔ اور ''سالک''، ''ابدال''، ''قطب''، ''غوث'' کہلاتے ہیں۔

تصوف کی آخری منزل جو کہ ''امورِ تکوینی'' بجالانے کی منزل ہے وہ جناب حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کے پاس ہے اور سورت کہف میں ان کا بیان ہے اور کوئی صوفی

کوئی انسان اس مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ تصوف کو ''راہ سلوک'' بھی کہا جاتا ہے ایسی راہ جس پر چلتے کوئی انسان دوسرے انسانوں کے لئے آسانیوں کا سبب بنے۔ اور انسانیت کی فلاح اور سلامتی کا پیغامبر ٹھہرے۔

سالک وہ ہستی کہلاتی ہے جو ''مسلمان'' (انسانیت کے لئے سلامتی کا پیغامبر ٹھہرے۔ مقدس کتاب قرآن پاک میں بیان کردہ فرمان الٰہی کو جان سمجھ کر اپنی ذات اور بیرون ذات بکھرے کائنات کے مظاہر پر غور و فکر کرنے کا حکم بجالانے کا خواہش مند ہوتا ہے۔ اور جب وہ اس عمل میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے سامنے سے حجابات سمٹنے لگتے ہیں اور وہ حقیقت سے واقف ہوتے۔ ''خلاق العظیم'' کے پاک ذکر میں محو ہو جاتا ہے اور سورہ آل عمران میں کی آخری آیات میں فرمائے گئے ارشاد پاک کا عملی ثبوت بن جاتا ہے۔

الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَاماً وَّقُعُوْداً وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلاً سُبْحَانَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ. (آل عمران:۱۹۱)

یہ وہ لوگ ہیں جو (سراپا نیاز بن کر) کھڑے اور (سراپا ادب بن کر) بیٹھے اور (ہجر میں تڑپتے ہوئے) اپنی کروٹوں پر (بھی) اللہ کو یاد کرتے رہتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق (میں کارفرما اس کی عظمت اور حسن کے جلووں) میں فکر کرتے رہتے ہیں، (پھر اس کی معرفت سے لذت آشنا ہو کر پکار اٹھتے ہیں اے ہمارے رب! تو نے یہ سب کچھ بے حکمت اور بے تدبیر نہیں بنایا، تو (سب کوتاہیوں اور مجبوریوں سے) پاک ہے پس ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ (طاہر القادری)

جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور آسمان و زمین کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) ''پروردگار! یہ سب

کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے پس اے رب! ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ (ابوالاعلیٰ مودودی)

جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اے رب ہمارے! تو نے یہ بیکار نہ بنایا پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ (احمد رضا خان)

راہ سلوک کے مسافران منازل تصوف کے اثبات میں درج ذیل حدیث مبارکہ بھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

مَنْ عَادٰی لِی وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِی بِشَیْءٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ ، وَمَایَزَالُ عَبْدِی یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ، فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ: كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ، وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ، وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا، وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِی بِهَا، وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ، وَاِنِ سْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ، وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْءٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِی عَنِ النَّفْسِ الْمُؤْمِنِ یَكْرَهُ الْمَوْتَ وَاَنَا اَكْرَهُ مَسَاءَتَهٗ، اَوْ كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. (بخاری، ابن حبان، بیہقی)

ترجمہ: جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ کسی ایسی چیز کے ذریعے میرا قرب نہیں پاتا جو مجھے فرائض سے زیادہ محبوب ہو اور میرا بندہ مسلسل میری نفلی عبادات کے ذریعے میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو اس کے کان کی سماعت بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ

کا نور بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ کی گرفت بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں کی توانائی بن جاتا جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے سوال کرتا ہے تو میں اسے ضرور بالضرور عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور بالضرور پناہ دیتا ہوں۔ مجھے جو کام کرنا ہوتا ہے اس میں کبھی میں متردد نہیں ہوتا جیسے بندہ مومن کی جان لینے میں ہوتا ہوں ایسے میں کہ اسے موت پسند نہیں اور مجھے اس کی تکلیف پسند نہیں''۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے کلام میں جہاں ''مرد مومن اور قلندر'' کے بارے میں اپنے قلم کو حرکت دی ہے وہاں انہوں نے ''خودی'' کے اثبات کو لازم قرار دیا ہے۔

خودی کے ساز سے ہے عمر جاوداں کا چراغ
خودی کے سوز سے روشن ہیں امتوں کے چراغ

خودی کیا ہے؟

درحقیقت خود سے آگاہی ہے، اقبال کے اس پیغام کی اصل حدیث نبوی ﷺ ہے کہ: مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ. ''جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا''۔

''راہ سلوک کا یہ سفر'' خود شناسی سے شروع ہو کر بندے کو خدا شناسی تک لے جاتا ہے اور اس سفر میں بندہ کو بقاء و دوام تب نصیب ہوتا ہے کہ جب بندہ اپنی خودی کی حقیقت کو پہنچا کر خود اپنی ہی خودی میں گم ہو جانے کی بجائے اپنی خودی کو خدا شناسی میں گم کر دیتا ہے تب بندہ مقام فنا سے مقام بقا پر فائز ہو جاتا ہے یعنی انسان کا شعوری سفر اپنے احساس نفس سے اپنی معرفت اور پہچان کی حقیقت کے ساتھ جتنا

آگے بڑھے گا اسے اتنا ہی اپنے رب کی معرفت حاصل ہوگی۔ انسان جتنا اپنی ذات پر غور کرتا ہے اپنی حقیقت کو پہچانتا ہے اتنا ہی اسے اپنے رب کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ معرفت اس کو رب کی محبت میں فنائیت پر مجبور کرتی ہے۔

''سالک'' سچے دل عبادت وریاضت سے کیف، جذب، مستی، استغراق، سکر (بے ہوشی) اور صحو (ہوش)، وجد، حال جیسی کیفیات سے گزرتے'' ولی ابدال قطب غوث کے درجے پاتے ہیں۔

کچھ اہل تصوف ''فقیر ودرویش'' کو بھی ''سالک'' کے حکم میں قرار دیتے ہیں۔ (ماخوذ)

☆☆☆

''قلندر'' اقبالؒ کی نظر میں

قلندر جز دو حرف لا الہ کچھ نہیں رکھتا
فقیہہ شہر قاروں ہے لغت ہائے حجازی کا

(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

اعجاز ہے کسی کا یہ گردش زمانہ
ٹوٹا ہے ایشیا میں سحر فرنگیانہ
تعمیر آشیاں سے میں نے یہ راز پایا
اہل نوا کے حق میں بجلی ہے آشیانہ
یہ بندگی، خدائی، وہ بندگی گدائی
یہ بندۂ خدا بن، یا بندۂ زمانہ
غافل نہ ہو خودی سے کر اپنی پاسبانی
شاید کسی حرم کا تو بھی ہے آستانہ
اے لآ الہ کے وارث باقی نہیں ہے تجھ میں
گفتارِ دلبرانہ، کردارِ قاہرانہ

تیری نگاہ سے دل سینوں میں کانپتے تھے
کھویا گیا ہے تیرا جذب قلندرانہ
رازِ حرم سے شاید اقبال با خبر ہے
ہیں اس کی گفتگو کے اندر محرمانہ

☆☆☆

خانقاہی نظام کی ایک جھلک

نَحمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم اَمَّا بَعْدُ قَالَ اللّٰهُ تعَالٰی فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَال. صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ.

''یہ وہ گھر ہیں جن کیلئے اللہ نے حکم دیا ہے کہ وہاں خدا کا ذکر بلند کیا جائے وہاں وہ لوگ صبح وشام خداوند تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں اوراسی کا نام لیتے ہیں''

خانقاہی نظام کی حقیقت

خانقاہیں کیا ہیں؟ ان کی حقیقت کیا ہے؟ اوران سے آج تک کیا کام لیا گیا ہے، فی زمانہ اس سے عدم واقفیت عام ہے، تزکیہ باطن کے لئے تصوف میں ایک معرکۃ الاراء کتاب بانی ثانی سلسلہ سہروردیہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے ''عوارف المعارف'' کے نام سے تصنیف فرمائی ہے۔ جواپنے وقت تصنیف سے آج تک (تقریباً سات صدیوں سے) ایک مستند کتاب سمجھی گئی ہے۔ اورنہ صرف یہ کہ سلسلہ سہروردیہ کے شیوخ وسالکین نے ہی اس سے فائدہ اٹھایا ہے بلکہ دیگر

سلاسل میں بھی اس کی تعلیم کا اہتمام رہا ہے۔ ''بزرگان چشتیہ وسہروردیہ کے یہاں یہ کتاب ارباب معرفت وسلوک کو پڑھنا لازمی تھی۔ خود سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت بابا فرید گنج شکر قدس سرہ سے اس کے چند ابواب پڑھے تھے''۔ (مقدمہ عوارف المعارف، از شمس بریلوی، ص:۱۱۴)

''عوارف المعارف کا ہر باب عموماً نص قرآنی سے شروع ہوتا ہے اس کے بعد اس کی تشریح فرماتے ہیں اور اس کی تائید میں آثار واخبار پیش فرماتے ہیں۔ تصنیف لطیف کے ۶۳ ابواب میں تقریباً یہی التزام ہے۔ رسالۂ قشیریہ، مرصاد العباد (از شیخ نجم الدین رازی المعروف بہ نجم الدین دایہ) میں بھی اس نہج واسلوب کو اپنایا گیا ہے۔ یعنی جس موضوع پر گفتگو کرتے ہیں اس کا استدلال قرآن وسنت سے لاتے ہیں''۔ (مقدمہ عوارف المعارف، ص:۱۱۱)

شیخ موصوف رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب میں خانقاہ نشینوں کی فضیلت باب ۱۳، کا آغاز بھی آیت قرآنی سے کیا ہے، وہ گھر جن میں اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے، کے ضمنی عنوان سے تحریر فرماتے ہیں:

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْکَرَ فِیْھَا اسْمُہٗ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیْھَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ. رِجَالٌ لَّا تُلْھِیْھِمْ تِجَارَۃٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیْتَآءِ الزَّکٰوۃِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْہِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ.

ترجمہ: یہ وہ گھر ہیں جن کے لئے اللہ نے حکم دیا ہے کہ وہاں خدا کا ذکر بلند کیا جائے وہاں وہ لوگ صبح وشام خداوند تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں اور اسی کا نام لیتے ہیں جنہیں خدا کے ذکر، نماز ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے سے نہ تجارت غافل کرتی ہے اور نہ خرید وفروخت، یہ لوگ اس دن سے ڈرتے ہیں جس دن دل اور آنکھیں الٹ پلٹ ہوجائیں گی۔''

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں ''فی بیوت''، ''یہ وہ گھر ہیں'' سے مراد مساجد ہیں۔ بعض اصحاب کہتے ہیں کہ اس سے مراد مدینۃ الرسول کے مکانات ہیں۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ اس سے سرادر رسول اکرم ﷺ کے مکانات ہیں۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمین کے تمام گھر رسول اللہ ﷺ کے لئے سجدہ گاہ بنادیئے گئے ہیں۔ اس اعتبار سے ذکر کرنے والوں کی تخصیص کی گئی ہے نہ کہ جگہوں کی چہار دیواری کی (یعنی آیت مندرجہ بالا میں اہمیت ذاکرین کی ہے نہ کہ کسی مخصوص چہار دیواری یا گھر کی) پس جس جگہ اور جس مقام پر بھی ذاکرین جمع ہوں گے وہی مقامات ایسے گھر مراد لئے جائیں گے جن میں خدا کے حکم سے اس کا ذکر صبح وشام بلند کیا جاتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی صراحت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کوئی ایسی صبح اور شام نہیں گذرتی کہ زمین کے بعض حصے دوسرے حصوں سے یہ نہ پوچھتے ہوں کہ ''آج تم پر کوئی ایسا شخص گذرا ہے جس نے تم پر (تمہاری جگہ پر) نماز پڑھی ہو یا اللہ کا ذکر کیا ہو''۔ پس بعض مقامات ''ہاں'' میں اور بعض ''نہیں'' میں جواب دیتے ہیں۔ جو اجزاء ''ہاں'' میں جواب دیتے ہیں ان کو دوسرے اجزاء زمین پر فوقیت وفضیلت دی جاتی ہے اور جو بندہ کسی خطہ زمین پر اللہ کا ذکر کرتا ہے یا نماز ادا کرتا ہے تو وہ خطۂ زمین خداوند تعالیٰ کے حضور میں اس بات کی شہادت دیتا ہے اور اس عبادت گذار بندے کے مرنے پر روتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں موجود ہے۔ فَمَا بَکَتْ عَلَیْھِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ ۔ (عوارف المعارف، ص:۲۴۶-۲۴۵)

نظام خانقاہی کا وجود

خانقاہوں کی افادیت اور نظام کے بارے میں عوارف المعارف کے مقدمہ نگار شمس بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

''تیسری صدی ہجری سے دنیائے تصوف میں ''خانقاہ'' وجود میں آ گئی تھی اور شیخ ابوالہاشم صوفی قدس سرہ نے تیسری صدی ہجری میں شہر رملہ میں خانقاہ بنائی تھی یا ان کے اور ان کے متبعین کے قیام کے لئے تعمیر کرادی گئی تھی۔ اس کے بعد اس قسم کے مکانات یا قیام گاہیں مشائخ کے لئے تعمیر ہوتی رہیں۔ لیکن حضرت شیخ الشیوخ پہلے بزرگ اور صاحب طریقت ہیں جنہوں نے ان خانقاہوں کے لئے ایک باقاعدہ نظام قائم کیا اور اس کے آداب متعین فرمائے۔ آپ کے سلسلہ کے حضرات ہی نہیں بلکہ دوسرے سلاسل کے متبعین بھی آج اس نظام خانقاہی پر عمل پیرا ہیں اور ان آداب کی حتی الوسع پیروی کرتے ہیں جو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ نے عوارف المعارف کے ابواب ۱۳ تا ۱۸ میں بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔ اور صوفیائے کرام کے معمولات شب و روز میں شریعت کے جن آداب کی نگہداری ضروری قرار دی ہے ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کا قائم کردہ نظام خانقاہی ایک ایسا ضابطِ حیات ہے جو انسانی زندگی کو قرآن و سنت کی اتباع کے سانچے میں ڈھال دیتا ہے''۔ (مقدمہ عوارف المعارف، ص:۱۱۱)

خانقاہی نظام کے ذریعہ مشائخ نقشبندیہ کی خدمات

حضرات نقشبندیہ نے بھی خانقاہی نظام کے ذریعہ تصفیہ قلوب، تزکیہ نفوس اور رجال سازی کا زبردست کام کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ) کا سارا کام اور ان کی ساری تجدیدی مساعی خانقاہی نظام کے تحت ہی ہوتی رہیں۔

ان کے بعد نبیرۂ مجدد الف ثانی حضرت خواجہ سیف الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۴۹ھ-۱۰۹۶ھ، ابن خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ، ۱۰۰۷ھ-۱۰۷۹ھ) کے ہاتھوں اس مرجع عام خانقاہ کی بنیاد پڑی جس کو بعد میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں اور حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تربیت روحانی کا عالمگیر مرکز بنادیا اور جس کے انوار سے ایک طرف افغانستان و ترکستان دوسری طرف عراق و شام و ترکی منور ہوئے''۔

(تاریخ دعوت وعزیمت چہارم، ص:۳۷۶)

''خواجہ سیف الدین کے بعد ان کے خلیفہ سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ'' (م ۱۱۳۵ھ) نے ان کی جگہ کو آباد اور ان کی خانقاہ کو نور محمدی سے منور رکھا''۔ (ایضاً، ص۳۷۸)

''سید نور محمد بدایونی کے خلیفہ حصرت مرزا مظہر جان جاناں شہید رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۱۱ھ-۱۱۹۵ھ) تھے۔ جنہوں نے پینتیس (۳۵) سال تک اپنے انفاس قدسیہ سے دلوں کو گرم و منور رکھا''۔ (ایضاً، ص ء:۳۸۱)

''مرزا صاحب کے سلسلہ بلکہ طریقہ مجددیہ کی عالمگیر اشاعت ان کے خلیفۂ ارشد حضرت شاہ غلام علی بٹالوی (۱۱۵۶ھ-۱۲۴۰ھ) کے لئے مقدر تھی۔ ان کو سلسلہ مجددیہ کا مجدد بلکہ تیرہویں صدی میں سلوک الی اللہ اور تزکیہ و احسان کا مجدد کہنا صحیح ہوگا جن پر عجم و عرب کے طالبین نے پروانوں کی طرح ہجوم کیا۔ ہندوستان کا کوئی شہر ایسا نہ ہوگا جہاں آپ کا کوئی خلیفہ نہ ہو''۔ (ایضاً، ص:۳۸۶)

حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خلیفہ حضرت شاہ رؤف احمد صاحب مجددی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۰۱ھ-۱۲۶۶ھ) نے بھوپال میں خانقاہ مجددیہ کی بنیاد ڈالی۔ (جس کو پیر ابواحمد صاحب اور انکے فرزند ارجمند حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجددی نقشبندی نے اپنے اپنے وقت میں آباد کیا''۔ (ایضاً، ص۳۸۳)

حضرت شاہ غلام علی صاحب کے اصل جانشین اوران کے سلسلہ کو دنیا کے چاروں طرف پھیلانے والے ان کے خاص تربیت یافتہ خاندان مجددیہ کے چشم وچراغ حضرت شاہ احمد سعید ابن ابوسعید (۱۲۱۷ھ-۱۲۷۷ھ) تھے جنہوں نے اپنے والد حضرت شاہ ابوسعید کی وفات کے بعد ۱۲۵۰ھ میں حضرت شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے سجادہ کو رونق بخشی اور کامل ۲۳ برس (۱۲۵۰ھ-۱۲۷۳ھ) تک سرگرمی سے سلسلۂ مجددیہ کی اشاعت میں سرگرم رہے"۔(ایضاً ص:۳۸۷)

حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کے ایک فرزند شاہ عبد الرشید (۱۲۳۷ھ-۱۲۸۷ھ) تھے۔آپ کے صاحبزادہ شاہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۶۳ھ-۱۳۴۱ھ) نے رامپور میں خانقاہ معصومی کی بنیاد رکھی۔۳۲ سال رامپور میں قیام رہا اور ۱۳۴۱ھ میں مکہ معظّمہ میں وفات پائی"۔(ماخوذ از ایضاً ص:۳۸۹)

"حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے فرزند شاہ محمد مظہر (۱۲۴۸ھ-۱۳۰۱ھ) بڑے قوی النسبت اور کثیر الارشاد بزرگ تھے.....۱۲۹۰ھ میں مدینہ منورہ میں نہایت عمدہ سہ منزلہ خانقاہ تعمیر کی جو رباط مظہری کے نام سے مشہور ہے۔یہ باب النساء اور جنت البقیع کے درمیان واقع ہے"۔(ایضاً ص:۳۸۹)

حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبد الغنی رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے جب ہندوستان سے ہجرت کی تھی اس کے بعد حضرت سیف الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کردہ خانقاہ خالی ہوگئی تھی۔لیکن اسی خاندان والا شان کے چشم وچراغ اوراس سلسلہ کے ایک جلیل القدر شیخ حضرت شاہ ابوالخیر مجددی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۷۲ھ-۱۳۴۱ھ) نے جو شاہ احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب نسبت وباکمال پوتے (یعنی ابن شاہ محمد عمر رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۴۴ھ-۱۲۹۸ھ) تھے اس کو آباد کیا اور جلد وہ خانقاہ پھر مرجع خلائق بن گئی"۔(ماخوذ از ایضاً ص:۳۹۱)

"حضرت شاہ احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء کثیر تعداد میں تھے، ان کے سلسلہ کی اشاعت شیخ دوست محمد قندھاری رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعہ ہوئی جن کے خلیفہ اعظم خواجہ عثمان دامانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۱۴ھ) نے ڈیرہ اسماعیل خان کے قصبہ موسی زئی میں بیٹھ کر فضا کو عشق کی حرارت اور نسبت نقشبندیہ کی سکینیت سے معمور ومخمور کردیا۔ان کے خلیفہ اعظم خواجہ سراج الدین رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۳۳ھ) نے اس سلسلہ کو دور تک پہنچادیا"۔

(ایضاً ص:۳۸۸)

خواجہ سراج الدین کے بعد ان کے خلیفہ خواجہ فضل علی قریشی نے مسکین پور میں اپنی خانقاہ سجائی، ان کے خلیفہ خواجہ عبد المالک صدیقی نے خانقاہ حبیبیہ کے توسط سے اس سلسلہ کے فیض کو سارے عالم میں پھیلادیا۔(سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے نظام خانقاہی کے فیض کو عالمی پیمانے پر پھیلانے والے بزرگوں میں ایک مشہور نام مولانا ذوالفقار احمد نقشبندیہ مجددی کا ہے جن کا مرکز جھنگ (پنجاب پاکستان) ہے اوراس سلسلہ کا ایک اہم مرکز براعظم افریقہ کے ملک زامبیا کا ایک مقام "لوساکا" ہے۔

(ماہنامہ الفرقان جنوری ۱۳۱ تا ۲۴ کے ایک تفصیلی مضمون مرتبہ جناب قطب الدین ملا صاحب سے اقتباس لئے گئے ہیں۔
نیز سہ ماہی تزکیہ نفوس ص ۲۸ تا ۳۲ سے ماخوذ۔شکریہ کے ساتھ)

☆☆☆

اپنے شیخ اور اکابر سے تعلق

شریف الفطرت اور کریم النفس انسان جس سے کوئی نعمت پاتا ہے ساری عمر اس کا احسان مانتا ہے اور اس کے گن گاتا ہے، پھر جس شخص کو کسی شیخ کامل اور مقبول بارگاہ کی خدمت میں طویل محبت اور خصوصی قرب حاصل رہا ہو اور اس نے شب وروز جلوت وخلوت میں گہری نظر سے اس کی زندگی کا مطالعہ کیا ہو اور اس کے کمالات اس پر منکشف ہوئے ہوں، اس کا دل کس طرح اس کی محبت وعقیدت سے لبریز اور اس کی زبان کس طرح اس کے محامد وفضائل بیان کرنے میں مشغول نہ ہو۔

حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری اپنے شیخ ومربی حضرت مولانا شاہ عبد الرحیم صاحب قدس اللہ سرہ کی محبت وعقیدت سے لبریز تھے اور یہ آپ کا ایک دائمی حال اور ذوق بن گیا تھا، (اور اس حال کو شعر کی زبان میں بیان فرماتے۔ حضرت کے اخلاص وللّٰہیت، حضرت کی بے نفسی اور فنائیت حضرت کے اجتہاد وبصیرت پر آپ کو پورا اعتقاد واعتماد تھا۔ ایک مرتبہ فرمایا:

”میں اپنے حضرت کی تعریف اس لئے نہیں کرتا کہ اس میں بھی اپنی ہی تعریف ہے ورنہ ہمارے حضرت تصوف کے امام تھے اور تو کچھ نہیں

عرض کرتا البتہ اتنا جانتا ہوں کہ میں ۱۴ سال حضرت کی خدمت میں رہا، اس طویل مدت میں کبھی ایک کلمہ بھی حضرت کی زبان مبارک سے نہیں سنا جس میں اپنی تعریف کی بو بھی آتی ہو حب جاہ ایک ایسی چیز ہے جو سب سے آخر میں اولیاء اللہ کے قلوب سے نکلتی ہے جب سالک ”صدیقین“ کے مقام تک پہنچتا ہے تب اس سے پیچھا چھوٹتا ہے یہ بات میں نے اپنے حضرت میں خوب اچھی طرح سے دیکھی کہ حب جاہ کا وہاں سر کٹا ہوا تھا“۔

حضرت کو اپنے شیخ اور شیخ سے نسبت رکھنے والی چیزوں سے اتنا انس اور محبت تھی کہ فرمایا کرتے تھے کہ ”ہمیں تو رائے پور کا کتا بھی پیارا ہے“۔ حضرت کا کوئی دور سے دور کا رشتہ دار بھی ہوتا تو اس سے اس طرح جھک کر ملتے کہ گویا اپنے کسی معزز قریبی عزیز سے مل رہے ہوں اور ان سے اس درجہ اظہار تعلق فرماتے کہ نہ جاننے والے یہ سمجھنے پر مجبور ہو جاتے کہ یہ لوگ حضرت کے کوئی قریبی عزیز اور خصوصی تعلق والے ہیں، اپنے قریبی عزیزوں کو ان کے مقابلہ میں ہمیشہ پیچھے رکھا۔

اس غایت تعلق کا نتیجہ یہ تھا کہ کامل مناسبت اور اتحاد پیدا ہو گیا تھا، ایک مرتبہ فرمایا کہ ”میرے اور شیخ کے تعلق کو کیا پوچھتے ہو، جو بات حضرت کے قلب میں آتی وہی میرے دل میں آ جاتی تھی اور جو میرے قلب میں آتی وہی حضرت کے قلب میں آ جاتی“۔

حضرت سے تعلق رکھنے والوں کے ساتھ خادمانہ برتاؤ فرماتے تھے اور ان کے حقوق کو ادا کرنے کی کوشش کرتے تھے اور اس کو اپنے حق میں نہایت مفید وموجب ترقی سمجھتے تھے۔ ایک بار فرمایا کہ: ”رائے پور میں شاہ زاہد حسن صاحب مرحوم کی بیماری کی خبر آئی، میں نے سوچا کہ یہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خادم تھے،

خالص لوجہ اللہ بغیر بلائے ان کی عیادت کو جانا چاہئے۔اس لئے رائے پور سے پیدل، بہٹ'' گیا، اس جانے میں عجیب کیفیت رہی اور ایک ایسی خوشبو آتی رہی کہ پھر وہ نہیں آئی یہ اس تصحیح نیت کی برکت تھی''۔

یہ تعلق وقت کی طوالت سے کمزور نہیں ہوا تھا بلکہ جوں جوں وقت گزرتا اور وقت آخر قریب آتا جاتا تھا، اس محبت و تعلق میں اضافہ و ترقی تھی، ۱۹۴۸ء میں حضرت لکھنو میں مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کے مکان پر تشریف رکھتے تھے، عمائد شہر بھی حاضر تھے، حضرت اپنے مرشد مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب کے مرض وفات اور انتقال کا حال بیان فرما رہے تھے، جب انتقال کا ذکر فرمایا تو آنکھوں میں آنسو تھے اور ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ زخم تازہ اور حادثہ بالکل قریب کا ہے لاہور کے زمانۂ قیام میں مرض وفات میں حضرت کا ایک مکتوب بنام شاہ زاہد حسن پڑھا جا رہا تھا، جب آخر میں حضرت کا اسم گرامی احقر عبدالرحیم آیا تو ضبط نہ ہو سکا اور رقت طاری ہوگئی۔

نہ صرف اپنے شیخ جن سے براہ راست تعلق تھا اور جو ولی نعمت تھے بلکہ اپنے سلسلہ کے تمام شیوخ بالخصوص سلسلہ ولی اللٰہی اور سلسلہ امدادیہ کے مشائخ اور اہل سلسلہ سے نہایت درجہ عقیدت مندی اور عشق و محبت کا تعلق تھا، ان حضرات کے بارے میں کسی طرح کی تنقیص یا تنقید کی طبیعت متحمل نہیں تھی، اور یہ ایک ایسی غیر اختیاری کیفیت تھی جس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کو سچی محبت، کامل اعتماد اور شرافت اور شکر گزاری کا جذبہ فطرت میں ملا ہے، صوفی محمد حسین صاحب راوی ہیں:

''ایک دفعہ ڈھڈیاں میں شام کا کھانا ہو رہا تھا، حضرت والا خود دسترخوان پر تشریف فرما تھے، ایک صاحب لائل پور سے تشریف لائے جن کا جماعت اسلامی سے تعلق تھا، السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گئے، حضرت نے ان کو کھانے میں شریک ہونے کو کہا، چنانچہ کھانے میں شریک ہوگئے، ان کو حضرت کے ساتھ ہی جگہ ملی، ابھی ایک

ہی لقما اٹھایا ہوگا کہ انہوں نے حضرت اقدس سے سوال کیا (برے اکھڑ پن سے سوال بھی کیا) حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک کیوں ناکام ہوگئی تھی؟ ناکامی کی وجوہات کیا تھیں؟ حضرت اقدس نے بڑے ناگواری کے ساتھ بلکہ غصہ کے ساتھ فرمایا کہ ہم کوئی بزرگوں کے عیب نکالنے کے لئے تھوڑے بیٹھے ہوئے ہیں، ان کی سعی بہر حال مشکور ہے۔اس سے وہ صاحب خاموش ہوگئے''۔

(ماخوذ از سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، ص۲۴۲ تا ۲۴۶ مولف حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ)

صوفیاء کے کردار کی ایک خوبی: ضبط و تحمل اور خلق عظیم

سیر العارفین کے حوالہ سے صاحب مراۃ الاسرار نے صفحہ ۸۶۳ پر لکھا ہے کہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی تسلیم و رضا کے آخری مقام پر فائز تھے۔اس حد تک کہ ایک دن کا واقعہ ہے کہ آپ حجرہ خاص میں مشغول عبات تھے کہ عین استغراق میں ایک قلندر تراب نامی خلوت میں آیا اور خنجر سے آپ کے جسم مبارک پر گیارہ زخم لگائے، نتیجہ کے طور پر خون نالی سے بہہ کر باہر خانقاہ کی طرف نکل گیا لیکن اس شہباز صحرائے احدیت کے استغراق میں فرق نہ آیا۔جب مریدوں نے خون دیکھا تو اندر جا کر قلندر کو پکڑ لیا۔شیخ نے قاضی عبدالمقتدر تھانیسری، شیخ صدرالدین حکیم اور شیخ زین الدین علی کو جو آپ کے عالی قدر مرید تھے بلا کر قسم دی کہ قلندر کو کچھ نہ کہنا اور بیس روپے قلندر کے نذر کر کے رخصت کیا کہ ضرب لگانے میں تجھے تکلیف ہوئی ہوگی۔اس واقعہ کے تین سال بعد تک آپ قید حیات میں رہے۔میر سید محمد مکی قدس سرہ ''بحر المعانی'' میں لکھتے ہیں کہ قطب عالم شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی ۲۸ سال ۳ ماہ اور ۲ دن مرتبہ قطب مدار پر فائز رہے اور یہ مرتبہ آپ کو آپ کے تحمل کی وجہ سے

عطا ہوا تھا۔ جب آپ تحمل پر پورے اترے اور ہر حال میں متحمل رہے تو مذکورہ مدت کے بعد مقام فردانیت میں نزول فرمایا، یہاں تک کہ مقام فردانیت سے عالم بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ بحر المعانی میں میر سید محمد مکی اقطاب اور قطب مدار کے اختیارات کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ اقطاب وہ ہیں جو ولی کو ولایت سے معزول کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں۔ جب کہ مرتبۂ قطب مدار یہ ہے کہ وہ قطب عالم ہے اور اقطاب کو مقام قطبیت سے معزول کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ حق تعالیٰ ایک فرشتے کو حکم فرما دیتے ہیں کہ جو کچھ قطب مدار کہے پورا کرو۔ احکام لوح محفوظ میں بھی اسے تصرف دیا جاتا ہے۔ جب قطب مدار ترقی کرتا ہے تو مقام فردانیت میں نزول کرتا ہے اور تصرفات ختم ہو جاتے ہیں۔ یعنی فردانیت مقام انبساط اور موانست ہے۔ اس مقام پر اس کے دل میں کسی چیز کی تمنا نہیں رہتی۔ اس کی مراد سب حق تعالیٰ کی مراد ہوتی ہے۔ ''نامرادی مراد مردانست'' (نامرادی مردوں کی مراد ہے) شیخ حمید قلندر جو سلطان المشائخ کے مخلص مریدوں میں سے تھے مدت دراز تک شیخ برہان الدین غریب کی صحبت میں رہے اور ان کے ملفوظ جمع کرتے رہے۔

اس کے بعد وہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی کی خدمت میں رہنے لگے اور ان کے ملفوظات بھی جمع کئے جس کا نام ''خیر المجالس'' رکھا گیا جس میں آپ کے اکثر حالات و مقامات بیان کئے گئے ہیں۔

صاحب کشف المحجوب کے حوالہ سے صاحب مراۃ الاسرار نے صفحہ ۱۹۸ پر لکھا ہے کہ امام حسن رضی اللہ عنہ اپنے مکان کے دروازے پر تشریف رکھتے تھے کہ صحرائی علاقے سے ایک اعرابی (بدو یا دیہاتی شخص) آیا اور آپ کو برا بھلا کہنے لگا کہ تو ایسا ہے۔ تیرا باپ ایسا ہے، تیری ماں ایسی ہے، آپ نے اٹھ کر دریافت کیا کہ اے اعرابی کیا تم بھوکے ہو یا تمہیں کوئی اور تکلیف ہے (جسے میں دور کروں) لیکن وہ اسی

طرح بدکلامی کرتا رہا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ سونے چاندی کا ایک تھیلا لا کر اس کو دے دو۔ جب خادم نے تھیلا دے دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے اعرابی معاف کرنا کیونکہ آج ہمارے گھر میں اس کے سوا کچھ نہیں اور تجھ سے کچھ چھپا کر نہیں رکھا۔ جب اعرابی نے یہ بات سنی تو فوراً بول اٹھا: اشھد انک ابن رسول اللہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسول اللہ ﷺ کے بیٹے ہیں) میں اس جگہ آپ کا علم آزمانے آیا تھا کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ خلق کی مدح و ذم (تعریف اور مذمت آپ حضرات کے نزدیک یکساں ہے۔

☆☆☆

نصیحتیں

بیہقی کی شعب الایمان میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے کہا:

● میں نے چٹان، لوہے اور ہر بھاری چیز کو اٹھایا لیکن میں نے ''پڑوسی'' سے زیادہ بھاری کسی چیز کو نہیں پایا۔

● میں نے کڑوی سے کڑوی چیزوں کا مزہ چکھ لیا لیکن ''فقر وتنگ دستی'' سے کڑوی کوئی چیز نہیں پائی۔

● جھوٹ سے خود کو محفوظ رکھ کیونکہ ''یہ چڑیا کے گوشت'' کے مانند نہایت مرغوب ہے۔ ● تھوڑا سا ''جھوٹ'' بھی انسان کو جلا دیتا ہے۔

● جنازوں میں شرکت کیا کر اور شادی کی تقریبات میں شرکت سے پرہیز کر، کیونکہ جنازوں کی شرکت تجھے آخرت کی یاد دلائے گی اور شادیوں میں شرکت دنیا کی خواہشات کو جنم دے گی۔

● آسودہ شکم ہوتے ہوئے دوبارہ شکم سیر ہو کر مت کھا، کیونکہ اس صورت میں کتوں کو ڈال دینا کھانے سے بہتر ہے۔

● نہ اتنا شیریں بن کہ لوگ تجھے نگل جائیں اور نہ اتنا کڑوا کہ تھوک دیا جائے۔ (حیاۃ الحیوان، جلد۳، صفحہ۵۳)

● اگر تم ہنسو گے تو اس بات کا امکان ہے کہ دنیا تمہارے ساتھ ہنسے گی اور اگر تم روؤ گے تو تمہیں اکیلا ہی رونا پڑے گا۔

● بیوقوفوں کی طرح سوال کرو، عقلمندوں کی طرح یاد کرو۔

● وقت کو پیچھے سے پکڑنے کی بجائے آگے سے روکنے کی کوشش کرو۔

● دوست کو تھوڑا تھوڑا چاہو ایسا نہ ہو کہ وہ کسی وقت تمہارا دشمن بن جائے اور دشمن سے ہلکی دشمنی کرو ممکن ہے کبھی تمہارا دوست بن جائے۔

● اتنا کھاؤ جتنا ہضم کر سکتے ہو اور اتنا پڑھو جتنا جذب کر سکتے ہو۔

● حق وزنی ہوتا ہے اور باطل ہلکا ہوتا ہے۔

● پاکدامنی کی لذت گناہ کی لذت سے زیادہ ہے۔

● غیر محرم عورتوں سے غیر معیاری باتیں کرنا (لگاوٹ کی باتیں کرنا Loose Talk کرنا) بھی زنا کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب ہے۔

● معاف کر دینے میں جو خوشی ہے وہ بدلہ لینے میں نہیں ہے۔

● خیالی معبودوں سے جان چھڑائے بغیر نہ تو ایمان کی حلاوت نصیب ہوتی ہے نہ قربِ الٰہی کی ہوا لگتی ہے۔ ع بتوں کو توڑ تخیل کے ہوں یا پتھر کے۔

● اللہ کی عظمت دل میں اتر جاتی ہے تو وہ بکری کو بھی شیر بنا دیتا ہے۔

● دنیاوی مشاہدات میں یہ بات دیکھی گئی ہے کہ جن اشخاص کی اصلاح مشائخ سے نہیں ہوتی ان کی اصلاح نافرمان بیویوں سے ہوتی ہے۔

● اس دنیا میں کچھ لوگوں کی رفتار زاہدوں کی رفتار ہے جب کہ ایک مختصر تعداد ایسے لوگوں کی ہے جن کی رفتار عارفوں کی رفتار ہے۔

● عارفین کی مخلوق سے کنارہ کشی کی دو وجوہات سمجھ میں آتی ہیں۔ایک یہ کہ وہ سمجھتے ہیں کہ مخلوق کی اکثریت عقل کی چور ہے اور ان سے میل جول رکھنے سے سوجھ بوجھ جاتی رہتی ہے۔ دوسری یہ کہ وہ راہ ہدایت کے موانع ہیں (رکاوٹ ڈالنے والی چیزیں اور اس کے محرکات ہیں)۔

● مخلوق کے حق میں ان کی بنیادی نصیحت اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کامل کی حصولیابی ہوتی ہے۔

● آئی ہوئی اذان، گئی ہوئی نماز، بس اتنی دیر کا وقفہ ہے زندگی کیا ہے۔

● مسلمان کے گھر میں بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کے کان میں اذان واقامت پکاری جاتی ہے اور جب کسی مسلمان کی موت ہوتی ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ ● اذان اور نماز کے درمیان کا یہ مختصر وقفہ (Duration) اس کی زندگی کی مدت ہے اس کی عبرت وموعظت کے لئے کافی ہے۔

● مہمان نوازی اللہ کے تقرب کی حصولیابی کا ایک مجرب نسخہ ہے۔

ناکامی ایک ٹھہراؤ ہے، سفر کا خاتمہ نہیں۔

● جب تک حق ہے حق دار سلامت رہے گا۔

● شک ایک ایسی دیمک ہے جو رشتوں اور رابطوں کے درمیان پیدا ہوجائے تو سب کچھ چاٹ جاتی ہے اور نا قابل تلافی نقصان ہوجاتا ہے۔

(ماخوذ از سہ ماہی تزکیہ نفوس اعظم گڑھ یوپی، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۲ء)

☆☆☆

بڑوں کی بڑی باتیں

● حضرت عمر بن عبدالعزیز کی وفات[1] پر حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا ''آج دنیا کا سب سے بہترین آدمی اٹھ گیا''۔

[1] (حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ۲۰ رجب المرجب ۱۰۱ھ کو بعمر ۹۳ سال ارض شام کے مشہور شہر حمص کے متصل کسی مقام پر انتقال کیا۔(حوالہ: صفحہ ۱۲۹، تاریخ حریت اسلام مولفہ مولانا محمد الدین فوق مطبوعہ فرید بک ڈپو)

● حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ: امام شافعی کی عقل کو تولا جائے تو تمام خلق کی عقل سے زیادہ ہوگی۔

● شیخ الاسلام خواجہ عبداللہ انصاری فرماتے ہیں کہ: میں شافعی مذہب نہیں رکھتا لیکن امام شافعی سے مجھے محبت ہے۔ کیونکہ جس مقام میں دیکھتا ہوں ان کو پیش پیش پاتا ہوں۔

● امام اعظم ابوحنیفہ سے (جن کی صحبت عالیہ میں خواجہ ابراہیم بن ادہم رہے تھے) پوچھا گیا کہ خواجہ ابراہیم بن ادھم نے سیادت (سرداری) کہاں سے پائی۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کے حضور میں مشغول ہیں جب کہ ہم لوگ دوسرے کاموں میں۔ سید الطائفہ خواجہ جنید بغدادی فرماتے ہیں کہ مفاتیح العلوم (علوم کی چابی) ابراہیم بن ادھم ہیں۔

● صاحب کشف المحجوب (سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری) فرماتے ہیں کہ میں حکیم ترمذی (خواجہ محمد بن علی حکیم ترمذی) کو بہت معظم سمجھتا ہوں، میرے دل کی مملکت کو انہوں نے شکار کرلیا ہے۔ (مراۃ الاسرار، صفحہ: ۳۰۰)

● خواجہ کمیل بن زیاد[۲] کا بشمار اپنے زمانہ کے ایسے مشائخ اور کاملین روزگار میں ہوتا تھا کہ خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ اپنے تمام تر کمالات کے باوجود آپ سے فیض صحبت حاصل کرتے تھے۔

(۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے تربیت یافتہ اور منظور نظر مرید وخلیفہ

● جب تک حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی ہفتہ واری مجلس وعظ میں حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا نہ جاتیں آپ تقریر نہ کرتے، پوچھنے والوں کے سوال پر آپ ان کے حق میں نہایت قابل قدر کلمات ارشاد فرماتے۔

● حضرت امام احمد ابن حنبل اپنے عالی مرتبت استاد حضرت امام شافعی کو ہمیشہ اپنی قابل قدر دعاؤں میں یاد رکھتے۔ ان کی دعاؤں میں درج ذیل ٹکڑا شامل رہتا۔ ”اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ مُحَمَّدَ ابْنِ اِدْرِیْسَ الشَّافِعِیِّ“ (اے ہمارے اللہ! مغفرت فرمادے میری اور میرے والدین کی اور (میرا استاد) محمد بن ادریس الشافعی کی)۔

(ماخوذ از سہ ماہی تزکیہ نفوس، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۲ء)

☆☆☆

پانچ دریا

تصوف میں انسان کے سامنے پانچ دریا ہیں۔ طوفانی قسم کے، یا یوں کہیں کہ انسان کے اندر پانچ امراض ہیں۔ پھر دریا کے عبور کرنے کیلئے ایک کشتی ہے یا یوں کہے کہ ہر مرض کیلئے ایک ایک دوا ہے۔ اور ہر دریا کے عبور کرنے کے بعد پھر ایک ساحل ہوتا ہے۔ یا مرض ختم ہونے بعد صحت کی ایک صورت ہوتی ہے۔ وہ پانچ دریا یہ ہیں: (۱) شغل (۲) غم (۳) حرص (۴) غفلت عن العقبیٰ (۵) تفرقہ

(۱) شغل: شغل سے مراد دنیوی امور میں انہاک ہے اور دنیوی چیزوں کے ساتھ تعلق ہے اور اس دریا کے عبور کے لئے کشتی یعنی توکل ہے، توکل علی اللہ کی کشتی میں بیٹھے بغیر یہ دریا عبور نہیں کیا جاسکتا، اور اس دریا کا ساحل یعنی ”فراغ“ ہے۔

(۲) غم: غم سے مراد یہ ہے کہ انسان کو کمانے بڑھنے گھٹنے اور ختم ہونے کی فکر ہو۔ اس دریا کو عبور کرنے کے لئے ”رضا بالقضا“ کی کشتی میں بیٹھنا پڑے گا۔ صرف ”صبر“ کافی نہیں ہے بلکہ اس سے آگے رضا اور خوشی ہو۔ حق تعالیٰ کی مشیت اور فیصلے پر اور اس دریا کا ساحل ”فرح“ ہے اس مقام کو پانے کے بعد انسان ہمیشہ ہر حال میں خوش رہتا ہے۔

(۳) حرص: حرص کی تشریح بعض حضرات نے طمع کے ساتھ کی ہے اور بعض نے طلب کے ساتھ۔ یعنی دنیوی چیزوں کی امید اور طلب دل میں ہو۔ اس دریا کے عبور کے لئے ''قناعت'' کی کشتی کو اپنانا ہوگا اور اس دریا کا ساحل ''زہد'' ہے جو کہ عبارت ہے ترک زینت، ترکِ ہوئی، ترکِ دولت سے۔

(۴) غفلت عن العقبیٰ: اس طوفان سے بچنے کا ذریعہ ذکر اللہ ہے انسان ہمیشہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا رہے تو اس غفلت سے نجات ملتی ہے اور اس دریا کا ساحل ''حضور'' ہے۔

(۵) تفرقہ: اس چیز کا مطلب دل میں متفرق اشیاء کے ساتھ وابستگی ہے کبھی اس چیز کے ساتھ دل لگا کر اور کبھی اس کے ساتھ، اس دریا کے عبور کے لئے ''توحید علی اللہ'' ہے کہ انسان کا دل صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہو جائے، جس کے نتیجے میں جمعیت نصیب ہوتی ہے اور یہی اس کا ساحل ہے۔

عبادت کوئی بھی ہو اس میں اخلاص ضروری ہے۔ اخلاص کا مطلب ہے پاک کرنا، صاف کرنا، دھولینا، یعنی اپنے عمل کو ریا، سمعۃ، عجب اور جہل سے پاک کر لینا۔ (ملفوظات حضرت مولانا محمد امین کرزئی صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ)

☆☆☆

وصیت نامہ

موت سے پہلے جو معاملات اپنے درست کر لے

''راقم الحروف محمد ادریس حبان رحیمی کے دوسرے نسبتی برادر حضرت مولانا قاری حافظ محمد شاہ عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ گذشتہ سال ماہ اپریل ۲۰۱۱ء کو وفات پا گئے۔ آپ سرطان میں مبتلا تھے۔ جس کے متعلق حدیث پاک میں آتا ہے کہ سرطان کے مریض کو شہادت کا درجہ حاصل ہوتا ہے۔ اس مرض میں وہ ہمیشہ صابر وشاکر رہے۔ اور اپنے جملہ معاملات میں شریعت اور احکام الٰہی کو مدنظر رکھا۔ موصوف کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہے اللہ کے علاوہ کسی کے سامنے دست دراز نہ فرمایا۔ روح نکلنے سے پانچ منٹ پہلے تک مکمل ہوش حواس میں تھے نظر آسمان پر تھی کہ جیسے کسی آمد پر شدت سے انتظار ہو ایک گھنٹہ پہلے اپنے پلنگ اور بستر کے پاس سے سب کو دور بیٹھنے کا اشارہ کر دیا کوئی قریب آتا تو اشارہ سے جگہ خالی رکھنے کے لئے اصرار کرتے دس منٹ پہلے راقم الحروف کی اہلیہ یعنی موصوف کی ہمشیرہ نے زمزم اور عجوہ کھجور شامل کر کے مشروب پلایا۔ جب کہ اس سے قبل ایک قطرہ پانی یا کھانا

بھی ہضم نہیں ہو رہا تھا۔لیکن بحمد للہ تعالیٰ موصوف نے سارا مشروب چمچ سے پی لیا۔اور صرف آسمان کی طرف شاید فرشتوں کی آمد کا انتظار تھا ذکر اللہ کے ساتھ واصل بحق ہوئے۔آپ کا تحریر کردہ وصیت نامہ جو ایک ماہ قبل مجھے بھیجا گیا تھا ملاحظہ فرمائیں۔'' (محمد ادریس حبان رحیمی)

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ وَالْمُرْسَلِیْنَ، وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحٰبِهٖ وَاَزْوَجِهٖ وَذُرِّیَّاتِهٖ وَاَهْلِ بَیْتِهٖ وَاِتِّبَاعِهٖ اَجْمَعِیْنَ ۔

محترم بزرگو، دوستو، بھائیو، عزیزو اور تمام اہل مجلس

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ بندۂ ناکارہ حافظ کاتب محمد شاہ عالم انصاری (ابن منشی محمد شفیع انصاری) حنفی چشتی (خادم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مظاہر علوم سہارنپور مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ) عرض رساں ہے کہ انسان کی زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں۔میری طبیعت اس وقت بہت زیادہ ناساز اور ناقابل برداشت تکلیف سے دوچار ہے۔اس لئے یہ چند سطور سپرد تحریر کرتے ہوئے سب سے پہلے میں اللہ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے بے شمار نعمتوں سے سرفراز فرمایا جن میں سے دو نعمتیں اس وقت قابل ذکر ہیں۔پہلی نعمت صحت وتندرستی، جو نعمت عظمیٰ ہے اور دوسری نعمت بیماری جو رحمت کبریٰ ہے۔جس سے انسان کے گناہ بھی معاف ہوسکتے ہیں اور درجات بھی بلند ہوسکتے ہیں اللہ جو چاہے اس کی مرضی ہے۔اس کے بعد میں تمام حضرات سے اپنی غلطیوں اور نازیبا حرکتوں کی معافی چاہتا ہوں۔اب چند سطور انتہائی دل کی عمیق گہرائیوں سے پرخلوص محبت کے ساتھ اپنے تجربات کی روشنی میں چند حضرات کو میں کچھ ذمہ داری بطور وصیت سونپنا چاہتا ہوں۔(۱) سرپرست، عزیز الملت،

برادر معظم، استاذ الاساتذہ جناب حضرت الحاج حافظ ومنشی محمد عالم صاحب انصاری مدظلہ العالی مدرس مدرسہ خادم العلوم باغونوالی، ضلع مظفرنگر۔

(۲) حبیب الامت برادر اختر حضرت مولانا حکیم حافظ محمد ادریس حبان رحیمی بانی ومہتمم دارالعلوم محمدیہ ومالک رحیمی شفاخانہ شہر بنگلور۔

(۳) قابل قدر جناب الحاج منشی محمد عمران انصاری چرتھاول، مظفرنگر

ان حضرات کی سرپرستی یا نگرانی میں مندرجہ ذیل امور طے پائے جائیں۔

غسل

(۱) حافظ محمد مصطفیٰ انصاری (۲) عزیز القدر مولانا حافظ قاری محمد ابرار قاسمی مدرس مدرسہ عالیہ شاہی فتحپوری مسجد دہلی (۳) عزیز القدر برادر زادہ حضرت مولانا حافظ وقاری محمد ارشد قاسمی امام وخطیب مسجد شہر لندن (۴) عزیز القدر برادرزادہ مولانا حافظ قاری محمد عثمان دہلی (۵) قابل قدر حضرت مولانا حافظ قاری محمد مشرف نیرانوی۔

تکفین

(۱) جناب الحاج منشی محمد عمران انصاری چرتھاول مظفرنگر (۲) برادر محترم جناب حافظ محمد الیاس صاحب انصاری سنبھل ہیڑہ (۳) برادر اصغر جناب مولانا ظہیر احمد انصاری قاسمی مظفرنگر (۴) محترم المقام ماموں جمیل احمد صاحب انصاری، نیازوپورہ۔

ہدایت: اب سے تقریباً چالیس سال پہلے کی بات ہے رمضان المبارک کا مہینہ تھا میں نے اعتکاف کی حالت میں ایک دن میں تقریباً تیرہ پارے قرآن کریم کے تلاوت کئے۔رات میں میں نے خواب دیکھا کہ مدرسہ خادم العلوم کے باہر طلباء اور اساتذہ کا جم غفیر ہے اور ایک معزز ہستی سامنے سے آ رہی ہے۔لوگوں نے کہا کہ

یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ بہت سے طلبہ نے آپ سے مصافحہ کیا۔ میں نے بھی مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے فرمایا نہیں میں تجھ سے مصافحہ نہیں کروں گا بلکہ تیرے لئے دعاء کروں گا کیونکہ تو قرآن بہت کرتا (پڑھتا) ہے۔ پھر آپ مدرسہ میں تشریف لائے ،ظہر کی نماز کا وقت ہوگیا تھا۔ آپ میرے ساتھ مدرسہ کی مسجد تشریف لے گئے۔ وضوفرمایا اور مجھ سے رومال طلب کیا۔ میں نے اپنا رومال پیش کیا تو آپ نے اس سے اپنے اعضاء کوصاف کیا اور پھر اس کو بچھا کر ظہر سے پہلے پڑھی جانے والی سنتوں کوادا کرنے لگے۔ میں بھی اسی رومال پر کھڑا ہوگیا۔ آپ دائیں طرف اور میں بائیں طرف تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ بالکل فقہ حنفی کے مطابق نماز پڑھ رہے ہیں۔ نماز سے فارغ ہونے پر میں نے وہ رومال اٹھالیا۔ میں نے اس وقت سے لے کر آج تک اس رومال کی حفاظت کی ہے۔ میری تمنا ہے کہ نہلانے کے بعد اول مجھے اس رومال میں کفنایا جائے پھر مسنون کفن دیا جائے۔

نماز جنازہ

کسی بھی فرض نماز کے بعد باغونوالی مدرسہ میں نماز ادا کی جائے۔ مدرسہ میں نماز جنازہ وہ شخص پڑھائے جو حدیث پڑھنے پڑھانے میں زیادہ سے زیادہ مصروف ہو یعنی محدث۔ اس میں کسی شخصیت کی تعیین نہیں ہے۔ پھر اس کے بعد جنازہ واپس مظفرنگر کو لایا جائے۔ اگر لوگ جمع ہوں اور نماز پڑھنے کی خواہش رکھیں تو پھر نور مسجد میں نماز جنازہ پڑھائیں۔ اگر برادر معظم منشی محمد عالم صاحب باغونوالی میں نماز ادا کر چکے ہوں تو پھر نور مسجد میں امامت قاری افتخار صاحب کریں اور اگر منشی محمد عالم صاحب نے ابھی تک نماز ادا نہ کی ہو تو پھر میری نماز جنازہ کی امامت آپ ہی کریں۔

تدفین کی ذمہ داری

(۱) عزیز القدر جناب بھائی محمد ذوالفقار صاحب انصاری مظفرنگر

(۲) برادر اصغر جناب حافظ حسین عالم انصاری، جانسٹھ مظفرنگر

(۳) حضرت مولانا حافظ وقاری محمد ابرار صاحب قاسمی مدرسہ عالیہ فتحپوری شاہی مسجد دہلی (۴) حضرت مولانا حافظ وقاری محمد مشرف صاحب نیرانہ (۵) حافظ محمد مصطفیٰ صاحب مظفرنگر (۶) حافظ وقاری مسعود احمد صاحب متھانہ، سہارن پور (۷) حافظ وقاری نظام الدین انصاری، کھالہ پار مظفرنگر۔ اگر ممکن ہوسکے تو مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب نوراللہ مرقدہ کی قبر کے برابر میں دفن کردیا جائے۔

تنبیہ: انتقال سے لے کر آخر مرحلہ تک یعنی قبرستان سے واپسی تک کوئی عمل خلاف شرع ہرگز نہ کیا جائے۔

آخری ذمہ داری

آنے والے مہمانوں کے کھانے کا انتظام اور اس کی ذمہ داری بھائی ذوالفقار احمد انصاری، حافظ محمد مصطفیٰ انصاری ، حافظ حسین عالم انصاری، مولانا ظہیر احمد انصاری، امیر احمد، حافظ رشید احمد، حافظ غیور، حافظ منصور اور حافظ شعیب وغیرہ کریں۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

آخری گذارش

جن حضرات نے آج سے پہلے میری عیادت کی اور کسی بھی طرح سے یاد فرمایا ان تمام کا میں تہہ دل سے بہت بہت شکریہ ادا کرتے ہوئے کسی بھی طرح کے ایصال وثواب کی درخواست کرتا ہوں۔ فقط والسلام

نوٹ: مذکورہ وصیت نامہ پڑھنے اور جملہ حضرات کو سنانے کی ذمہ داری مولوی ظہیر احمد انصاری قاسمی سلمہ کو دے رہا ہوں۔

ناکارہ بندہ محمد شاہ عالم انصاری مظفرنگر

تحریر: مورخہ ۲۲/ربیع الاول ۱۴۳۲ھ

مطابق ۲۶ فروری ۲۰۱۱ء بروز شنبہ

☆☆☆

یہ تھا برادر موصوف رحمۃ اللہ علیہ کا وصیت نامہ جو آپ نے پڑھا۔ ظاہر ہے ایک مومن اور مسلمان کے لئے دائمی زندگی تو صرف آخرت کی زندگی ہے۔ مرحوم نے ایسی سخت تکلیف اور زبردست پریشانی کے عالم میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اور کوئی جملہ گلے یا شکوے کا زبان سے نہ نکالا۔

ایسا وصیت نامہ کہ انتقال سے پہلے مکمل ہوش وحواس کے ساتھ لکھ کر اہل خانہ کے سپرد کردے۔ وہی کرسکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندوں میں شامل کرلیا ہو۔ اس ناکارہ کو مولانا موصوف کی وفات پر رشک آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر مومن اور مسلمان مرد وعورت کو ایمان والی موت نصیب فرمائے۔ اور مولانا موصوف کو مقام علیین عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

میں موصوف کے صاحبزادگان اور صاحبزادی اور موصوف کی بیوہ (بھابی صاحبہ) سے بھی گذارش کرتا ہوں کہ اپنی زندگیوں کو حضرت مولانا محمد شاہ عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا نمونہ بنائیں۔ (ناچیز: محمد ادریس حبان رحیمی)

☆☆☆

چہرہ پر کیسا نور، دیکھتے ہی خدا یاد آیا!

''ولی کامل حضرت منشی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ جنہوں نے کبھی دنیا کو نظر بھر کر نہیں دیکھا''

یہ بات ۱۹۷۱ء کی ہے کہ خادم العلوم باغونوالی کے باہر چھوٹا سا راج بہا (نہر) کی پٹری پر عصر کے بعد ہم بہت سے طلباء چہل قدمی کر رہے تھے۔ اچانک سامنے ایک سفید ریش بزرگ نمودار ہوئے اور برجستہ سلام کیا۔ میں ہکا بکا رہ گیا کہ میں کیسا غافل رہا اور بزرگ نے سلام بھی کرلیا۔ اور خیریت بھی پوچھ لی وطن، حسب ونسب، گھریلو حالات، اتنے سارے سوالات کے جوابات میرے لئے کم از کم ایک اجنبی مگر مشفق بزرگ کو دینا ذرا مشکل ہی ہوا۔ سیدھا سادا لباس سر پر رومال، گفتگو میں بلا کی جاذبیت، کسی نے کیا خوب کہا:

نظر برق نہیں چہرہ آفتاب نہیں　　وہ آدمی مگر دیکھنے کی تاب نہیں

بعد میں معلوم ہوا کہ میرے استاد محترم مولانا محمد عالم صاحب مدظلہ العالی کے والد محترم تھے۔ تعطیل میں والدین کی زیارت وملاقات کے لئے چرتھاول جانا ہوا تو والدہ صاحبہ نے فرمایا۔ بیٹے رشتے تو بہت سے ہیں لیکن یہ ایک رشتہ اس لئے بھی مبارک ہے کہ آپ کے استاد محترم کی طرف سے ہے اور خوشی کی بات یہ ہے کہ

آپ کے استاد اپنی ہمشیرہ سے رشتہ چاہتے ہیں، تمہاری رائے کیا ہے؟ میری رائے کیا آپ جو بہتر جانیں......سو کریں.......میں نے جواب دیا، اور یوں ایک سادی سی تقریب میں طرفین میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ ۱۰ مئی ۱۹۷۳ھ کو چرتھاول سے جانسٹھ صرف سات نفر کے ساتھ یہ خاکسار محمد ادریس حبان بغیر سہرا، بغیر ہار سادہ سادولہا، سادی سی تقریب میں شریک ہوا۔ حضرت مولانا مستفیض الرحمٰن بنگالی رحمۃ اللہ علیہ نے نکاح خوانی فرمائی اور بعد نماز ظہر چرتھاول مع دولہن واپس آگئے، شادیاں تو سبھی کی ہوتی ہیں لیکن اس تقریب کی خاص بات یہ تھی کہ اس میں میرے والد محترم الحاج منشی محمد عمران صاحب مدظلہ العالی بوقت نکاح جانسٹھ موجود نہیں تھے، والد صاحب نے فرمایا، میرے بڑے بھائی رفیق احمد صاحب ساتھ ہیں تو میری ضرورت نہیں، نکاح سے فارغ ہوکر آجاؤ۔

اور دوسرے دن ہمارے اپنے گھر پر ولیمہ کی شاندار تقریب رہی جس میں دو ہزار سے زائد رشتہ دار دوست احباب شریک ضیافت رہے۔ میرے اپنے اساتذہ، دوست احباب سبھی اس بات سے خوش نظر آئے کہ اتنی سادگی سے شادی ہوئی، واقعی قابل تقلید ہے۔ جس کی مجھے بھی ازحد خوشی تھی، لیکن یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ میری شادی کے بعد میرے آٹھ بھائیوں اور دو بہنوں کی شادی اتنی سادگی سے نہیں ہوسکی۔ لیکن اس سادی سی تقریب کی برکتیں ابھی تک ہم محسوس کرتے ہیں۔

شادی کے بعد مکروہات زندگی نے اپنا رنگ دکھایا اور ہم بھی اس میں جکڑ گئے۔ اور پھر مدرسہ سے فراغت کے بعد کچھ احباب کے اصرار پر بنگلور آگئے اور محترمہ اہلیہ صاحبہ "شاہ جہاں سیما" کو بھی ہم اپنے والدین سے اجازت لے کر ساتھ لے آئے۔ یہ ایک نئی زندگی کا آغاز تھا۔ یا تو کبھی بازار سے کوتھمیر بھی خرید کر نہیں لائے تھے اور یہاں سب کچھ ہم ہی خرید کر لارہے ہیں۔

ہماری ذات سے متعلق ہماری عقلمندی پر ایک لطیفہ بھی پڑھ لیجئے کہ پہلی بار ہماری رفیقہ حیات نے ہم سے کہا کہ بازار سے ایک ماہ کا راشن اور ضروریات کا سامان لے آؤ۔ ہم نے اپنی جیب دیکھی تو اس میں تین سو روپے نظر آئے۔ آج سے ستائیس سال پہلے ۳۰۰ روپئے ایک اچھی رقم ہوا کرتی تھی۔ ہم محترمہ کے فرمان کے مطابق بازار گئے۔ اور جملہ تین سو روپئے کا سامان خرید کر گھر میں لے آئے اور دل ہی دل میں خوش ہوتے کہ چلو اب ہم کو بھی ازدواجی زندگی کا سلیقہ آگیا۔ بیگم کے سامنے سارا سودا سلف رکھدیا۔ اور بتایا کہ ہم سب روپیوں کا خرید کر لے آئے۔ تو ہماری بیگم نے متفکرانہ انداز میں ہمیں دیکھا اور گویا ہوئیں.....ایں یہ کیا کیا آپ نے؟ اب مہینے بھر کے لئے روزانہ دودھ، گوشت ترکاری فروٹ، اور ضرورت پر دوائیں کہاں سے آئیں گی؟ ہم نے یہ سنا تو ہمارا سلیقہ ہوا ہوگیا۔

بہرحال یہ تمہید تھی ہماری ابتدائی ازدواجی زندگی کے لمحات کی۔ جس طرح ہم نے اپنے پدر محترم کو اپنے لئے ہمیشہ مشفق اور مہربان پایا۔ اسی طرح ہم نے اپنے خسر بزرگوار کو بھی مہربان پایا۔ خادم العلوم باغوانوالی کی نہر پر ملنے والے بزرگ ہمارے خسر صاحب تھے، جو شادی کے بعد ہمارے لئے ہر موقع پر پھل دار شجر ثابت ہوئے۔ اس بزرگ شجر کے سائے میں ہم نے زندگی کے بیش قیمت تجربات کئے اور اچھے برے کا سلیقہ سیکھا۔

ہمارے خسر صاحب کا نام منشی محمد شفیع ابن چھجو خان صاحب تھا۔ آپ ایک زمیندار گھرانے کے چشم و چراغ تھے، دینداری آپ کی گھٹی میں پڑی تھی بچپن میں ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ لیکن والد کی شفقت سے پروان چڑھے۔ اپنے زمانہ میں اسکول کی پانچویں کلاس تک تعلیم حاصل کی۔ اس زمانے میں اتنی تعلیم اسکول کے ہیڈ ماسٹر کی ہوا کرتی تھی۔ اسی لئے ہمارے خسر صاحب کا نام "منشی" ہوگیا۔ مدرسہ

اور اسکول کی تعلیم کے بعد اپنے والد مرحوم کے ساتھ کاشتکاری میں لگ گئے۔ لیکن جلدی ہی وہ اپنے مزاج کے مطابق تعلیم و تعلم میں مشغول ہوگئے۔ کوال میں حضرت مولانا زرغام الدین صاحب کے پاس آنا جانا رہتا تھا۔ اکابر دیوبند سے خصوصی تعلق رکھتے تھے۔ مدارس کے اجلاس اور تبلیغی اجتماعات میں کثرت سے شریک ہوتے۔ اور جب تک صحت رہی جماعت میں بھی وقت لگاتے رہے۔ آپ کی خوش مزاجی اور ملنساری کا یہ عالم تھا کہ مسلمان ہندو، سکھ، سب آپ کا اکرام کرتے تھے اور بازار سے نکل گئے تو چاروں طرف سے السلام علیکم آداب نمستے، کی آواز گونج جاتی تھی۔ پچاس سال کے طویل عرصہ میں بہت سے مدارس، مکاتب میں تدریسی خدمت انجام دی اور آخر کے بیس سال مسجد کی امامت میں گذر گئے تدریسی لائن میں آپ نے ایک طویل خدمت انجام دی۔ غیر مسلم لوگوں میں بھی آپ کے بہت سے شاگرد رہے ہیں، حتی کہ آپ نے شیعہ حضرات کو اپنی تعلیمی خدمات سے محروم نہیں رکھا یہی وجہ ہے کہ جانسٹھ کے سادات خاندان اور شیعہ حضرات میں بہت سے ممتاز لوگ آپ کے شاگرد ہیں علماء کرام کی ایک بڑی تعداد کو بھی آپ سے شرف تلمذ حاصل ہے۔

آپ کی زندگی کا ایک بڑا سانحہ اس وقت پیش آیا۔ جب آپ کے بھائیوں نے دھوکہ سے کاشت کی زمین اپنے نام لکھوالی۔ اور کھلا دھوکہ دیا، چاہتے تو مقدمہ لڑ کر زمین واپس حاصل کر سکتے تھے لیکن اللہ نے آپ کو دل نہیں کوہ استقامت عطا فرمایا تھا۔ زمین حاصل کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی ایک ایک روپے پر دنیا کے لوگ جان دیتے ہیں لیکن منشی جی نے کروڑوں روپئے کی زمین اور اس سے بننے والا خوش حال مستقبل ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا۔ اور بڑی تندہی کے ساتھ تعلیم و تعلم میں لگ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حسن نیت کے طفیل آپ کے چاروں صاحبزادوں کو علم

دین کی دولت سے مالا مال فرمادیا۔ مولانا محمد عالم صاحب، آپ کے بڑے صاحبزادے ہیں، مولانا محمد شاہ عالم صاحب، دوسرے اور حافظ قاری حسین عالم صاحب تیسرے ہیں اور چوتھے مولانا مفتی ظہیر احمد قاسمی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے پوتوں اور نواسوں کو بھی علم دین سے زینت بخشی۔ آپ کے صاحبزادوں اور صاحبزادیوں اور ان کے بیٹوں، بیٹیوں، پوتوں، نواسوں میں ڈیڑھ درجن سے زائد علماء، قراء اور حفاظ ہیں۔ حضرت منشی جی رحمۃ اللہ علیہ نے ہمیشہ آخرت کو فوقیت دی۔ سادی زندگی گذاری، اولاد کو کبھی اپنے معاملات اور خواہشات میں مجبور نہیں کیا۔ سب نے مل کر درخواست کی کہ آپ گھر میں رہیں اور آرام فرمائیں۔ جب یہ مطالبہ زیادہ ہی بڑھ گیا تو گھر میں قیام پذیر ہوگئے۔ علالت کے باعث مسجد تک جانا دشوار ہوتا تھا۔ اسی لئے جمعہ کے علاوہ باقی نمازیں نہایت پابندی سے گھر میں ادا فرماتے اگر چند افراد اتفاقاً جمع ہوگئے تو جماعت کو ترجیح دیتے۔

کبھی عید، بقرعید اور شادی بیاہ کے موقع پر بیٹے بیٹیاں جمع ہوجاتے تو سب کو اپنے پاس بٹھا کر خوش ہوتے اور کسی سے، قرأت، کسی سے حمد و نعت، کسی سے تقریر اور کبھی مسائل پر گفتگو، گویا ایک اچھا خاصا پروگرام یا جلسہ گھر میں ہی ہوجاتا تھا اور حسب مراتب انعام سے بھی نوازتے تھے۔ اور خوب تعریف فرماتے، حوصلہ بڑھاتے، مزاج میں چونکہ نظافت زیادہ تھی، اس لئے خلاف مزاج بات پر فوراً ٹوک دیتے تھے۔ مصلحت کو کبھی مدنظر نہ رکھتے، جیسے دل میں بات آئی ظاہر کر دی۔

اپنی خصوصی مجلس میں گھر والوں کو کبھی دنیا کمانے پر نہیں اکسایا۔ ہمیشہ اعمال صالحہ کے لئے نصیحت کرتے۔ آخرت کی فکر پر رونے لگتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رقیق القلب بنایا تھا۔ چند سالوں سے فریش تھے۔ اور نقاہت نا قابل بیان حد تک آچکی تھی۔ آٹھ دن پہلے مظفر نگر سے بنگلور فون آیا تو ''منشی جی'' مرحوم بول رہے

تھے۔اپنی لاڈلی بیٹی شاہ جہاں (راقم الحروف کی بیوی) سے خوب ہنس کر بات کی اور پوچھا حارث کے ابو کہاں ہیں؟.....بتایا کہ وہ سفر پر ہیں بہت سی دعائیں دی..... فون رکھ دیا۔۱۲/ذی الحجہ مطابق ۴/فروری کی صبح طبیعت میں بے چینی سی پیدا ہوئی۔ قریب پانچ کلومیٹر سے بڑے صاحبزادے مولانا محمد عالم صاحب کو بلانے کے لئے کسی کو بھیجا،محترمہ شاہ جہاں کو بار بار یاد کرتے رہے غشی کا عالم تھا۔ ہمیشہ ذکرواذکار میں رہتے۔ خاموشی سے کچھ نہ کچھ پڑھتے رہتے۔گھر کے سبھی افراد موجود تھے۔ مولانا شاہ عالم صاحب بنگلور سے طبیعت کی ناسازی کی اطلاع ملتے ہی فلائٹ سے پہنچ گئےلیکن لاڈلی بیٹی کی طبیعت (ابا کی علامت سن کر) اتنی خراب ہوئی کہ شگر،بی پی زیادہ ہوگئی اورڈاکٹر نے سفر کے لئے منع کر دیا۔مجبوراًڈاکٹر فاروق اعظم قاسمی نے اپنے ماموں مولانا شاہ عالم سے ائرٹکٹ واپس کرادیا کہ امی علیل ہیں اوراس وقت سفرممکن نہیں بہرحال وقت آخرآن پہونچا تھا۔۴/فروری کو بعد نماز ظہر ''حضرت قبلہ منشی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جان جانِ آفریں کے سپرد کردی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔اللہ تعالیٰ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی بال بال مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔آمین!

آخری ایام میں بھائی محمد ذوالفقار صاحب،اورمحترمہ قمر جہاں صاحبہ اوران کے بچوں نے دن رات ، دل وجان سے خدمت کی اور ایک لمحہ بھی غافل نہیں رہے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ پروردگار عالم ان حضرات کو دونوں جہاں میں اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔آمین! کھالہ پار مظفرنگر کے قبرستان میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔کثیر جماعت کثیر افراد کی شرکت رہی آج چمنستانِ شفیع اداس اداس ہے ؎

فسردہ کلیاں،اداس غنچے،گلوں کے چہروں کا رنگ پھیکا
ضرور گذری ہے گلستاں پہ کوئی نئی واردات ساقی

فیضان گنگوہی جیسی اہم کتاب میں بندہ راقم الحروف نے حضرت منشی جی رحمۃ اللہ علیہ کا صرف اسی لئے ذکر کیا کے انسان کو اللہ تعالیٰ نے تین والدین بتائے ہیں۔ ایک وہ جن کے بطن سے پیدا ہوا۔ دوم وہ جن سے علم حاصل کیا۔سوم وہ جن کے لڑکے یا لڑکی سے نکاح ہوا۔ پیر شیخ بھی والدین کے قائم مقام ہیں بلکہ بعض حالات میں تو والدین سے بھی مقام بڑھ جاتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ۱۹۷۸ء میں ایک مرتبہ اجان کی دعوت پر خانقاہ قدوسیہ رشیدیہ گنگوہ تشریف لے گئے اور رات میں گنگوہ خانقاہ میں قیام فرمایا جب رخصت ہونے لگے تو فرمایا۔ادریس تمہارے پیر تو ماشاء اللہ بادشاہوں کی طرح رہتے ہیں چہرے پر کیسا نور ہے کہ دیکھتے ہی خدا یاد آتا ہے۔

(محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی)

☆☆☆

ذکر کی فضیلت اور اس کے اثرات

"اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْراً لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔" (سورہ جمعہ)

یعنی خدا تعالیٰ کا ذکر بہت زیادہ کرتے رہو تا کہ نجات پاؤ۔

پیران پیر دستگیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب فتوح الغیب کے چھٹے مقالے میں لکھا ہے کہ حدیث قدسی میں وارد ہے کہ میرا مومن بندہ جب نفلی عبادتوں سے ہمیشہ میرا قرب چاہتا ہے یہاں تک کہ میں اسے دوست کر لیتا ہوں تو اس کا کان بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ سنتا ہے اور آنکھ بن جاتا ہوں جس سے کہ وہ دیکھتا ہے اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے کہ وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا پھرتا ہے اور اس کا مفہوم دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ وہ مجھ سے ہی سنتا ہے مجھ سے ہی دیکھتا ہے مجھ سے ہی پکڑتا ہے مجھ سے ہی سمجھتا ہے ذکر کا شمار نفلی عبادتوں میں ہے تو یہ ثابت ہوا کہ کثرت ذکر کی وجہ سے بندے کو قرب خداوندی نصیب ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ معین الدید چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوب میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ذکر کرنا زبان سے یہ تعلق ہے دنیا کا

اور دل سے ذکر کرنا راحت ابدی ہے۔ اور مدام ذکر خفی کرنا کمال انسانی ہے اور مرتبہ بقائے باللہ ہے۔ اس کو پائیداری ہے اور ہمیشگی ہے۔ جب آدمی اللہ اللہ میں محو ہو گیا تو اللہ کے سواء کچھ نہ رہا بس اللہ کی ذات کو فنا نہیں اللہ باقی من کل فانی۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اے میرے اللہ دن اچھا نہیں لگتا مگر تیری یاد کے ساتھ اور رات اچھی نہیں لگتی مگر تجھ سے راز و نیاز کے ساتھ۔

ذاکر کو چاہئے کہ ہر طرف سے خیال ہٹا کر صرف دل پر اپنا تصور جمائے۔ اور اپنے دل پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا محسوس کرے اور اس کو خوب دھیان میں رکھ کر تصور کو پختہ کرے کہ میرے دل پر کلمہ طیبہ لکھا ہے۔

جب یہ تصور ذہن نشین ہو جائے گا تو پھر کلمہ کا نور آہستہ آہستہ ایک نقطہ کے بقدر نور کی شکل اختیار کرتا ہے حتی کہ ذاکر کے پورے قلب پر نورانیت چھا جاتی ہے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے بندے کے ساتھ ہوں جب تک وہ مجھے یاد کرے اور میری یاد میں اس کے ہونٹ ملتے رہیں اور فرمایا آدمی کا کوئی عمل عذاب الٰہی سے بچانے والا ذکر اللہ سے بہتر نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جب بندہ مجھ کو اپنے جی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اپنے جی میں اس کو یاد کرتا ہوں اور بندہ جب مجمع میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس کے مجمع سے بہتر یعنی فرشتوں کی مجلس میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہے تو میں اس سے دو ہاتھ قریب ہوتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف آہستہ چلتا ہے تو میں اس کی طرف جھپٹتا ہوں یعنی دعاء کو جلدی قبول کرتا ہوں۔

شیخ عبدالقدوس قطب عالم امام ربانی مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اورشیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ کشکول کلیجی میں لکھا ہے کہ پاس انفاس یہ ہے کہ کلمہ لا الہ کو دم کیساتھ باہر نکالے۔اور کلمہ الا اللہ کو دم کے ساتھ اوپر کھینچے اور دم (سانس) کے ساتھ ذکر کرے اور ہر وقت نظر ہمیشہ پست وکشاد میں ناف پر رکھے اور اس قدر ذکر کرے کہ ذاکر کا دم خواب اور بیداری میں ذاکر ہو جائے۔اور ذاکر کی عمر اس ذکر سے دو چند ہو جائے۔

☆☆☆

والدہ رحمۃ اللہ علیہا کو کثیر دعاؤں سے نوازا

راقم الحروف آخیر میں ایک ایسی ہستی کا ذکر کرنے جا رہا ہے جس کے پاؤں تلے اللہ تعالیٰ نے جنت رکھی ہے۔اور جن کی خوشنودی خدا تعالیٰ کی خوشنودی ہے۔ اس عظیم ہستی کو اللہ تعالیٰ نے ''ماں'' کا لقب عطا فرمایا۔فیضان گنگوہی میں اس لئے ماں کا تذکرہ کر رہا ہوں کیونکہ میری والدہ مرحومہ ومغفورہ اصغری بیگم اجان صاحب سے بیعت تھیں۔اور ان سے بڑی محبت اور عقیدت رکھتی تھیں۔ایک مرتبہ چرتھاول کا پروگرام بنا۔اور اجان ناچیز کے غریب خانہ پر تشریف لائے۔عشاء کی نماز کے بعد جامع مسجد خور بھونرے والی جس کو آج مسجد عثمان غنی رضی اللہ عنہ بھی کہتے ہیں۔میں خطاب عام ہوا۔اتنا عظیم الشان خطاب اور ایسا جم غفیر کہ اس سے قبل کبھی نہیں دیکھا تھا۔وعظ اور اجتماعی دعا کے بعد مرد حضرات مسجد میں بیعت ہوئے اور کئی سو عورتیں اس ناچیز کے غریب خانہ پر اوپر نیچے اندر باہر موجود تھیں۔اجان سے درخواست کی گئی کہ عورتوں کو بیعت فرمالیں۔آپ گھر کے برآمدہ پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا کہ کوئی کپڑا ایسا دو جس کا سرا توبہ کرنے والی عورتیں اپنے ہاتھوں میں پکڑ لیں۔چنانچہ میری والدہ نے مستورات کے دوپٹوں کے دسیوں تھان جو بیس بیس میٹر کے تھے۔اندر

سے بھجوادیئے تمام کو جوڑ کر توبہ کرنے والی عورتوں تک پہونچادیا۔آپ نے بیعت کے بعد ضروری نصیحتیں فرمائیں۔اور میری والدہ کو کثیر دعاؤں سے نوازا۔گنگوہ واپس ہونے کے بعد خصوصی حضرات کی موجودگی میں فرمایا میں نے ادریس کی والدہ کو نہایت سلیقہ مند پایا۔کہ اتنے کثیر تعداد میں اور ایسے قرینے سے عورتوں کو بٹھایا کہ قطعاً شور وشغب نہیں تھا۔آپ ہمیشہ تعریف کرتے اور فرماتے ادریس کی والدہ کو میں نے نہایت سلیقہ مند پایا جو بہت کم مستورات میں دیکھنے کو ملتا ہے۔میری والدہ ماجدہ ۱۵ جنوری ۲۰۱۰ء بروز جمعہ انتقال فرماگئیں۔اِنَّا لِلّٰہِ و :اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

گذشتہ سال میرے والد محترم الحاج محمد عمران صاحب دامت برکاتہم کی طبیعت علیل رہی۔ پتے کا دومرتبہ آپریشن ہوا۔سبھی اہل خانہ فکرمند تھے کہ میری دوسری بیٹی عزیزہ ڈاکٹر قرۃ العین المعروف فاطمہ عثمان سلمہ نے خواب دیکھا کہ والدہ حیات ہیں۔اور بیٹھی باتیں کررہی ہیں۔فاطمہ نے حسب عادت والدہ کی خدمت میں کچھ ڈرائی فروٹ بادام وغیرہ پیش کیئے اور کہا امی جان آپ کے لئے لائی ہوں۔ آپ کھالیں۔تو والدہ کہہ رہی ہیں اے بیٹی تیرے دادے ابا تو اتنے بیمار ہیں میں ایسی حالت میں بادام کھاتی ہوئی اچھی لگوں گی؟ اور کہا ابھی ان کو رکھ دو۔ پاس پڑوس میں رہنے والی دیکھیں گی تو یوں کہیں گی کہ دیکھو شوہر نامدار تو بیمار پڑے ہیں اور یہ بادام کھاتی پھر رہی ہیں۔

صبح بیٹی نے مجھے دہلی سے فون کرکے اپنا خواب سنایا۔میں نے کہا سبحان اللہ کیسا مبارک خواب ہے۔کہ عالم برزخ میں رہ کر بھی والد محترم کیلئے فکرمند ہیں۔ اللہ تعالیٰ والدہ مرحومہ کے درجات کو بلند فرمائے۔ ہمیشہ تین دعائیں کرتی تھیں۔ (۱) اے اللہ میری موت جمعہ کے دن آئے (۲) اے اللہ میری کوئی نماز قضا نہ ہو (۳) اے اللہ مجھے چلتے پھرتے ہاتھ پاؤں ،ایمان کے ساتھ اٹھالے۔کسی کا محتاج

بنا کر نہ اٹھا۔اللہ تعالیٰ نے تینوں دعائیں قبول فرمالیں۔مغرب کی نماز پڑھ کر آنے والی عشاء کی نماز کیلئے وضو کی تیاری کررہی تھیں کہ اچانک گھبراہٹ محسوس ہوئی پلنگ پر لٹایا اور ڈاکٹر عمار حسین کو بلوایا انہوں نے ایک انجکشن دیا اور روح قبض ہوگئی۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔''تیری نیکیاں باقی تیری خوبیاں زندہ''۔

☆☆☆

ہمارے اجّان

از عزیز حسن ایڈوکیٹ سہارنپوری

نام تو آپ کا مصطفیٰ کامل تھا مگر سب ان کو عزت و احترام کے سبب اجان کہا کرتے تھے وہ عالم وقطب العارفین حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے پوتے تھے۔

آپ علم وعمل میں اپنے دادا کے قدم بقدم تھے۔ رشیدیت آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی معاملات، عقائد، فکر وعمل میں قرآن وسنت کے مطابق زندگی بسر فرماتے تھے۔ آپ پر طریقت غالب تھی مگر طریقت بھی وہ جو رشیدیت میں ڈھلی ہوئی تھی۔ طریقت میں آپ شیخ الہند حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے مرید وخلیفہ تھے۔

آپ مسند رشد وہدایت پر فائز تھے اور گنگوہ تشریف میں خانقاہ حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ میں حجرۂ قدوسیہ میں قیام پذیر تھے یہ وہ حجرہ ہے جس میں حضرت قطب عالمؒ نے اپنی وفات تک قیام فرمایا تھا نوی حجرہ ہے بعد نماز مغرب اپنے حجرہ سے باہر تشریف لائے اور مجلس کے صدر نشین ہوئے تھے۔ مجلس میں آپ کے مریدین، معتقدین اور مہمان وردیہ بیٹھے تھے آپ مجلس میں وعظ ونصیحت فرماتے۔ سوالات کے جوابات تشفی بخش دیتے تھے۔ نماز عشاء کی اذان پر مجلس

برخواست ہوتی سب لوگ خانقاہ کی مسجد میں نماز ادا فرماتے آپ اس مسجد میں پانچوں وقت کی نمازوں میں خود امامت فرماتے تھے۔ نماز عشاء کے بعد آپ کا دسترخوان کشادہ ہوجاتا تھا وسیع دسترخوان تھا مریدین، مہمانان اور مسافرین اس دسترخوان سے سیر ہوکر اٹھتے تھے۔ کھانے لذیذ ہوتے تھے۔ دسترخوان پر کوئی بھید بھاؤ نہ تھا ہر آدمی یہ محسوس کرتا تھا کہ اجان اس پر بہت مہربان ہیں۔ اجان خود اپنے ہاتھوں سے دیگ یا دیگچہ سے کھانا نکالتے تھے۔ پلیٹوں پیالیوں میں اتارتے تھے۔ ہر ایک کھانے والے کو کہتے ارے بھائی اور لو۔ بڑے متواضع تھے۔

تھوڑی دیر بعد پھر حجرہ سے برآمد ہوتے تو برآمدہ میں ہی نشست ہوتی تھی۔ اس محفل میں مخصوص احباب طلب ہوتے تھے رشد وہدایت کی محفل ہوتی تھی بعد میں چائے پان کا دور چلتا تھا۔ خود بھی پان نوش فرماتے اور حاضرین میں جس کو پان کا شوق ہوتا وہ بھی پان سے سرفراز ہوتا تھا۔

ان کا اخلاق بڑا کریمانہ تھا مخاطب کا پورا احترام فرماتے تھے روزانہ ۱۵-۲۰ مہمان آپ کے یہاں قیام فرماتے تھے انہیں میں مریدین بھی شامل ہوتے تھے۔ بھائی ادریس جو آپ کے مرید ہونے کے ساتھ ساتھ آپ سے علم ومجاہدہ واشتغال حاصل کررہے تھے وہ بھی مہمانوں ومریدین کی خدمت میں سرگرم رہتے تھے۔ یہ عاجز بھائی ارشاد احمد صدیقی کے ساتھ ہر ہفتہ ایک بار اجان کی مجلس میں حاضر ہوتا تھا۔ وہیں بھائی ادریس سے دوستانہ تعلقات قائم ہوئے تھے۔ حاجی خورشید عالم اور حاجی سلیم اطہر صاحب سے بھی وہیں ملاقات دوستی میں بدل گئی تھی۔

ایک اہم بات جو پہلے عرض نہ کرسکا اب عرض کرتا ہوں کہ عشاء کی نماز کے بعد اجان خود اپنی مجلس میں ذکر شریف کا حلقہ قائم فرماتے ذکر شریف کے بعد پھر دوسرا مشغلہ ہوتا تھا۔

آپ بدعت سے نفرت فرماتے تھے حضرت قطب عالم رحمۃ اللہ علیہ کے سالانہ عرس کے ایام میں اپنے حجرہ سے باہر نہیں نکلتے تھے اگر ان دنوں کوئی مرید یا ملنے والا آتا تو اس سے ملنے سے انکار کردیتے تھے اور فرماتے پھر کبھی آنا۔ آپ سماع نہیں سنتے تھے۔ آپ کئی بار سہارنپور کے محلّہ شاہ ولایت میں اپنے مرید حاجی سلیم اطہر صاحب کے یہاں تشریف لائے تھے اب حاجی سلیم اطہر صاحب ہر جمعرات کو مسجد شاہ ولایت میں بعد نماز عشاء محفل درود شریف منعقد کرتے ہیں اور اپنے شیخ کی پوری پیروی کررہے ہیں۔

اجان کی زوجہ اور اولاد پاکستانی شہری تھے۔ ایک دن معلوم ہوا کہ وہ مستقل طور پر کراچی چلے گئے ہیں اور وہاں خانقاہ رشیدیہ کی بنیاد رکھ دی ہے۔ اب وہاں کے باشندگان رشد وہدایت سے فیضیاب ہورہے ہیں۔ گنگوہ شریف میں آپ کا وہ حجرہ بے رونق ہے وہ وضعداری اور ذکر کی محفلیں رخصت ہوئیں۔ ہمیشہ رہے نام اللہ کا۔

☆☆☆

تین اہم واقعات

حضرت کے وصال کے بعد پیرانی صاحبہ سے میں نے سوال کیا کہ ۱۹۶۲ء سے اب تک کی مجاہدانہ زندگی میرے علم میں ہے لیکن اس سے پہلے کے حالات بتائیں کہ وہ کیا تھے؟ انہوں نے بتایا کہ:

دسترخوان پر مہمانوں اور گھر والوں کے لئے سب کچھ ہوتا تھا۔ لیکن وہ خود دسترخوان پر بیٹھ کر پتّے نوش فرماتے کچھ عرصہ کے بعد اہلیہ محترمہ (مجھ) سے کہا کہ اس میں کچھ نمک ڈال دیا کرو، اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے نفس کو تجنے کے لئے جو ریاضات اور مجاہدات کئے ہیں ان سے قدیم زمانے کے مشائخ اور اکابر کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔

آپ کی اہلیہ محترمہ نے بتایا کہ حضرت گنگوہیؒ کے مزار پر جو اس زمانہ میں بستی سے باہر باغ میں تھا وہاں چلاکشی کرتے تھے اور دن رات عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور مراقبہ اور دیگر ریاضات میں مصروف رہتے تھے اسی دوران اہلیہ کو یہ حکم تھا کہ بعد نماز عشا کھانا لے کر آجایا کریں۔ کیوں کہ اندھیرا رہتا تھا اس لئے اہلیہ اپنے ساتھ لالٹین اور ایک بچّے کو لے کر آتی تھیں، اور دور سے لالٹین اوپر

اٹھا کر ہلا دیتی تھی تا کہ حضرت کو ان کے آنے کا علم ہو جائے تو حضرت ان سے کھانا لے لیتے اور حسب ضرورت کبھی ایک روٹی کبھی آدھی روٹی اس میں سے تناول فرما لیتے۔آپ کے اس عمل اور اس چلاکشی سے حضور اکرمؐ کے غار حرا میں چلاکشی اور عبادت الٰہی یاد آجاتی ہے جس میں ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ مکہ مکرمہ سے توشہ لے کر حضور اکرمؐ کے لئے غار حرا پر تشریف لے جایا کرتی تھیں۔

آپ کچھ ایسے کھانا تیار کرتیں جو کئی کئی دن خراب نہیں ہوتا اس لئے بقدر اشتہا حضورؐ اس میں سے تھوڑا تھوڑا نوش فرماتے رہتے۔اور جب توشہ ختم ہو جاتا تو حسب حال حضرت خدیجہ آپ کے پاس پہونچ جاتیں یا آپؐ مکہ مکرمہ واپس آجاتے یہ سلسلہ کم وبیش چھ ماہ جاری رہا اس کے بعد آپ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا۔حضور اکرمؐ کی اس سنت پر حضرت اجان صاحب نے بھی عمل کیا اور اس کے بعد شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نے آپ کو خلافت سے سرفراز فرمایا۔

یہ واقعہ حضرت شیخ اجان نے خود اپنی زبان سے بیان فرمایا تھا اپنے شیخ کی کرامت کے طور پر، حضرت نے اجمیر شریف میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی خانقاہ میں بھی چلاکشی کی تو وہاں بالکل کھانا پینا ترک کر دیا تھا اور ہمہ وقت عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔اور جس حجرے میں آپ کا قیام تھا اس حجرے کے قریب جب کھانا پکتا تو اس کی خوشبو سے معدہ میں بے چینی اور بیقراری پیدا ہوتی تھی لیکن مجاہدہ اور نفس کشی آپ کی فطرت میں تھا اس لئے آپ اپنے نفس کو قابو میں رکھ کر اور کھانے پینے سے بے نیاز رہ کر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ بیس بائس دن اسی حالت میں گذر گئے تو آپ کے اندر صفات ملکوت پیدا ہوگئی اور آپ کے پاؤں چلتے چلتے زمین سے اوپر اٹھنے لگتے نماز میں بھی آپ کے پاؤں زمین سے اوپر اٹھتے اور آپ معلق ہو جاتے۔ پھر آپ زمین پر اترتے۔ پھر معلق

ہو جاتے جب یہ کیفیت ہر وقت طاری رہنے لگی تو آپ نے اجمیر شریف سے ایک خط شیخ الاسلام کو دیوبند لکھا کہ بندہ کی حالت یہ ہے کہ پورا جسم مع قدم زمین سے اوپر اٹھا رہتا ہے سو اس حالت میں میری رہنمائی فرمائیں قابل ذکر بات یہ ہے کہ اجمیر سے دیوبند خط پانچ دن میں پہونچتا تھا اور جواب کے لئے دیوبند سے پانچ دن لگتے تھے۔اس طرح کل خط وکتابت کے لئے دس دن کا عرصہ ہوا کرتا تھا کم از کم دس دن میں خط کا جواب موصول ہوتا تھا لیکن حضرت نے بتایا کہ میں نے اجمیر سے خط لکھا اور دیوبند سے شیخ الاسلام کا جواب چھٹے دن مل گیا اس کو شیخ الاسلامؒ کی یا حضرت والا کی کرامت ہی کہا جاسکتا ہے۔خط کے جواب میں شیخ الاسلام نے لکھا کہ آپ کا خط ملا کیفیات سے آگاہی ہوئی مبارک ہو کہ یہ کیفیت خاصان خدا کو حاصل ہوا کرتی ہے لوگوں کی نظروں سے بچنے اور عوام الناس سے اس طرح کی کیفیات چھپانے کی ضرورت ہے۔لہٰذا اب تم تھورا تھوڑا کھانا شروع کرو تا کہ جسم میں طاقت پیدا ہو جائے اور روحانیت کی یہ کیفیت پوشیدہ ہو جائے اجان کہتے ہیں کہ جب یہ خط ملا میرے پاس پیسے ختم ہو چکے تھے اور کھانے پینے کا کوئی انتظام نہیں تھا اور کسی سے مانگ بھی نہیں سکتا تھا اسی سوچ میں غرق تھا کہ ایک اجنبی شخص آئے اور کہا کہ میں آپ کی دعوت کرنا چاہتا ہوں تا کہ مجھے آپ کے ساتھ کھانے کا شرف حاصل ہو،آپ نے منجانب اللہ انتظام سمجھتے ہوئے اس اجنبی کی دعوت قبول فرمالی۔ وہ آپ کو کسی ہوٹل پر لے گئے اور انواع واقسام کی نعمتیں دسترخوان پر چنوائی مجھے چونکہ کھانا کھائے ہوئے ایک عرصہ گذر گیا تھا اسلئے معدہ زیادہ کھانا قبول کرنے کیلئے تیار نہ تھا۔حالت کے پیش نظر میں نے تھوڑا تھوڑا سب میں سے کھایا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ میزبان میرے ساتھ سڑک پر آئے اور ایک لمحہ میں نظروں سے غائب ہو گئے۔تو حضرت فرمایا کرتے تھے کہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ نے میرے لئے حضرت

خضر بیابانی کو بھیجا تھا۔ یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو آپ کے مجاہدات کے شرف قبولیت کی واضح دلیل ہے کہ آپ نے اپنے نفس کو اپنی خواہشات کو اور اپنے مادی معمولات کو خدا کے سپرد کر دیا پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے خزانے سے روحانی نعمتیں عطا کر کے مسند رشد و ہدایت پر جلوہ افروز فرمایا۔

یہ تینوں واقعات حضرت الحاج صوفی سید سلیم اطہر شاہ صاحب چشتی القادری سہارنپوری نے اپنی زبان سے ارشاد فرمایا جن کو مولانا زبیر احمد صاحب مفتاحی استاد دارالعلوم محمدیہ بنگلور نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا تاکہ قارئین کرام اور حضرت اجان صاحب کے متوسلین کو ان نایاب واقعات کا علم ہو جائے اور ان واقعات کی روشنی میں اپنے لئے سلوک کے قدم تلاش کریں۔

☆☆☆

شیخ کی کرامت

بے سروسامانی کی حالت میں حج کا حکم فرمایا

جمعہ کے دن کورٹ میں میرے پاس پیغام آیا کہ حضرت اجّان صاحب نے مجھ کو یاد فرمایا ہے، میں رات ہی کو آخری بس سے گنگوہ پہنچ کر حاضر خدمت ہو گیا اس وقت آپ (قبلہ اجان صاحب) نے فرمایا کہ سلیم کل حج کے لئے چلے جاؤ، میں نے عرض کیا کہ حضرت ''اتنی جلدی'' میرے پاس کورٹ کا کام ہے کیسے جا پاؤنگا؟ اس پر حضرت نے ناراضگی ظاہر فرمائی اس کے بعد آپ نے فرمایا چل ''پرسوں چلا جا'' میں نے عرض کیا حضرت بہت اچھا بعد میں مجلس میں فرمایا کہ سلیم آج تیری کتنی کمائی ہوئی کتنی آمد ہوئی؟ میں چونکہ ٹائپ کرتا تھا عرض کیا حضرت آج تقریباً پینتیس روپیہ کماتے ہیں اس پر آپ مسکرائے اور مجلس کو مخاطب ہو کر فرمایا تو پینتیس روپیہ کمائے ہیں اور حج کو جا رہا ہے۔ چنانچہ صبح پہلی بس سے سہارنپور آ گیا اور باہر چوک میں میرے دادا اجان دھوپ میں بیٹھے ہوئے تھے جو میرے استاد بھی ہوتے تھے عرض کیا کہ میں کل حج کو جا رہا ہوں چونکہ ان کے ساتھ میں ٹائپ کا کام کرتا تھا

ان کو فکر ہوئی۔ لیکن خوش ہوئے، گھر میں داخل ہو کر والد، والدہ سے ذکر کیا کہ میں حج کو جا رہا ہوں۔ اس ایک دن کے اندر میں نے جس کا لینا۔ دینا تھا اور جو کام جس قدر تھا پورا کیا اور دستاویزات وغیرہ دادا اجان کے سپرد کر دیں۔ اور اتوار کے روز بمبئی کے لئے رخصت ہو گیا۔ پندرہ دن بمبئی میں رہا پاسپورٹ تو تھا ہی لیکن ویزا وغیرہ کچھ نہیں، پندرہ دن کے اندر خورشید عالم صاحب مرحوم نے میرا ویزا اور ٹکٹ وغیرہ کا انتظام کرا دیا اور سولہویں دن میں حج کے لئے پانی کے جہاز سے روانہ ہو گیا۔ میرے پاس کوئی بھی ٹکٹ وغیرہ کا انتظام نہیں تھا چونکہ شیخ نے فرما دیا تھا اس لئے اللہ رب العزت نے غیب سے انتظام فرما دیا۔ حج سے پہلے اِدھر حضرت شیخ بھی مکہ معظّمہ پہنچ گئے ہوائی جہاز سے، حج سے فارغ ہونے کے بعد قبلہ اجان صاحب نے فرمایا خورشید عالم سلیم حج سے فارغ ہو گیا اس کی واپسی کا ٹکٹ کراؤ یہ بات سن کر خیال پیدا ہوا کہ حضرت کا حکم ہو چکا واپس جانا ہی ہوگا افسوس اس بات کا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضری نہیں ہو سکے گی ایک ہفتہ تک روتا رہا بیت اللہ شریف کا پردہ پکڑ کر دعائیں مانگتا رہا کہ حضرت کے دل میں ڈال دے کہ روضۂ مبارک پر بھی حاضری ہو جائے۔ ایک ہفتہ بعد فرمایا۔ سلیم اکرام الٰہی کیرانوی بہت ضعیف ہیں اور تم جوان ہو ان کے ساتھ مدینہ منورہ چلے جاؤ میری جان میں جان آ گئی اور خوش ہو گیا۔ اکرام الٰہی صاحب نے ہی میرا سفر خرچ برداشت کیا اور اپنے ساتھ روضۂ مبارک پر لے گئے بعد میں خورشید عالم سے فرمایا کہ سلیم کو تو مجھے بھیجنا تھا جب اس دربار میں پہنچنے کے قابل ہو گیا تو اجازت دی۔ ایک ہفتہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نمازیں ادا کیں جمعرات کو واپسی تھی اس پر میں نے عرض کیا کہ حضرت اجّان صاحب، میری طبیعت چاہتی ہے کہ کل جمعہ کی نماز پڑھ کر یہاں سے رخصت ہوں اس پر سخت ناراض ہوئے اور میں سہم گیا میری حالت دیکھ کر فرمایا

''میرے بھائی'' بیٹے، یہاں سے ایک خَلِش لے کر جاؤ کہ کاش میں جمعہ کی نماز پڑھ کر جاتا یہ بہتر ہے بجائے اس کے کہ تم نماز جمعہ پڑھ کر جاؤ، تیس سال کے بعد حضرت اجان صاحب پاکستان تشریف لے گئے میں نے اپنی والدہ سے عمرہ کے لئے اجازت چاہی والدہ نے انکار کر دیا کہ تمہاری ایک بچی ہے اس کا نکاح کر کے جانا جو ''مزمن ہے'' اور پاکستان سے بھی قبلہ اجان صاحب نے انکار فرما دیا۔ ایک سال کے بعد والدہ محترمہ نے بھی اجازت دیدی اور قبلہ اجان صاحب نے بھی اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ میں بھی فلاں تاریخ میں پہنچ جاؤں گا اور تم سے مدینہ منورہ میں ملاقات ہو جائے گی۔ ایئرپورٹ پر ہوٹل کا فون نمبر عثمان صاحب نے لا کر دیا کہ اجان صاحب اس ہوٹل میں مقیم ہیں جس کا نمبر یہ ہے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر عمرہ سے فارغ ہو کر اسی روز مدینہ منورہ کے لئے روانہ ہو گیا اور رات کو تقریباً گیارہ بجے مدینہ منورہ پہنچ گیا اور فون کیا تو زبیر صاحب مجھے لینے کے لئے آ گئے۔ زبیر صاحب اور ان کے ہمراہ چند صاحبان اور بھی ہے ان کے ہمراہ ہوٹل پہنچ گیا۔ اجان صاحب نے مجھے دیکھ کر جیسا ان کا انداز تھا بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ سلیم تجھے کیا ہوا اور اپنے سینہ سے لگا لیا جس کی مٹھاس میں اب تک محسوس کرتا ہوں۔ دو دن بعد حضرت نے تنہائی میں مجھ سے فرمایا کہ سلیم ''تم میرے ہاتھ پر بیعت کرو'' اور میں تم کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کر دوں گا اور روضۂ اقدس کی طرف ہاتھوں سے اشارہ فرمایا چونکہ ہوٹل روضۂ اقدس کے سامنے تھا۔ اس پر میں نے عرض کیا کہ حضرت میں تو اس قابل نہیں ہوں'' آپ نے فرمایا میں نے بھی ''یہی الفاظ'' حضرت مولانا شیخ الاسلام حسین احمد مدنی صاحب نورہ اللہ مرقدہ سے عرض کئے تھے میں خاموش ہو گیا، کھانے کے وقت محفل میں تقریباً پندرہ بیس اشخاص موجود تھے پھر وہی الفاظ بیعت کے مجلس کے سامنے دہرائے گویا یہ اب اک اعلان تھا۔ اس وقت

تنہائی میں فرمایا تھا اس مجلس میں بمبئی سے آئے ہوئے شاہین بھائی بھی موجود تھے۔ اور دیگر حضرات پاکستان سے بھی ساتھ آئے ہوئے تھے اور بھائی زبیر صاحب وغیرہ بھی موجود تھے۔

حضرت الشاہ صوفی سلیم اطہر صاحب نے فرمایا کہ اس سے بڑھ کر میرے لئے اور کیا فخر کی بات ہوگی کہ شیخ اول قلندر زماں حضرت اجان صاحب نے روضۂ اقدس کے سامنے اجازت بیعت سے نوازا اور مجھے حکم فرمایا کہ تم جب بیعت کیا کرو ایسے کہا کرو۔ تو میرے ہاتھ پر بیعت کر اور میں تجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کردوں گا اور حضرت اجان صاحب نے روضۂ اقدس کی طرف ہاتھوں کا اشارہ فرمایا۔ روضۂ اقدس کے سامنے اجازت مرحمت فرمانا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کرنا۔ روضۂ اقدس کی طرف ہاتھوں کا اشارہ کرنا۔

اور شیخ ثانی پیر بھائی شیخ العرب والعجم پیر طریقت ومعرفت حبیب الامت حضرت الحاج الشاہ ومولانا حکیم ڈاکٹر محمد ادریس حبان رحیمی صاحب فاضل دیوبند نے سہارنپور سے اپنے دولت کدہ (بنگلور) پر بلا کر بصد عزت واحترام مہمان نوازی فرمائی اور بعد نماز جمعہ خانقاہ رحیمی میں جو ہر نماز جمعہ کے بعد آپ کی اصلاحی وتربیتی مجلس ہوتی ہے مجمع عام میں کرسی پر بٹھا کر حضرت مولانا مفتی ارشد جمیل صاحب (خلیفہ ومجاز حبیب الامت مدظلہ) کے ہاتھوں مجھے عبا شریف زیب تن کرایا۔ اس کے بعد شاعرِ اسلام عاشق آستانہ حبیب الامت مدظلہ کے لاڈلے اور چہیتے کحل العین خلیفۂ خاص حضرت الحاج الشاہ ڈاکٹر مولانا اظہار افسر صاحب اسعدی رحیمی کے متبرک ہاتھوں سے دستار خلافت (جو پہلے ہی سے تیار شدہ تھی) میرے سر پر رکھوادی اور فرمایا جو دولت میں گنگوہ سے لے کر آیا تھا اس کا ایک حصہ بخوشی آپ کی (حضرت الحاج سلیم اطہر سہارنپوری) کی طرف منتقل کر رہا ہوں اور چاروں سلسلوں

(نقشبندیہ، سہروردیہ، قادریہ، چشتیہ) میں آپ کو میری طرف سے بیعت کرنے کی اجازت ہے۔ اس مجمع میں حضرت حبیب الامت مدظلہ کے کئی خلفاء، صاحبزادگان میں حضرت مولانا حکیم محمد عثمان حبان دلدار قاسمی صاحب وحضرت مولانا مفتی ارشد جمیل احمد صاحب رشیدی، الحاج حکیم محمد عدنان حبان صاحب، مجاز صحبت الحاج سید افضل پاشاہ صاحب الحاج عبدالرحمٰن عرف بابو بھائی صاحب دارالعلوم محمدیہ کے علماء کرام واساتذہ عظام، طلباء عزیز مریدین ومتوسلین اور متعلقین کا کافی مجمع تھا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اس وقت حضرت الحاج الشاہ ڈاکٹر قاری محمد فاروق اعظم صاحب خلیفہ وجانشین حضرت حبیب الامت مدظلہ اہل خانہ کے ہمراہ عمرہ کیلئے گئے ہوئے ہیں گو حضرت بظاہر موجود نہیں مگر شاہ سلیم صاحب کیلئے حرم پاک اور روضۂ اقدس میں انتہائی گریہ وزاری کے دعائیں فرما رہے ہیں۔ سبھی کو خدا بعافیت واپس لائے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور مجھے سلسلہ کا کام کرنے کی بھرپور توفیق عطا فرمائے آمین، کیوں کہ آج کے جدید ترقی یافتہ دور میں روحانیت اور راہِ سلوک کے خواہشمند عنقا ہوتے جا رہے ہیں۔

الحاج سید صوفی سلیم اطہر شاہ
بقلم
خاکپائے آستانہ حبیب الامت مدظلہ
محمد اجمل مظاہری
۳۰؍رجب المرجب ۱۴۳۴ھ بروز دوشنبہ مطابق ۱۰؍جون ۲۰۱۳ء

خبر اور نظر

> زیرِ مضمون بحر العلوم حضرت مولانا حکیم ننّو میاں صاحبؒ نے ۱۴۱۰ء میں تحریر فرمایا تھا جو ماہنامہ ”جہاں نما“ گنگوہ کے اپریل ۲۰۱۳ء کے شمار میں شائع ہوا ہے۔ ہم اس کو تبرکاً ”جہاں نما“ کے شکریہ کے ساتھ کتاب میں شامل کر رہے ہیں۔ (مولف)

حضرت مولانا الحاج حکیم عبد الرشید محمود گنگوہیؒ عرف ننّو میاں صاحبؒ

بتقریبِ بِسۡمِ اللّٰه، ابتدا بِسۡمِ اللّٰه، اوسط بِحَمۡدِ لِلّٰه اور آخر بِالۡحَمۡدُ لِلّٰه وَاٰخِرُ دَعۡوَانَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡن.

لختے از نسخۂ روح القدس املا کردم

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ. خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ. خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ عَلَّمَهُ الۡبَیَانَ.

اور بقول سرسید ؎

بمکتب رفتم وآموختم اسرارِ یزدانی

یہ رحلتِ تحصیل فلسفہ کے لئے نہیں، تاریخ وادب کے لئے نہیں اور کلام وعروض کے لئے بھی نہیں، صرف اسرارِ یزدانی اور علومِ قرآنی کے لئے۔ ؎

فلسفہ زادہ کہاں ہے عالمِ قرآں کہاں

وہ غلامِ زندگی ہے یہ امامِ زندگی

یہ مکتبہ لوحِ محفوظ سے نازل ہے۔ یہاں بت کدۂ تصوّرات کی گنجائش نہیں، وہ ملے گا شیشہ گر کے ایوانوں میں۔ یہاں آ گئے تو خارہ شگافی سیکھئے۔ اس مکتب کا اختصاص تعلیماتِ الٰہیّہ ہیں۔ توضیحاتِ قرآنیہ ہیں۔ طور کی تجلیّات ہیں، وادیٔ ایمن کے شرارے ہیں، ذرا ماضی سامنے لائیے، آدم سے نوح اور شیث، ابراہیم سے خلیل کا گلستانِ وحدت، موسیٰ عیسیٰ کے دمِ عیسیٰ یدِ بیضا

آنچہ خوباں ہمہ دار ند تو تنہا داری

کی جامعیت ہے۔ انبیاء آتے رہے امم بنتی رہیں، صحف مطہرہ نازل ہوتے رہے۔ منکر، مسلم آتے جاتے رہے۔ مصریوں کی غلامی میں صدیاں گذر گئیں۔ بنو اسرائیل کے آوارہ گرد صحراء نوردوں کو موسیٰ ابنِ عمران کی آسمانی الواح دیکر غربت ومسافرت میں چھوڑ کر اسباط کو محافظت سپرد کر کے آگے بڑھ گئے۔ نینواء کے نمرود شلما نصر اور اس کے بیٹے سرگون کو جلاوطن کر دیا گیا۔ بعض قتل کئے گئے بعض کو اغلال وسلاسل سے باندھ دیا گیا۔ دفعۃً بخت نصّر آندھی کی طرح اُٹھا، صاعقہ بنکر گرا، اس فسادِ عام میں کہ اللہ کی زمین آلام واحزان کا منبع بن گئی، پھر رحمتِ حق متوجہ ہوئی ؎

اتر کر حراء سے سوئے قوم آیا اور اک نسخۂ کیمیاء ساتھ لایا

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا دعائے خلیل اور نویدِ مسیحاء

لوحِ محفوظ کا یہ نسخہ جس کی وسعت خَمۡسَ مِائَةَ عَامٍ مِّنۡ ذَرَّةٍ بَیۡضَآء ہے جس نے قوموں کی تاریخ بدل دی۔ دنیا کے جغرافیے بدل دیئے۔ خائنوں کو امین، ظالموں کو رحیم، مفسدین کو مصلحین بنا دیا۔ نظمِ عالم کے وہ قائد اور راہبر بن گئے اصولِ جہاں بانی لوگوں نے ان سے سیکھے ؎

جب عشق سکھاتا ہے آدابِ خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرارِ شہنشاہی

یہ اس مکتبۂ عشق کی برکات تھیں، خبر اور نظر کی کرامات تھیں مکتبۂ حراء کی تجلیّات تھیں۔ جلال وکمال اور جمال ونوال اس وحشی دنیا کی تقدیر بن گئی۔ اللہ کے بندے خاکِ حرم سے کاغ اِرَم تک جا پہنچے۔ کانوں کی سماعت، زبان کی ترجمانی، دل کی دھڑکن، روح کا جذب وانجذاب حریمِ قُدس سے مانوس ہوگیا۔ اس کی اولیّت وآخریّت کو دیکھئے۔ ولادت پر کانوں میں اذان وتکبیر، موت پر آخری رسوم میں نمازِ سمع بھی عمل بھی، بیچ کی زندگی حال مآل کار سپردِ خاک بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ کہہ کر، قرطاس وقلم ذریعۂ حرف وصوت بھی اداء بھی تعبیر بھی۔

وہی مقصد وہی خبر اور نظر — الفاظ ومعانی میں تفاوت نہو مگر
اصطلاحات بہرکیف ناگزیر ہیں۔

ہر کسے را اصطلاح دادہ ایم — ہر کسے را سیرتے بنہادہ ایم

اصطلاح کے تقرر کے لئے ماحول لازمی اور ماحول سے اصطلاحات بنتی بگڑتی مکمل ہوئی ہیں۔ صلاحیتیں ہوں گی، مساعدتِ احوال میسّر ہوگی، تو استدلال سلیم اور وجدان صحیح ہوگا۔ دریافت سے یافت کا میسّر ہوگا۔ خبر سے نظم محکم بن جائے گی۔ حقائق حِسّی یا معنوی میں دو ہی صورتیں ہوں گی۔ یا حیرتِ فارابی والی بات یا تاب وتب رومی والی سرمستی۔

اچھا ہے دل کے ساتھ رہے پاسبانِ عقل
لیکن کہیں کہیں اسے تنہا بھی چھوڑ دے

یہ احوال پر مبنی ہے ورنہ فکرِ حکیمانہ اور جذبِ کلیمانہ دونوں قابلِ قدر واخذ ہیں۔ البتّہ مدارِ صحبت دقیق وعمیق ہے۔

مدارِ صحبتِ ما بر حدیث زیر لبی ست
کہ اہلِ بزم عوام اند وگفتگو عربی ست

عرب میں کس قدر اجتماعی اور معاشی ملّی اور معاشرتی مسائل موجود تھے جو ایک زبردست صاحبِ عزم وبصیرت شخصیت کے انتظار میں تھے۔ بالآخر "آمدن یارے کہ ما می خواستیم" یہ مرتبۂ اولیٰ میں خبر اور نظر تھی، دریافت تھی، پھر یافت ہوگئی۔ اداء اور اظہار کے آداب سیکھنے اور سکھانے کی چیز ہے۔ اِنَّمَا الْعِلْمُ بِالتَّعَلُّمِ اس کے لئے مکاتب، مدارس اور مرابط، تعلیم وتعلّم کے طریقے، تفہیم وتربیت کی دل نشینی، پھر رسوخِ مزاجی کی تکمیل ضروری۔

چشم جب تک ہو نہ جائے خوابگاہِ جبرئیل
پائمال و رائیگاں ہے رسم و راہِ زندگی

خوابگاہ اور خواب چھا جانے والی چیز بلیغ مضمون ہے۔ غایتِ شہود وبروز والی بات، شاید میں حد سے بڑھ گیا۔ بضاعت وبساط قصیر ہے، تجاوز جسارتِ ناروا ہے۔

"آں چناں میرو کہ زیباء میروی"

بس اتنے ہی پر کفایت کرتا ہوں ورنہ مجلسِ مثال ولامثال محض شاعرانہ رَت جگا بن جائے گا جس میں آہ وواہ کی ایکٹنگ سے زیادہ کچھ نہیں۔ حالانکہ یہاں حدیثِ زیرِ لب کی سرگوشی، اشارے اور کنایہ کی لطافت ہی پسندیدہ ہے۔

اخیر میں دعا! اللہ تعالیٰ علوم ومعارفِ "بسم اللہ" کی برکات صاحبِ وحی کے مشکوٰۃِ نبوّت کے انوار سے اس معصوم بچّہ (بلال سعید اختر) کو اس کے آباء اور ذرّیات اعمام واخوان اور ہم سب کو منوّر فرمائے۔ ہمارے ایّام ولیالی امان واخلاص، طاعت وتقویٰ، انابت واوّابیت سے مزیّن فرمائے اور دارین کی فلاح

میسّر فرمائے۔ ہمارے دن بسام ہوں، ہماری راتیں بکاء ہوں، اللہ ہماری غایت ہو، رسول اللہؐ ہمارے قائد وزعیم ہوں، قرآن ہمارا دستور ہو، جدّ وجہد ہمارا راستہ ہو، اور اللہ کی راہ میں زندگی اور موت ہماری غایتِ تمنّا ہو۔

اَللّٰھُمَّ بِنُوْرِ وَجْھِکَ وَبِقَلْبِ نَبِیِّکَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ آمین!

(بشکریہ: ماہنامہ ''جہاں نما''، اپریل ۲۰۱۳ء ص: ۶ تا ۸)

files\Faizan-e-Gangohi\Faizan-e-Gangohi 3rd\Sher by Jamal.jpg not found.

بحمد اللہ تعالیٰ

فیضان گنگوہی یعنی حالات قلندرِ زماں رحمۃ اللہ علیہ اختتام پذیر ہوئی۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین ثم آمین!

وَصَلّٰی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ.

خاکپائے آستانہ حاذق الامتؒ پرنامبٹ

اور

خاکروب آستانہ قدوسیہ رشیدیہ مصطفائیہ قلندریہ گنگوہ

محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی

مقیم حال خانقاہ رحیمی، احاطہ دار العلوم محمدیہ

بنگلور کرناٹک

مورخہ ۱۳/ جمادی الاول ۱۴۳۴ھ

مطابق ۲۶/ مارچ ۲۰۱۳ء بروز منگل قبل نماز فجر

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی حفظہ اللہ

کی مزید تالیفات

۱	خوابوں کی تعبیر اوران کی حقیقت	جلداول ودوم (سوم زیرطبع)
۲	انوارالسالکین	
۳	انوارِطریقت	
۴	تصوف کی حقیقت	
۵	سفرنامہ جنوبی ہندتاجنوبی افریقہ	
۶	مفتاح الصلوٰۃ	
۷	ملفوظات حبیب الامت حفظہ اللہ	دوجلدیں
۸	سوانح حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ	
۹	پیارے نبی کی پیاری دعائیں	
۱۰	خطباتِ رحیمی	دس جلدیں
۱۱	خطباتِ حبان برائے دخترانِ اسلام	دس جلدیں
۱۲	تفسیری خطباتِ حبان	دوجلدیں
۱۳	خطباتِ رمضان المبارک	چارجلدیں
۱۴	طالبات تقریرکیسے کریں؟	دس جلدیں
۱۵	خواتین کے لئے منتخب تقاریر	
۱۶	خواتین کے لئے اصلاحی تقاریر	
۱۷	مستورات کے لئے انقلابی تقاریر	
۱۸	الحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم	
۱۹	زیاراتِ حرمین شریفین	
۲۰	مجالس رحیمی	
۲۱	فیضانِ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ	
۲۲	اسرارِطریقت	(زیرتیع)
۲۳	انجمن دیندار چن بسویشورا مسلمان نہیں	
۲۴	رمضان المبارک کے مسائل وفضائل	
۲۵	مجرباتِ حبانی	

☆☆☆

تفسیری خطباتِ حبان

’’تفسیری خطباتِ حبان‘‘ قرآنِ مجید کی منتخب آیات کا ترجمہ اور قصائصِ قرآن وخلاصۂ تفسیر کا عام فہم مجموعہ ہے، جس میں عربی خطبہ کے بعد حضرت سیماب اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے منظوم ترجمۂ قرآن سے آیات کے اردو اشعار بھی لگائے گئے ہیں، اسی طرح علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب اشعار اور چند قرآنی قصائص بھی جابجا لائے گئے ہیں۔ تاکہ سامع کے لئے نشاۃ اور دلچسپی کا باعث ہو۔

592 صفحات پر مشتمل یہ کتاب ائمہ، واعظین، خطباء، مبلغین اور تازہ واردان بساط تفسیر کے لئے مختصر وقت میں منزل مطلوب تک پہونچ جانے کے لئے بیش قیمت زادراہ ہے۔ قیمت:..................

زیاراتِ حرمین شریفین

’’زیاراتِ حرمین شریفین‘‘ ایک ایسی جامع کتاب ہے جس میں نہ صرف حج وعمرہ کا طریقہ بلکہ تمام اوراد ووظائف، مسنون اور مستحبات ادعیہ، مقاماتِ مقدسہ کی نشاندہی، تاریخی پس منظر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملاً طریقہ کار، دلائل ومسائل، قصائص قرآنی واحادیثِ نبوی، درود وسلام، مناجات وادعیہ اور آدابِ حرمین مفصل بیان کئے گئے ہیں، اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں جدید سائنسی تحقیقات وغیرہم شامل کی گئی ہیں غرض 400 صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ زائرین حرمین شریفین کے لئے ایک ایسا دفتر ہے جس میں وہ اپنی تمام تشنگی کو بجھا سکتے ہیں۔

قیمت:..................

خوابوں کی تعبیر اوران کی حقیقت

خواب ایک حسین ودلکش منظر ہے جسے دیکھ کرانسان اس کی تعبیر کے لئے بے چین ہوجاتا ہے۔زبانِ اردو میں ابھی تک کوئی مستند کتاب وجود میں نہ آئی تھی ہاں مختلف کتب خصوصاً ابن سیرین کے تراجم ضرور شائع ہوئے۔طبقہ اردو کی اس تشنگی کا مداوا''خوابوں کی تعبیر اوران کی حقیقت'' مصنف حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی کے ذریعہ ہوا ہے، دوجلدوں پر مشتمل یہ ایسی جامع اور مستند ومجرب کتاب ہے جس میں خواب سے متعلق بے شمار موضوعات پر بڑی گرانقدر معلومات درج ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی میں انبیاء، صحابہ، بزرگانِ دین اورصلحائے امت کے خوابوں وتعبیرات کے اجمالی تذکروں، جابجا خوابوں سے متعلق شعراء کے اشعار سے کتاب مزین ہے۔لغت کی طرح حروفِ تہجی سے مختصر تعبیروں کی ایک طویل فہرست دی گئی ہے جس سے فائدہ یہ ہے کہ ایک معروف آدمی منٹوں میں اپنے خواب کے اجزاء کو یکے بعد دیگرے دیکھ کران کی تفصیلات کی روشنی میں ایک جامع تعبیراخذ کرسکتا ہے۔اس کتاب میں دورہ جدید کی تمام نئی ایجاد شدہ اشیاء کی تعبیرات کو مختصراً جمع کردیا گیا ہے، جس سے پرانی کتب کے بالمقابل دورِجدید کے تقاضوں کی تکمیل ہوتی ہے۔''خوابوں کی تعبیر اوران کی حقیقت'' (اول ودوم) حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ کی ایک شاندار، قابل قدر تصنیف اورایک علمی کارنامہ ہے بلکہ اردو زبان میں ایک نایاب تحفہ ہے، جس کی مثال دورِحاضر میں نایاب ہے، انشاء اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعہ قارئین خوابوں سے متعلق بے شمار فوائد حاصل کرسکیں گے۔

قیمت:..................

خطباتِ رمضان المبارک

خوشخبری ہے خطباء وواعظین اورقدردان رمضان المبارک وجویان برکات وفضائل ماہ صیام کیلئے کہ رمضان المبارک کی فضیلت وفرضیت اور اہمیت، روزہ، تراویح، تہجد، سحراور تلاوت قرآن کے فضائل، زکوٰۃ کی فرضیت واہمیت اوراعتکاف کے اہتمام اور دیگر مضامین جو ماہِ مقدسہ کے اعمال کی ترغیب وترقی، قرآن وسنت کے سرچشمے سے مستند واقعات وقصص، امثال ودلائل سے مزّین ہے ''خطباتِ رمضان المبارک'' کے نام سے چار جلدوں پر مشتمل مکتبہ طیبہ نے شائع کی ہے۔وہ خطباء جواپنے خطاب اور بیان میں دقیق اورمشکل الفاظ سے احتراز کرتے ہیں اور اپنے بیان کو عام فہم رکھنا چاہتے ہیں یا ماہِ رمضان سے متعلق تمام فضائل ومسائل، دلائل وواقعات اورعبادات، اوامر ونواہی کوایک ہی کتاب میں یکجا چاہتے ہیں اس سلسلہ میں ''خطباتِ رمضان المبارک'' جوعام فہم اردو زبان میں ترتیب دی گئی ہے ان کیلئے انشاء اللہ تعالیٰ انتہائی مفید ثابت ہوگی۔اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ تمام خطبات میں قریباً ہر صفحہ پر ذیلی سرخیاں لگائی ہیں تاکہ مضامین اور موضوعات کے انتخاب میں دشواری نہ ہو۔ یہ خطبات حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی مدظلہ العالی خلیفہ ومجاز پیر کامل الحاج مصطفیٰ کامل رشیدی اعرابیؒ (نبیرہ حضرت گنگوہیؒ) وخلیفہ ومجاز حضرت حاذق الامت حکیم ذکی الدین احمد صاحبؒ پرنامبٹ (خلیفہ ومجاز حضرت مسیح الامتؒ) کی وہ تقاریر ہیں جو مرکزی جامع مسجد دار العلوم محمدیہ بنگلور ودیگر مساجد میں رمضان المبارک کے مختلف موقعوں پر کی گئی ہیں۔☆

قیمت:..................